دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ

شانِ خاتم النبیین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از رشحاتِ قلم

قاضی محمد نذیر سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No: 091077
MAILSI

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

Masood Faisal Jhandir Library

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ
خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا
(احزاب رکوع ۵)

شانِ خاتم النبیینؐ

تقریر
جلسہ سالانہ ربوہ دسمبر ۱۹۵۲ء
و خلاصہ تقریر ۱۹۵۴ء

از

قاضی محمد نذیر صاحب فاضل سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ

قیمت عہ ۸ — تیسرا ایڈیشن — تعداد ۱۰۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم ۝

پیش لفظ

قادیان کے کسی جلسہ سالانہ پر مَیں نے ایک دفعہ "حقیقتِ نبوت" کے موضوع پر تقریر کی۔ تقریر کے بعد میرے محترم بزرگ اور دلی دوست حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تقریر خواہ کتنی فصیح و بلیغ ہو ہوا میں اُڑ جاتی ہے لہٰذا تمہیں کوئی ایسی کتاب لکھنی چاہیئے جس سے آئندہ نسلیں فائدہ اٹھائیں ۱۹۵۲ء کے جلسہ سالانہ ربوہ میں مجھے حسن اتفاق سے تقریر کرنیکا موقع میسّر آیا۔ جو بعض احباب کی تحریک پر اب مَیں حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف رضی اللہ عنہ کی یاد میں "شانِ خاتم النبیّین" کے نام سے کتابی صورت میں پیش کر رہا ہوں۔ اپنے والد محترم قاضی حکیم محمد حسین آف کورو وال ضلع سیالکوٹ کی ہدایت کے ماتحت مَیں نے اِس کے عربی اقتباسات پر اعراب بھی لگا دیئے ہیں تا اسکے پڑھنے میں قارئین کرام کو آسانی ہے یہ مضمون دراصل ایک تحقیقی مقالہ ہے جو ۲ حصوں پر مشتمل ہے۔ مجھے خدا تعالیٰ کے فضل سے اُمید واثق ہے کہ جو صاحب اس کے پہلے حصّے کا بھی امعانِ نظر سے مطالعہ فرمائینگے انکا دل اس یقین سے بھر جائیگا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اور جماعت احمدیہ سچے دل سے سیّدنا و مولینا فخرِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں اور قرآن مجید کے خدا تعالیٰ کی آخری اور اتم اور اکمل شریعت ہونے پر ایمان رکھتے ہیں جماعت احمدیہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو اس شریعت کا ایک خادم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کی برکت سے کمالاتِ نبوت پاکر تجدید دین کے لئے مامور من اللہ یعنی امتی نبی یقین کرتی ہے۔

خادمِ ملّت:- محمد نذیر لائل پوری

شکریہ!

میں نے کتاب "شانِ خاتم النبیین" صلی اللہ علیہ وسلم کے مضمون کو اپنے لمبے تبلیغی تجربہ اور بزرگانِ سلف اور علمائے سلسلۂ احمدیہ کے لٹریچر کے مطالعہ کے بعد تحریر کیا ہے مگر استدلال میں میں نے مقلدانہ راہ اختیار نہیں کی بلکہ اپنی سمجھ کے موافق تحقیق کی راہ پر قدم مارا ہے اور خُذْ مَا صَفَا کو ہی اپنا نصب العین رکھا ہے۔ رسالہ "الفرقان" کے خاتم النبیین نمبر سے بھی بعض قیمتی حوالے اخذ کئے ہیں۔ بہرحال جن بزرگانِ سلسلہ کے لٹریچر سے میں نے فائدہ اٹھایا ہے میں اُن کا شکر گذار ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

میرے اصل راہنما اس مضمون میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ہیں جن کے مسلک کی روشنی میں یہ مضمون قلمبند ہوا ہے۔ جن بزرگانِ سلسلہ احمدیہ نے میری کتاب کے پہلے ایڈیشن کا گہری نظر سے مطالعہ فرما کر اپنی قیمتی تقاریظ سے میری حوصلہ افزائی فرمائی ہے میں اُن کا بھی تہِ دل سے ممنون ہوں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ میں مکرم شیخ عبدالقادر صاحب نومسلم فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کی املاء میں بھی مجھے مدد دی اور انکا مشورہ بھی میرے شاملِ حال رہا ہے۔ مکرم مولوی ظفر محمد صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ و مکرم صاحبزادہ ابوالحسن صاحب قدسی فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ اور مکرم مولوی عطاء الرحمن صاحب طالب پروفیسر جامعہ نصرت کا بھی شکر گذار ہوں جنہوں نے کاپیوں کی تصحیح میں میری مدد فرمائی اور قیمتی مشورہ بھی دیا ہے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

محمد نذیر پرنسپل جامعہ احمدیہ

۳۰-۱-۵۵

"شانِ خاتم النبیّین" کا تیسرا ایڈیشن

"شانِ خاتم النبیین" کا تیسرا ایڈیشن مؤلف کی نظرِ ثانی اور کئی نئے مفید اور ضروری حوالہ جات کے اضافہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

اِن میں سے بعض حوالہ جات

مؤلف کی ذاتی تحقیق کا نتیجہ ہیں اور بعض مولوی عزیز الرحمٰن صاحب فاضل آف منگلہ اور مولوی دوست محمد صاحب فاضل مؤرخ سلسلہ احمدیہ سے حاصل ہوئے ہیں جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

یہ سب حوالہ جات مؤلف نے کتاب ہذا میں اُن کے مناسب اور موزوں محل پر درج کر دیئے ہیں۔ اِن حوالہ جات نے کتاب کے اِس نئے ایڈیشن کو

پہلے سے بہت زیادہ مفید اور شاندار بنا دیا ہے۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

الناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

شانِ خاتم النبیین

تقریر جلسہ سالانہ ربوہ ۔ دسمبر ۱۹۵۲ء

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۝ (سورۃ احزاب)

احباب کرام! میری اس تقریر کے دو حصے ہیں۔ میں اس کے حصہ اوّل میں انشاء اللہ ثابت کرونگا کہ حضرت بانئے سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام اور جماعت احمدیہ مسلمانوں کے مسلّمہ بزرگوں، اولیائے امّتِ محمدیہ اور علمائے ربّانی کی تفسیر و تشریح کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے دل اور پوری بصیرت سے خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔ نیز یہ ثابت کردوں گا، کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر وہ نبوت جو ان فقہائے ملّت اور علمائے ربّانی کے نزدیک منقطع ہو چکی ہے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ بھی اُسے منقطع سمجھتے ہیں اور ایسے دعوٰئ نبوت سے آپ کو بشدّت انکار رہا ہے بلکہ آپ ایسے دعوٰی کو سراسر کفر و لعنت قرار دیتے ہیں ہاں جن کمالاتِ نبوت کو یہ

بزرگانِ دین از روئے قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ امّت کے لئے باقی قرار دیتے ہیں اور شانِ خاتم النّبیینؐ کے منافی نہیں سمجھتے آپ کو انہی کمالات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے پانے کا دعویٰ ہے اور آپ ایک خادمِ اسلام ہیں جو تجدیدِ دینِ اسلام کے لئے مامور ہوئے ہیں۔

مضمون کے دوسرے حصّہ میں خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی شان کے متعلق از روئے سیاقِ آیت لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ لغت عربی۔ قرآن مجید و احادیث نبویہ اپنی ایک تحقیق پیش کر رہا ہوں جس سے ظاہر ہوگا کہ جماعت احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فی الحقیقت اپنی پوری اور حقیقی اور کامل شان میں خاتم النّبیینؐ یقین کرتی ہے اور اسلام کی اس بارہ میں جو تعلیم ہے اس سے سرِ مو انحراف نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ میری اس تقریر کو اُن غلط فہمیوں کے ازالہ کا موجب بنائے جو جماعت احمدیہ کے عقیدہ کے بارے میں مخالفین کی سُنی سُنائی باتوں کی بنا پر مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں تا امّتِ محمدیہ میں ایسا اتفاق اور یکجہتی پیدا ہو جو دولتِ خداداد پاکستان کی سالمیت اور امن و استحکام کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اَللّٰھُمَّ آمین!

شانِ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے ظہور کی علّتِ غائیہ ہے

برادرانِ ملّت! سرورِ کائنات فخرِ موجودات، سیّد الانبیاء امام الاتقیاء والاصفیاء سیّدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خاتم النّبیین ہونیکا مرتبہ اور شان اسلام کی جان اور احمدیت کی رُوحِ رواں ہے۔ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم

کا یہ مقام اور مرتبہ ہی تمام عالم اور کائنات کے ظہور کی علّتِ غائیہ ہے جسقدر انبیاء اور اولیاء ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک پیدا ہوئے ہیں اور قیامت تک پیدا ہونگے ان سب کے ظہور میں شانِ خاتم النبیّین بطور علّتِ غائیہ کے مؤثر ہے اور یہ سب بزرگوار خاتم النبیینؐ کے آفتاب عالم تاب کے نقطۂ نفسی کی شعاعوں کے ہی پرتو اور مظاہر ہیں۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا نقطۂ نفسی اُس وقت بھی بطور علّتِ غائیہ کے مؤثر تھا جبکہ آدم علیہ السلام کا ابھی پانی اور مٹی میں خمیر اٹھ رہا تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود فرماتے ہیں :-

كُنْتُ مَكْتُوبًا عِنْدَ اللّٰهِ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ (مسند احمد بن حنبل وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۲)

کہ میں اُس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے حضور خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور کیچڑ میں لت پت تھا۔

حضرت خاتم النبیّینؐ کا فیضانِ عالمگیر بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کی نگاہ میں!

چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام حقیقتِ محمّدیہ کے بیان میں آیت قرآنیہ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے مقام کی تفسیر کرتے ہوئے جو دراصل خاتم النبیینؐ کی ہی شان کا ایک دوسرے پیرایہ میں قرآنی بیان ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قوسین کی قاب (وتر) کا مرکزی نقطہ قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

"بجز ایک نقطۂ مرکز کے۔ اور جسقدر نقاط وتر میں اُن میں دوسرے انبیاء

درسل وارباب صدق وصفا بھی شریک ہیں اور نقطۂ مرکز اس کمال کی صورت ہے جو صاحب وتر کو بہ نسبت جمیع دوسرے کمالات کے اعلیٰ وارفع و اخص و ممتاز طور پر حاصل ہے جس میں حقیقی طور پر مخلوق میں سے کوئی اس کا شریک نہیں۔ ہاں اتباع و پیروی سے ظلی طور پر شریک ہو سکتا ہے۔ اب جاننا چاہیئے کہ دراصل اسی نقطۂ وسطی کا نام حقیقتِ محمدیہ ہے جو اجمالی طور پر جمیع حقائق عالم کا منبع و اصل ہے اور درحقیقت اسی ایک نقطہ سے خطِ وتر انبساط و امتداد پذیر ہوا ہے اور اسی نقطہ کی رُوحانیت تمام خطِ وتر میں ایک ہُوّیت ساریہ ہے جس کا فیضِ اقدس اس سارے خط کو تعین بخش ہو گیا ہے۔ عالم جس کو متصوفین اسماء اللہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں اس کا اوّل و اعلیٰ مظہر جس سے وہ علیٰ وجہ التفصیل صدور پذیر ہوا ہے یہی نقطۂ درمیانی ہے جس کو اصطلاحاتِ اہلِ اللہ میں نفسی نقطۂ احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ نام رکھتے ہیں اور فلاسفہ کی اصطلاحات میں عقلِ اوّل کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور اسی نقطہ کو دوسرے وتری نقاط کی طرف وہی نسبت ہے جو اسمِ اعظم کو دوسرے اسماءِ الٰہیہ کی طرف نسبت واقع ہے۔ غرض سرچشمۂ رموزِ غیبی و مفتاحِ کنوزِ لاریبی اور انسانِ کامل دکھلانے کا آئینہ یہی نقطہ ہے۔ اور تمام اسرارِ مبداء و معاد کی علّتِ غائی اور ہر یک زیر و بالا کی پیدائش کی لمیّت یہی ہے جس کے تصوّر بالکنہ و تصوّر بکنہہ سے تمام عقول و

انہامِ بشریہ عاجز ہیں اور جسطرح ہر ایک حیات خدا تعالیٰ کی حیات سے مستفاض اور ہر یک وجود اسکے وجود سے ظہور پذیر اور ہر یک تعین اس کی تعین سے خلعت پوش ہے ایسا ہی نقطۂ محمدیہ جمیع مراتبِ اکوان اور خطائرِ امکان میں باذنہٖ تعالیٰ حسب استعدادات مختلفہ و طبائع متفاوتہ مؤثر ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۸۵ تا ۱۸۸ ایڈیشن جدید و صفحہ ۲۲۰ تا ۲۲۳ ایڈیشن قدیم)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات میں ایسی بلند شان اور اعلیٰ وارفع مقام رکھتے ہیں جس میں کوئی دوسرا آپؐ کا حقیقی طور پر شریک نہیں۔ آپ کے نزدیک تمام انبیاء و اولیاء کے ظہور میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا نقطۂ نفسی بطور علّتِ غائیہ کے مؤثر رہا ہے۔ انبیائے سابقین اصالتاً اور براہِ راست نبی ہونیکے باوجود حسب استعداداتِ مختلفہ و طبائع متفاوتہ آپ کے نقطۂ نفسی سے متأثر ہوئے ہیں جس طرح کہ صاحبِ غائیۃ اپنی علّتِ غائیہ سے متأثر ہوتا ہے اور اس علّتِ غائیہ کا ایک فیض ہوتا ہے کیونکہ علّتِ غائیہ بھی ایک مبداء کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمِ جسمانی میں ظہور کے بعد چونکہ آپ کے ذریعہ شریعت کاملہ آچکی ہے۔ لہذا اب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ باجود سے مستفیض ہونے کے لئے آپؐ کی شریعت کی پیروی کا واسطہ بھی شرط ہوگا اور اس طرح آپ کا وجود بواسطہ شریعتِ کاملہ ایک رنگ میں بطور علّتِ فاعلیہ کے بھی مؤثر ہوگا جیسے وہ بطور علّتِ غائیہ کے مؤثر رہا ہے۔

پھر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے
(ہزار ہزار درود وسلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اسکے عالی مقام
کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اسکی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں
افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ
توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اسکو دنیا میں
لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی
میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اسکے دل کے راز کا واقف تھا اسکو
تمام انبیاء اور تمام اولین اور آخرین پر فضیلت بخشی اور اسکی مرادیں اس کی زندگی میں
اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ
اسکے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے
کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اسکو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسکو
عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور
ہماری حقیقت کیا ہے ہم کافر نعمت ہونگے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید
حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل
نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف
بھی جس سے ہم اسکا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس
آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم
منور رہ سکتے ہیں جب تک ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔"

حقیقۃ الوحی ص ۱۱۵، ۱۱۶

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا مرتبہ

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل کسی مستقل اور آزاد مرتبہ کا کوئی دعویٰ نہیں بلکہ آپ کے نزدیک حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہر فیض کا سرچشمہ اور ہر فضیلت کی کلید ہیں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا اپنا دعویٰ صرف یہ ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کاملہ کی پیروی اور آپ کے فیض کی برکت سے خدا تعالیٰ سے مکالمہ مخاطبہ مشتمل بر امور غیبیہ کثیرہ کی نعمت کا شرف پایا ہے اور آپ تجدید دین کیلئے مامور ہیں مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امور غیبیہ کی نعمت کا علیٰ وجہ الکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ملنا ہی ایک ایسا شرف ہے جس سے یہ امت دوسری امتوں کے مقابلہ میں خیر امت قرار پاتی ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں ؎

ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی نعمت تو بنی اسرائیل کی عورتوں کو بھی ملتی رہی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو یقینی اور قطعی الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام پر جبرائیل اور دوسرے ملائکہ وحی لیکر نازل ہوتے رہے جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے پس اگر امت محمدیہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ تامہ کاملہ کی نعمت سے محروم ہوتی تو پھر خدا تعالےٰ کیوں فرماتا۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ خدا تعالیٰ کی صفات تو

ازلی ابدی ہیں اور اُس کی قدوسیں اور کمالات لازوال اور تعطّل سے مبرّا ہیں۔ پس اگر خدا تعالیٰ پہلے بولتا تھا تو یہ ناممکن ہے کہ اب اُس کے بولنے کی صفت ہمیشہ کے لئے معطّل ہو جائے۔ دوسرے مذاہب اب زندہ کہلانے کے اسی لئے تو حقدار نہیں کہ ان مذاہب کے ماننے والوں میں اب کوئی شخص مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ قطعیہ یقینیہ کے شرف سے مشرف نہیں ہوتا۔ اگر اسلام میں بھی یہ دولت نصیب نہ ہو سکتی تو پھر ہم بھی قصّہ گو ہی ٹھہرتے۔ پھر اسلام کو دوسرے ادیان پر خدا تعالیٰ سے رُوحانی مراتبِ قرب کا تعلّق پیدا کرانے کے لحاظ سے کوئی فخر نہ ہو سکتا پس حق بات یہ ہے کہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا شرف اسلام کے زندہ مذہب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ اور کامل اور مُکمّل (کامل کرنیوالا) نبی ہونے کا ایک روشن ثبوت ہے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض رسانی کا تو عین مقتضیٰ یہ ہے کہ آپ کی پیروی سے آپ کے اُمتیوں کے لئے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی نعمت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے، بلکہ آپ کی امت کو پہلوں سے بھی بڑھ کر یہ نعمت ملے۔ ورنہ اگر خاتم النبیّین کے مقام کو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے دروازہ کو بند کرنے کا موجب قرار دیا جائے تو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امتِ محمدیہ کی صریح ہتک ہی کیونکہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ تو قربِ الٰہی کی ایک علامت ہے۔ اگر یہ بند ہو تو گویا امتِ محمدیہ قربِ الٰہی سے محروم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ اسے محروم کرنے والے ٹھہرتے ہیں۔ پس خاتم النبیّین کی آیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محلِ مدح میں نازل ہوئی ہے وہ تو آپ کی فیض رسانی کا کمال ظاہر کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ پھر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امورِ غیبیہ تو خدا تعالیٰ کی

ہستی کے موجود ہونیکا ایک روشن ثبوت ہوتا ہے اور اس روشن ثبوت کی ضرورت ہر زمانہ کے لوگوں کو رہی ہے۔ لہذا امتِ محمدیہ میں ہر زمانہ میں اس کا ثبوت پایا جانا چاہیئے بالخصوص اس مادہ پرستی کے زمانہ میں تو اس نعمت کے ملنے کی اشد ضرورت تھی۔

اکابر علماء اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ

اکابر علماء اہلِ سُنّت نے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امورِ غیبیہ کی نعمت کو امتِ محمدیہ میں باقی مانا ہے اور اُسے ایک قسم نبوت کی بھی قرار دیا ہے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود فرما دیا ہوا ہے:-

لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ (صحیح بخاری کتاب التعبیر)

کہ نبوت میں سے المبشّرات (اخبارِ غیبیہ) کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ اِس حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے المبشّرات یعنی اخبار غیبیہ کو نبوت میں سے باقی قرار دیا ہے۔ اِس حدیث میں لفظ النّبوّۃ سے مراد نبوت مطلقہ ہو سکتی ہے یا نبوتِ تامہ کاملہ محمدیہ جو تمام کمالاتِ وحی کی حامل اور ایک جامع اور اکمل شریعت پر مشتمل ہے۔ گویا اس حدیث میں امت محمّدیہ کے لئے صرف المبشّرات کی قسم نبوت کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے باقی قرار دیا ہے۔ یہ المبشّرات وہ اخبارِ غیبیہ ہیں جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کو آپ کی شریعت کاملہ کی پیروی اور آپ کے روحانی فیض کی برکت سے حاصل ہوتی ہیں۔

مبشرات کا ایک کثیر اور معتد بہ مقدار میں ملنا ہی جبکہ وہ مبشرات عظیم الشان اخبارِ غیبیہ پر مشتمل ہوں لغتِ عربی کے لحاظ سے نبوت کہلاتا ہے۔ چونکہ نبوۃ نَبَأٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنے "عظیم الشان خبر" ہیں۔ اس لئے عظیم الشان اخبارِ غیبیہ

پانے والے کو لغتِ عربی میں نبی کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

(سورۃ الجن رکوع ۲/۱۲ پارہ ۲۹)

کہ خدا تعالیٰ اپنے مصفّٰی غیب پر کسی کو (دوسرے ملہموں کے مقابلہ میں) غلبہ اور قدرت نہیں بخشتا سوائے اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ یعنی رسول ہو۔

حضرت محی الدّین ابنِ عربیؒ کے نزدیک نبوّت باقیہ

سرتاج صوفیا حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

لَيْسَتِ النُّبُوَّةُ بِاَمْرٍ زَائِدٍ عَلَى الْاِخْبَارِ الْاِلٰهِيِّ (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۴۱۲ سوال نمبر ۱۸۸) کہ نبوت اخبارِ الٰہی (امورِ غیبیہ) سے کسی زائد امر کا نام نہیں۔ یہ اخبارِ الٰہی ہی وہ نبوت ہے جو حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تا قیامت باقی ہے۔ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف نئی شریعت کا آنا منقطع ہوا ہے۔ چنانچہ وہ لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کی روشنی میں فرماتے ہیں:۔

فَالنُّبُوَّةُ سَارِيَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِى الْخَلْقِ وَاِنْ كَانَ التَّشْرِيْعُ قَدِ انْقَطَعَ۔ فَالتَّشْرِيْعُ جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ۔ (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ باب ۷۳ صفحہ ۸۲)

یعنی نبوت مخلوق میں قیامت کے دن تک جاری ہے گو تشریعی نبوت منقطع

ہوگئی ہے۔ پس شریعت نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔
پھر اس مبشرات والی غیر تشریعی نبوت کے جاری رہنے کے متعلق وہ یہ دلیل دیتے ہیں:۔

فَاِنَّہٗ یَسْتَحِیْلُ اَنْ یَّنْقَطِعَ خَبْرُ اللّٰہِ وَاِخْبَارُہٗ مِنَ الْعَالَمِ اِذْ لَوِ انْقَطَعَ لَمْ یَبْقَ لِلْعَالَمِ غِذَاءٌ یَتَغَذّٰی بِہٖ فِیْ بَقَاءِ وُجُوْدِہٖ (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ باب ۷۳ صفحہ ۹۲)

یعنی یہ امر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اخبار غیبیہ اور حقائق و معارف کا علم دیا جانا بند ہو جائے۔ کیونکہ اگر یہ بند ہو جائے تو پھر دنیا کے لئے کوئی روحانی غذا باقی نہ رہے گی جس سے وہ اپنے روحانی وجود کو باقی رکھ سکے۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے نزدیک اسجگہ وہ نبوت جو قیامت تک باقی ہے اخبار غیبیہ کا ہی دوسرا نام ہے۔ شریعت والی نبوت اب نہیں مل سکتی۔ شریعت کو وہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء عارض یعنی اس اخبار غیبیہ والی نبوت پر ایک وصف زائد یا جزو زائد قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔

فَلَمَّا کَانَتِ النُّبُوَّۃُ اَشْرَفَ مَرْتَبَۃٍ وَاَکْمَلَھَا یَنْتَھِیْ اِلَیْھَا مَنِ اصْطَفَاہُ اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہٖ عَلِمْنَا اَنَّ التَّشْرِیْعَ اَمْرٌ عَارِضٌ بِکَوْنِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَنْزِلُ فِیْنَا حَکَمًا مِنْ غَیْرِ تَشْرِیْعٍ وَھُوَ نَبِیٌّ بِلَا شَکٍّ (فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۵۴۵)

یعنی جب نبوت وہ اشرف اور اکمل مرتبہ ہے جس پر وہ شخص پہنچتا ہے جسے خدا تعالیٰ

نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا ہو تو ہم نے جان لیا کہ شریعت کا لانا ایک امرِ عارض یعنی نبوتِ مطلقہ کی حقیقتِ ذاتیہ پر ایک وصف زائد ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہم میں حَکَم ہو کر نازل ہونگے اور وہ بلاشبہ نبی ہونگے یعنی اگر نبوت کے لئے شریعت کا لانا ضروری ہوتا تو امتِ محمدیہ کا مسیح موعود نبی اللہ نہ کہلا سکتا کیونکہ وہ بلا شریعتِ جدیدہ ہو گا جب وہ بغیر شریعت جدیدہ کے بھی بلاشک نبی اللہ ہے تو معلوم ہوا کہ شریعت نبوت پر ایک وصف زائد ہے جو کسی نبی کو حاصل ہوتی ہے اور کسی کو نہیں۔ پس حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے نزدیک نبوت کی حقیقتِ ذاتیہ تو اخبارِ غیبیہ کا من جانب اللہ پانا ہی ہے۔ شریعت اُنکے نزدیک کبھی نبوت کے ساتھ جمع ہوتی ہے کبھی جمع نہیں ہوتی۔ یاد رہے کہ شریعت کو بھی وہ جزءِ نبوت اسی لئے قرار دیتے ہیں کہ اوامر و نواہی جو امورِ شریعت ہیں قبل از نزول امورِ غیبیہ کے ہی حکم میں ہوتے ہیں۔

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

اِعْلَمْ اَنَّ مُطْلَقَ النُّبُوَّةِ لَمْ تَرْتَفِعْ اِنَّمَا ارْتَفَعَ نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۵ وصفحہ ۳۹ بلحاظ ایڈیشن مختلفہ)

یعنی جان لو کہ مطلق نبوت بند نہیں ہوئی صرف تشریعی نبوت بند ہوئی ہے۔ یہ مطلق نبوت جو ان بزرگوں کے نزدیک بند نہیں ہوئی المبشرات والی نبوت ہے جسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ میں باقی قرار دیا ہے جسے بالفاظ دیگر المبشرات والی نبوت یا نبوت غیر تشریعی کہا جا سکتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے امّتِ محمدیہ کو ملائکہ کے ذریعہ بشارتیں ملنے کا وعدہ دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے :۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (حٰمٓ السجدہ ع ۴)

یعنی جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا ربّ ہے اور پھر اُس پر استقامت دکھائی تو اُن پر خدا کے فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ تم کوئی خوف نہ کرو اور نہ کوئی غم کھاؤ اور اس جنّت کی بشارت پاؤ جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ ہم دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے مددگار ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ امّتِ محمدیہ کے نیک لوگ علیٰ قدرِ مراتب مکالمۂ الٰہیہ کی نعمت سے مشرف ہوتے رہیں گے۔ حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :۔

هٰذَا التَّنْزِيْلُ هُوَ النُّبُوَّةُ الْعَامَّةُ لَا نُبُوَّةَ التَّشْرِيْعِ ۔

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۴۴۲ باب معرفة الاستقامة)

یعنی یہ ملائکہ کا کلام لانا نبوتِ عامہ ہی ہے نہ کہ تشریعی نبوت۔ اس نبوتِ عامہ سے حصّہ ہر سچے مومن استقامت دکھانے والے کو اس کے مرتبہ کے موافق حاصل ہوتا ہے جس کو یہ مرتبہ نبوّتِ عامہ کا علیٰ وجہ الکمال حاصل ہو اس کو خدا تعالیٰ نبی کا نام دیتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امّتِ محمدیہ کے

مسیح موعود کو نبی اللہ اِسی نبوتِ عامہ کے علیٰ وجہ الکمال پانے کی بنا پر قرار دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے خاتم النبیین کی تفسیر کے دو پہلو

حدیث لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے آیت خاتم النّبیین کی ایک لطیف تفسیر ہے۔

اِس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے معنی کے دو پہلو بیان فرمائے ہیں اور اِن چھ لفظوں میں دریا کو گویا کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ حدیث ہٰذا کے پہلے چار الفاظ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ خاتم النبیین کے معنے کے منفی پہلو پر روشنی ڈال رہے ہیں کہ شریعت جدیدہ والی نبوت اور آزاد اور مستقل نبوت آپ کے بعد منقطع اور بند ہے اور اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کے دو لفظوں میں خاتم النّبیین کے معنے کا مثبت اور فیض رسانی والا پہلو بیان فرما دیا ہے۔ کہ صرف المبشرات والی نبوت یا المبشرات کا حصّہ نبوت، نبوت میں سے امّت کے لئے باقی ہے جو صرف آپؐ کی شریعت کی پیروی اور آپؐ کے افاضۂ روحانیہ سے آپؐ کی اُمت کو مل سکتا ہے۔

قرآنِ مجید اور خاتم النّبیینؐ کے دو پہلو

جس طرح اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النّبیین کے معنی کے دونوں پہلوؤں کو مدّنظر رکھتے ہوئے نبوّت میں سے صرف المبشرات والی نبوت یا المبشرات والے حصّۂ نبوت کو باقی قرار دیکر دوسری قسم اور حصّہ کو جو مستقلہ نبوت

اور تشریعی نبوت ہے منقطع قرار دیا ہے۔ ویسے ہی قرآن مجید میں خاتم النّبیین کے معنے
کے ان دونوں منفی اور مثبت پہلوؤں پر دو آیتیں روشنی ڈال رہی ہیں۔ آیت
اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ
الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورۂ مائدہ رکوع اوّل) یعنی آج تم پر دین کو کامل کر دیا گیا ہے اور
(دین کے لحاظ سے) تم پر نعمت پوری کر دی گئی ہے اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو
پسند کیا گیا ہے" کا مضمون امّتِ محمّدیہ میں شارع اور مستقل نبی کی آمد کی بندش
پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ اس آیت کے بیان کے رُو سے شریعت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ذریعہ کمالِ تام کو پہنچ گئی ہے۔ لہذا اب اس شریعتِ کاملہ تامہ
کے بعد کسی جدید شریعت کی تا قیامت ضرورت نہیں۔ لہذا اب کوئی شارع نبی
نہیں آسکتا۔ پھر چونکہ شریعت اب کامل ہو چکی ہے اس لئے باقی کمالاتِ نبوت
جو شریعت کے علاوہ نبی کو حاصل ہوتے ہیں چونکہ ان کے حاصل کرنے کے لئے اب
شریعتِ محمّدیہ کی پیروی شرط ہو گی۔ اسلئے اب کوئی مستقل اور آزاد غیر تشریعی
نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ جو شخص بھی کوئی کمالی
کمالاتِ باقیہ میں سے حاصل کریگا۔ وہ شریعتِ محمّدیہ کی پیروی اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ سے ہی حاصل کریگا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے جوئے سے آزاد رہ کر اب کوئی روحانی کمال کسی شخص کو از روئے تعلیم قرآن مجید
حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس طرح یہ آیتِ خاتم النبیین کے منفی پہلو
کو بیان کر رہی ہے۔

دوسری آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ

اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔

(سورۃ نساء رکوع ۹) خاتم النبیین کے معنوں کے مثبت پہلو کو بیان کر رہی ہے۔ جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبہ کا فیض رسانی کا پہلو ہے کیونکہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کے متعلق بیان کرتی ہے کہ وہ (انعام پانے والے) پچھلے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہیں (اس آیت کی پوری تفصیل مضمون کے حصّہ دوم میں بیان کی جا رہی ہے)

صالحیت، شہادت، صدیقیت کے علاوہ جو نبوت امّتِ محمّدیہ کو بموجب آیت مندرجہ بالا مل سکتی ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ہی مل سکتی ہے، یہ وہ المبشرات والی نبوت ہی ہے جو مکالمہ مخاطبہ مشتمل بر امورِ غیبیہ کا دوسرا نام ہے جسے حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے حدیث اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کے مطابق تا قیامت جاری لکھا ہے اور ایسی نبوت کے حامل کا نام نبی الاولیاء رکھا ہے۔

اَلْمُبَشِّرَات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نبوّت ہی ہیں!

آپ معلوم کر چکے ہیں کہ حدیث نبوی لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کی رُو سے نبوتِ مطلقہ کی ایک قسم المبشرات یا نبوتِ تامہ کاملہ محمّدیّہ کا ایک حصّہ جو المبشرات ہیں امتِ محمّدیہ کے لئے تا قیامت باقی ہے شیخ اکبر حضرت محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ اور دیگر صوفیاء اور علماءِ ربّانی نے اسے نبوت ہی قرار دیا ہے ہاں انہوں نے اسے تشریعی نبوت سے ایک الگ قسم کی نبوت قرار دیا ہے۔ نبوت تشریعیہ کا دروازہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ذریعہ شریعت کاملہ آجانے کی وجہ سے تاقیامت بند ہے - اس حدیث کی ترکیب لَمْ یَبْقَ مِنَ الْمَالِ اِلَّا الْفِضَّۃُ کی طرح واقع ہوئی ہے یعنی مال میں چاندی کے سوا کچھ باقی نہیں رہا - ظاہر ہے کہ چاندی مال کی ہی ایک قسم ہے - پس علمائے ربانی کا اسے ایک قسم کی نبوت قرار دینا اسی بناء پر ہے کہ اس حدیث کے رُو سے المبشرات بہر حال نبوتِ مطلقہ کی ایک قسم ہے جو امت کے لئے باقی قرار دی گئی ہے یا نبوتِ تامہ کاملہ محمدیہ کا ایک حصہ باقیہ ہے جو امتِ محمدیہ کے لئے منقطع نہیں ہوا - علماءِ ربانی کی اس تشریح کی مؤید وہ حدیثِ نبوی بھی ہے جو نواس بن سمعان کی روایت سے صحیح مسلم باب خروج الدجال میں موجود ہے جس میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کے مسیح موعود کو چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اس پر وحی نازل ہوگی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

وَیُحْصَرُ نَبِیُّ اللّٰہِ وَاَصْحَابُہٗ ..... فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ ..... ثُمَّ یَھْبِطُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ اِلَی اللّٰہِ - ایضاً -

(مشکوٰۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال)

اسجگہ عیسٰی نبی اللہ سے مراد استعارۃً امتِ محمدیہ کا مسیح موعود اور امام مہدی ہے کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث میں امتِ محمدیہ میں نازل ہونیوالے عیسٰی کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور صحیح مسلم کی روایت کے مطابق فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ اور مسند احمد کی روایت کے مطابق اِمَامًا مَھْدِیًّا قرار دیا ہے

یعنی یہ عیسیٰ تم میں سے تمہارا امام ہوگا اور یہ امام مہدی ہوگا۔ پس عیسیٰ اور امام مہدی ایک ہی امتی شخص ہوگا جو مبشرات والی نبوت کا حامل ہوگا کیونکہ صحیح مسلم کی اس حدیث کو جب حدیث لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کے سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو صاف کھل جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو نبی اللہ صرف المبشرات یا بالفاظ دیگر مکالمہ مخاطبۂ الٰہیہ مشتمل بر امورِ غیبیہ کثیرہ کی وجہ سے ہی قرار دیا ہے کیونکہ جو نبوت حدیث لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ کے رُو سے منقطع ہو چکی ہے اس کے ساتھ تو کسی شخص کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر ہونا ختمِ نبوت کے صریح منافی ہے خواہ یہ کوئی پہلا نبی ہو یا نیا نبی۔ ہاں المبشرات جسے نبوت میں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی قرار دیا ہے مسیح محمدی بھی صرف اور صرف اسی نبوت کے مرتبہ کا حامل ہو سکتا ہے اور صرف المبشرات کی وجہ سے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے نبی اللہ کہلانے کا مستحق سمجھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی پہلی نبوت کے ساتھ امت محمدیہ میں آجانا تو صریح طور پر حدیث لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اور آیت خاتم النبیین کے مخالف ہے۔ پس چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کے مسیح موعود کو خود نبی اللہ قرار دیا ہے اور خود ہی فرما دیا ہے کہ نبوت میں سے صرف المبشرات ہی باقی ہیں نہ کچھ اَور۔ اس لئے زبانِ مبارک نبوی سے ہی یہ ثابت ہوگیا کہ المبشرات ایک قسم کی نبوت ہے جو امت کیلئے باقی ہے اور ایسی نبوت ختم نبوت کے منافی نہیں بلکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی امت میں اپنے مرتبۂ خاتم النبیین کے روحانی فیض کا ثبوت ہے۔ پس

علماءِ ربانی کا المبشرات کو ایک قسم کی نبوت قرار دینا جسے وہ نبوتِ ولایت یا غیر تشریعی نبوت کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے عین مطابق ہے۔

نبوّت کی دو۲ تعریفیں

اوپر کے بیان سے ہر صاحب بصیرت یہ معلوم کر سکتا ہے کہ نبوت کی اسلام میں دراصل دو۲ تعریفیں ہیں۔ ایک تعریف کے لحاظ سے نبوت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالکل منقطع ہے اور اس تعریف کے ماتحت اب کوئی نبی تا قیامت ظاہر نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک دوسری تعریف کے لحاظ سے امتِ محمدیہ کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور آپ کے افاضۂ روحانیہ کے واسطہ سے آپ کے امتی کیلئے نبوت کا مرتبہ پانے کا دروازہ کھلا ہے اور اسی دوسری تعریف کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کے مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیا ہے۔ وہ نبوت جو منقطع ہو چکی، اس کی تعریف کی رُو سے نبی اور رسول ایسے شخص کو کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے کامل شریعت یا احکامِ جدیدہ لاتے ہیں یا بعض احکامِ شریعتِ سابقہ کے منسوخ کرتے ہیں یا نبیٔ سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہِ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں (دیکھیئے مکتوب حضرت مسیح موعودؑ مندرجہ اخبار الحکم، اگست ۱۸۹۹ء)

نبوت کی اصطلاح اس تعریف کے لحاظ سے اسلام کی ایک عام معروف اصطلاح ہے اس عرفِ عام والی اصطلاح کو لکھنے کے بعد حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:-

"ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اسجگہ یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں اور ہم اس بات

پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں
اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔"

پس یہ امر ایک روشن حقیقت ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کو نبوت کی اس عام معروف اصطلاح میں نبوت کا ہرگز کوئی دعویٰ نہیں اور آپنے لوگوں کو ہوشیار کیا ہے کہ آپکا دعویٰ اس قسم کا نہ سمجھ لیا جائے۔ آپ کے نزدیک ایسا دعویٔ نبوت کفر ہے اور آپ ہمیشہ مخالفین کی طرف سے ایسی نبوّت کے دعویٰ کا الزام دیا جانے پر اس کا بشدّت انکار کرتے رہے ہیں۔ آپ کا دعویٰ صرف دوسری اسلامی اصطلاح کی بناء پر ہے جو ایک خاص اصطلاح ہے اور یہ اصطلاح علماءِ ربّانی کے نزدیک حدیث نبویؐ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ سے ماخوذ ہے جس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو صحیح مسلم کی حدیث میں چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے اس دوسری اسلامی اصطلاح کا ذکر حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام اپنی تقریر حجۃ اللہ میں جو الحکم ۶ مئی ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی یوں فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام پا کر جو غیب پر مشتمل ہو زبردست پیشگوئیاں ہوں مخلوق کو پہنچانیوالا اسلامی اصطلاح کی رُو سے نبی کہلاتا ہے۔"

انقطاعِ نبوّت اور بقائے نبوت والی احادیث کے تقابل کا نتیجہ!

اوپر کے بیان کو سمجھ لینے سے یہ حقیقت بھی روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ وہ سب احادیث نبویؐ جن میں نبی یا نبوت کے انقطاع کا ذکر ہے جیسے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ و حدیث اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ وغیرہ میں نبی اور نبوت کے الفاظ

اسلام کی عام معروف اصطلاح میں استعمال ہوئے ہیں نہ کہ اسلام کی عرفِ خاص والی اصطلاح میں ۔ عرفِ خاص والی اصطلاحِ نبوت جو حدیث اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ اور اُس حدیث سے ماخوذ ہے جس کے رُو سے امّت محمدیہ کے مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیا گیا ہے ان انقطاعِ نبوت والی احادیث میں مدِّنظر نہیں پس جب انقطاعِ نبی اور انقطاعِ نبوت والی احادیث کو حدیث لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کے مقابلہ میں اور مسیح موعود نبی اللہ کے ظہور سے تعلق رکھنے والی حدیث کے مقابلہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو مثلاً حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِی کی تقدیر کلام لَا نَبِیَّ بَعْدِی اِلَّا صَاحِبُ الْمُبَشِّرَاتِ ہوگی کہ میرے بعد المبشرات والے نبی کے سوا کوئی نبی نہ ہوگا اور حدیث اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ کی تقدیر کلام اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ اِلَّا نُبُوَّةَ الْمُبَشِّرَاتِ ہوگی یعنی رسالت ونبوت سوائے مبشرات والے حصۂ نبوت یا قسم نبوت کے منقطع ہو چکی ہے ۔ اور اِس طرح امّت محمدیہ کا مسیح موعود صرف دوسری اصطلاح میں نبی کہلائیگا جس کا تعلق امتِ محمدیہ کے اندر باقی رہنے والی نبوت سے ہے یعنی وہ مبشرات والی نبوت رکھنے کی وجہ سے نبی اللہ کہلائیگا کیونکہ مستقل نبی اور تشریعی نبی کی آمد کو آیتِ خاتم النبیین اور حدیثِ زیر بحث کے الفاظ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ منقطع قرار دے رہے ہیں چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"نبی کے لفظ سے اِس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرفِ مکالمہ اور مخاطبۂ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کیلئے مامور ہو یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لادے کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے ۔" (تجلیاتِ الٰہیہ صہ ۹ حاشیہ)

میں بتا چکا ہوں کہ حدیثِ نبوی لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کی موجودگی میں امّتِ محمّدیہ کے مسیح موعود کو نبوت کی پہلی اور عرفِ عام والی اصطلاح میں نبی اللہ قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ یہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکی ہے بلکہ صرف دوسری اصطلاحِ خاص میں ہی نبی اللہ قرار دیا جاسکتا ہے یعنی مبشرات کا اتنا معتدبہ اور عظیم الشان حصّہ پانے والا کہ خدا تعالیٰ اسے اس کی وجہ سے نبی کا نام دے۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ کی نوعیّت

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ چونکہ مسیح موعود کا ہے اور امّت محمدیہ میں آنے والے مسیح موعود کو حدیث میں نبی اللہ قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے آپ اپنی نبوت کی نوعیّت یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرتِ مکالمت و مخاطبتِ الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں میں اُس کی کثرت کا نام بحکمِ الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ وَلِکُلٍّ اَنْ یَّصْطَلِحَ" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اسلام کی عام معروف تعریف میں نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں بلکہ ایک دوسری خاص اصطلاح میں دعویٰ ہے

اور اس نبوت سے مراد صرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ یا بالفاظِ دیگر "المبشرات" کی کثرت ہے۔ اب اگر المبشرات کو کوئی شخص ایک قسم کی نبوت قرار نہ دے تو یہ اُس کی آپ سے صرف "نزاعِ لفظی" ہوگی۔ یعنی صرف ایک اصطلاحی نزاع ہوگی نہ کہ کوئی حقیقی نزاع۔ کیونکہ جس مکالمہ کو علماءِ امت جاری ملنتے ہیں بانیٔ سلسلہ احمدیہ اُسی کو ایک خاص اصطلاح میں خدا کے حکم سے نبوت کا نام دے رہے ہیں۔ پس حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور علماءِ زمانہ ہذا کے درمیان دراصل کوئی حقیقی نزاع موجود نہیں علماء ربّانی تو آپ سے اس بارہ میں لفظی نزاع بھی نہیں رکھتے کیونکہ وہ "المبشرات" کے مقام کو ایک قسم کی نبوت ہی قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس بارہ میں حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی عبارت پیش کی جا چکی ہے۔

اِس مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کو ہی مدِّ نظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ مثنوی دفتر اوّل صہ۵۳ (مطبوعہ مولوی فیروز الدین) میں فرماتے ہیں :-

فکر کُن در راہِ نیکو خدمتے ؎ تا نبوت یابی اندر امتے

یعنی اے شخص تو نیکی کی راہ میں (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کی) ایسی تدبیر کر کہ تجھے اُمت کے اندر نبوّت مِل جائے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اپنے مکتوبات میں ایک سوال لکھکر اس کا ایسا جواب دیتے ہیں جس سے الہامِ الٰہی کی ضرورت کا امتِ محمدیہ میں ثبوت ملتا ہے :-

"سوال :- چوں دین بہ کتاب و سنت کامل گشت بعد از کمال بالہام چہ احتیاج بود و چہ نقصان ماندہ کہ بالہام کامل گردد ؟"

یعنی جب دین کتاب اللہ یعنی قرآن مجید و سنّت نبویؐ کے ذریعہ کامل ہو گیا تو اُسکے

کامل ہو جانے کے بعد الہام الٰہی کی کیا حاجت رہی اور کونسی کمی رہ گئی تھی جو الہام سے پوری ہو گی؟

جواب "الہام مظہرِ کمالاتِ خفیۂ دین است نہ مثبتِ کمالاتِ زائدہ در دین۔ چنانچہ اجتہاد مظہرِ احکام است۔ الہام مظہرِ دقائقِ اسرار است کہ فہم اکثر مردم ازاں کوتاہ است۔"

(مکتوباتِ مجدّد الف ثانیؒ جلد ۲ مکتوب ۵۵ ص۱۱)

آپ جواب میں فرماتے ہیں۔ الہام دین کے مخفی کمالات کو ظاہر کرنیوالا ہے۔ دین میں کمالات زائد کرنیوالا نہیں جس طرح اجتہاد احکام کو ظاہر کرنیوالا ہے اسی طرح الہام اُن اسرار و غوامض کو ظاہر کرنیوالا ہے جن کے سمجھنے سے اکثر لوگوں کے فہم قاصر ہیں۔

مجدّد الفِ ثانیؒ کے نزدیک کمالاتِ نبوت کے حصول کا امکان

پھر مجدّد صاحب موصوف فرماتے ہیں:-

"حصولِ کمالاتِ نبوت مرتابعاں رابطریقِ تبعیّت و وراثت بعد از بعثتِ خاتم الرسل علیہ و علیٰ جمیع الانبیاء والرسل الصلوٰت والتحیّات منافی خاتمیتِ او نیست۔ فلا تکن من الممترین۔

یعنی خاتم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ کے متبعین کا آپ کی پیروی اور وراثت کے طور پر (یعنی ظلّی طور پر) کمالاتِ نبوت کا حاصل کرنا آپ کے خاتم الرسل ہونے کے منافی نہیں۔ لہذا اے مخاطب! تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ (مکتوبات جلد ۱ مکتوب ۳۰۱ ص۱۴۳)

پھر دوسرا طریق حصولِ کمالاتِ نبوت کا وہ یوں بیان کرتے ہیں :-

" راہِ دیگر آں ست کہ بتوسطِ حصولِ ایں کمالاتِ ولایت وصول بکمالاتِ نبوت میسّر میگردد "

(مکتوبات امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی جلد اول ۳۰۱ ص ۴۳۲)

یعنی کمالاتِ نبوت کے حصول کا دوسرا راستہ یہ ہے کہ کمالاتِ ولایت کے حصول کے ذریعہ کمالاتِ نبوت کا پانا میسّر ہوتا ہے۔ یہ کمالاتِ نبوت المبشرات یا اخبارِ غیبیہ ہی ہیں جن کو حضرت محی الدین ابن عربیؒ بموجب حدیث نبویؐ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ ایسی نبوت قرار دیتے ہیں جو اُن کے نزدیک قیامت تک باقی ہے۔ انہیں کمالاتِ نبوت کے حصول کو حضرت مجدّد الف ثانیؒ ختمِ نبوت کے منافی قرار نہیں دیتے۔ یہی وہ کمالاتِ نبوت ہیں جن کے پانے کو حضرت مولانا رومؒ امت کے اندر نبوت کا ملنا قرار دیتے ہیں۔ پس یہ نبوت دراصل ایک ظلّی نبوت ہے جو کامل اتباعِ نبویؐ یعنی فنافی الرسول کے دروازہ سے ملتی ہے۔ یہ نبوت علمائے ربّانی کے نزدیک قیامت کے دن تک جاری ہے اور آیت خاتم النبیین کے خلاف نہیں۔ بلکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کے کمالِ فیضان اور انبیاء کرام میں سے آپؐ کی بے نظیر اور ممتاز قوت قدسیّہ کا ایک روشن ثبوت ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیّہ بھی فرماتے ہیں :-

" مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔ مگر ظلّی نبوت جس کے معنی ہیں محض فیضِ محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہیگی تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو۔" (حقیقۃ الوحی ص ۲۸)

پھر آپ فرماتے ہیں :-

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعویٰ میں نبی کا نام سُنکر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہِ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں ۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کیلئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا ۔ اسلئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ۔ اور میری نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت ۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے بیان کے مطابق نبوت کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں جن میں سے پہلی قسم یہ المبشرات والی نبوت ہی ہے ۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

تَنْقَسِمُ النُّبُوَّةُ الْبَشَرِيَّةُ عَلٰى قِسْمَيْنِ اَلْاَوَّلُ مِنَ اللّٰهِ اِلٰى غَيْرِهٖ مِنْ غَيْرِ رُوْحٍ مَلَكِيٍّ بَيْنَ اللّٰهِ وَبَيْنَ عَبْدِهٖ بَلْ اَخْبَارَاتٌ اِلٰهِيَّةٌ يَجِدُهَا فِيْ نَفْسِهٖ مِنَ الْغَيْبِ اَوْ فِيْ تَجَلِّيَاتٍ وَ لَا يَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ حُكْمُ تَحْلِيْلٍ اَوْ تَحْرِيْمٍ بَلْ تَعْرِيْفٌ بِمَعَانِي الْكِتٰبِ وَالسُّنَّةِ اَوْ بِصِدْقِ حُكْمٍ مَشْرُوْعٍ ثَابِتٍ اَنَّهٗ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوْ تَعْرِيْفٌ بِفَسَادِ حُكْمٍ قَدْ ثَبَتَ بِالنَّقْلِ صِحَّتُهٗ وَنَحْوَ ذٰلِكَ ۔ وَكُلُّ ذٰلِكَ تَنْبِيْهٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ شَاهِدٌ عَدْلٌ

مِنْ نَفْسِہٖ وَلَا سَبِیْلَ لِصَاحِبِ ھٰذَا الْمَقَامِ اَنْ یَّکُوْنَ عَلٰی شَرْعٍ یَخُصُّہٗ یُخَالِفُ شَرْعَ رَسُوْلِہِ الَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَیْہِ وَاُمِرْنَا بِاتِّبَاعِہٖ اَبَدًا۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص۲۵ و ۲۸ بلحاظ ایڈیشن مختلفہ)

یعنی انسان کو جو نبوت ملتی ہے اسکی دو قسمیں ہیں۔ قسم اوّل کی نبوت خدا تعالیٰ اور اسکے بندے کے درمیان رُوحِ مَلکی کے بغیر ہوتی ہے (یعنی اس میں رُوحِ ملکی شریعت جدیدہ نہیں لاتا) بلکہ صرف خدائی غیب کی خبریں ہوتی ہیں جنہیں انسان اپنے نفس میں غیب سے پاتا ہے یا کچھ تجلّیات ہوتی ہیں (یعنی مکاشفات ہوتے ہیں) مگر ان کا تعلق کسی امر کو حلال یا حرام کرنے سے نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کا تعلق صرف کتاب اللہ کے معانی اور سنّتِ رسول کے معانی جاننے اور سمجھنے سے ہوتا ہے یا پھر کسی شرعی حکم کی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہو ان تجلّیات کے ذریعہ تصدیق مطلوب ہوتی ہے یا کسی حکم کی جو گو نقل (روایت) کے لحاظ سے اُس کی صحت ثابت ہو خرابی بتانا مقصود ہوتی ہے وغیرہ۔ اور یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبردار کرنے اور (شریعت سابقہ میں) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور شاہد عادل کے ہوتے ہیں۔ اس مقام والے نبی کی اپنی کوئی شریعت نہیں ہوتی جو اس رسول کی شریعت کے خلاف ہو جو رسول کہ خود اس نبی کی طرف بھی بھیجا گیا ہے اور جس کی ہمیشہ کیلئے پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے (یعنی سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود)

اس کے بعد وہ نبوت کی دوسری قسم یعنی تشریعی نبوت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

ھٰذَا الْمَقَامُ لَمْ یَبْقَ لَہٗ اَثَرٌ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا فِی الْاَئِمَّۃِ الْمُجْتَھِدِیْنَ مِنْ اُمَّتِہٖ (الیواقیت والجواہر حوالہ مذکور)

یعنی تشریعی نبوت کے مقام کا کوئی اثر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں سوائے اس اثر کے جو ائمہ مجتہدین میں (اجتہاد کی صورت میں) پایا جاتا ہے۔

پھر آگے چل کر نبوت کی انہی دو ۲ قسموں کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ تحریر فرماتے ہیں :۔

اِعْلَمْ اَنَّ مُطْلَقَ النُّبُوَّةِ لَمْ تَرْتَفِعْ وَاِنَّمَا ارْتَفَعَ نُبُوَّةُ التَّشْرِیْعِ۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۵ و صفحہ ۳۹ بلحاظ ایڈیشن مختلفہ)

یعنی جان لو مطلق نبوت نہیں اٹھی (بند نہیں ہوئی) صرف تشریعی نبوت منقطع ہوئی ہے۔ پس ایک قسم کی نبوت علماء ربانیین کے نزدیک امتِ محمدیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی ہے اور یہ بموجب حدیث نبوی لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ صرف المبشرات والی نبوت ہی ہے نہ کچھ اور۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

امام عبدالوہاب شعرانیؒ کی مراد پہلی قسم کے نبی پر روحِ ملکی کے نازل نہ ہونے سے یہ نہیں کہ ایسے نبی پر فرشتہ نازل ہی نہیں ہوتا بلکہ اُن کی مراد جیسا کہ میں نے خطوط وحدانی میں لکھکر بتایا ہے صرف یہ ہے کہ ایسے نبی پر فرشتہ شریعتِ جدیدہ لے کر نازل نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے لکھتے ہیں :۔

وَالْحَقُّ اَنَّ الْکَلَامَ فِی الْفَرْقِ بَیْنَھُمَا اِنَّمَا ھُوَ فِیْ کَیْفِیَّةِ مَا یَنْزِلُ بِہٖ الْمَلَکُ لَا فِیْ نُزُوْلِ الْمَلَکِ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۹۵)

یعنی سچی بات یہ ہے کہ دونوں قسم کے نبیوں کے درمیان فرق صرف اس چیز کی کیفیت میں ہوتا ہے

جیسے فرشتہ لیکر نازل ہوتا ہے۔ نزول فرشتہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا یعنی فرق صرف تشریعی اور غیر تشریعی وحی کا ہوتا ہے۔ فرشتہ کے اُترنے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ خدا تعالیٰ کے قول اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ..... الآیۃ (حٰمٓ السجدہ ع ۴) کی تفسیر میں فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صـــ ۲۴۲ باب معرفۃ الاستقامۃ میں لکھتے ہیں:-

ھٰذَا التَّنْزِیْلُ ھُوَ النُّبُوَّۃُ الْعَامَّۃُ لَا نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ کہ استقامت دکھانیوالوں پر یہ فرشتوں کا کلام کے ساتھ اُترنا نبوتِ عامہ ہی ہے نہ کہ نبوتِ تشریعی۔

غیر تشریعی نبی کی وحی ظنّی نہیں ہوتی

آجکل کے بعض علماء اس غیر تشریعی الہام اور وحی کو محض ظنّی قرار دیتے ہیں نہ کہ یقینی۔ لیکن اگر یہ وحی ظنّی ہوتی ہے نہ کہ یقینی تو پھر استقامت دکھانیوالوں پر جو فرشتے نازل ہوتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں کہ تم کوئی خوف اور غم نہ کرو اور جنّت کی بشارت پاؤ تو اس سے انہیں کیا تسلّی ہو سکتی ہے۔ یہ وحی تو پھر اصطفاء اور اجتباء کی بجائے ایک قسم کا ابتلاء بن جائیگی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ تو ملائکہ کے ذریعہ تسلّی دینے کے لئے یہ وحی نازل کرتا ہے۔ پس نبوتِ عامہ حاصل کرنیوالے نبی کی وحی اگر قطعی اور یقینی نہ ہو تو پھر اس سے کوئی اطمینان اور تسلّی حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ جو وحی شک کو دُور کر کے یقین پیدا نہ کر سکے وہ کیا تسلّی دیگی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ آیت کو اِنَّ کے لفظ سے شروع کرتا ہے جو کہ جملہ کے مضمون کی تاکید کے لئے آتا ہے۔

ماسوا اس کے حضرت امام عبد الوہاب شعرانی پہلی قسم کے نبی پر جو وحی نازل

ہوتی ہے اسکو ایسی قطعی اور یقینی قرار دیتے ہیں کہ اس کے ذریعہ ان روایات کی بھی غلطی نکالی جاتی ہے جو از روئے سند صحیح سمجھی گئی ہوں۔ پس جب اس نبی کی وحی اس طرح سنداً صحیح روایت پر بھی اُن کے نزدیک حَکَم ہو سکتی ہے تو اس کے قطعی اور یقینی ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں جو المُبَشِّرات سے تعلق رکھتی ہے وارد ہے:۔

وَمَا كَانَ مِنَ النُّبُوَّةِ فَإِنَّهُ لَا يَكْذِبُ (مشکوٰۃ باب الرؤیا)

کہ المبشّرات چونکہ نبوت کا حصّہ ہیں اس لئے انہیں جھوٹا نہیں قرار دیا جا سکتا۔ پس المبشرات کا قطعی ہونا قرآن، حدیث اور اقوال بزرگانِ دین سے ثابت ہے جب وہ سچی ٹھہریں تو قطعی اور یقینی ہوئیں نہ کہ ظنّی اور غیر یقینی۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے نزدیک ختم نبوّت کی حقیقت اور اپنے دعوٰی کی کیفیّت

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

وَالنُّبُوَّةُ قَدِ انْقَطَعَتْ بَعْدَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا كِتَابَ بَعْدَ الْفُرْقَانِ الَّذِي هُوَ خَيْرُ الصُّحُفِ السَّابِقَةِ وَلَا شَرِيْعَةَ بَعْدَ الشَّرِيْعَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ۔ بَيْدَ أَنِّي سُمِّيْتُ نَبِيًّا عَلَى لِسَانِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ وَذٰلِكَ أَمْرٌ ظِلِّيٌّ مِنْ بَرَكَاتِ الْمُتَابَعَةِ۔ وَمَا أَرٰى فِي نَفْسِي خَيْرًا وَوَجَدْتُ كُلَّمَا وَجَدْتُ مِنْ هٰذِهِ النَّفْسِ الْمُقَدَّسَةِ وَمَا عَنَى اللهُ مِنْ نُبُوَّتِي إِلَّا كَثْرَةَ الْمُكَالَمَةِ وَالْمُخَاطَبَةِ وَلَعْنَةُ اللهِ عَلٰى مَنْ أَرَادَ فَوْقَ ذٰلِكَ

اَوْ حَسِبَ نَفْسَهٗ شَيْئًا اَوْ اَخْرَجَ عُنُقَهٗ مِنَ الرِّبْقَةِ النَّبْوِيَّةِ وَاَنَّ رَسُوْلَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَعَلَيْهِ انْقَطَعَتْ سِلْسِلَةُ الْمُرْسَلِيْنَ۔ فَلَيْسَ حَقُّ اَحَدٍ اَنْ يَّدَّعِيَ النُّبُوَّةَ بَعْدَ رَسُوْلِنَا الْمُصْطَفٰى عَلَى الطَّرِيْقَةِ الْمُسْتَقِلَّةِ وَمَا بَقِيَ بَعْدَهٗ اِلَّا كَثْرَةُ الْمُكَالَمَةِ وَالْمُخَاطَبَةِ وَهُوَ بِشَرْطِ الْاِتِّبَاعِ لَا بِغَيْرِ مُتَابَعَةِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ۔" (الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۶۴)

ترجمہ:۔ نبوت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو گئی ہے اور قرآن شریف کے بعد جو پچھلے تمام صحیفوں سے بہتر ہے کوئی کتاب نہیں اور نہ شریعت محمدیہ کے بعد کوئی شریعت ہے۔ اور میرا نام جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نبی رکھا گیا ہے تو یہ ظلی امر ہے جو آپ کی متابعت کی برکات سے ہے اور میں اپنے نفس میں کوئی خوبی نہیں پاتا۔ جو کچھ میں نے پایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس سے پایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مراد میری نبوت سے صرف کثرت مکالمہ و مخاطبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جو اس سے زیادہ مراد لے یا اپنے نفس کو کچھ سمجھے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جوئے سے اپنی گردن نکالے۔ بیشک ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر نبیوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ پس کسی کو یہ حق نہیں کہ ہمارے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقلہ نبوت کا دعوٰی کرے۔ آپ کے بعد صرف کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہی باقی رہا ہے اور وہ بھی آپ کی پیروی کی شرط سے وابستہ ہے نہ کہ پیروی کے بغیر۔

یہ تحریر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے عقیدہ دربارہ ختم نبوت اور اپنے دعوٰی کی

نوعیت کے متعلق ایک رُوح اور نچوڑ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ تشریعی نبوت اور مستقلہ نبوت کا دروازہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند مانتے ہیں اور اس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نبیوں کا سلسلہ منقطع تسلیم کرتے ہیں اور صرف المبشرات والی نبوت کا دروازہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی شرط کے ساتھ کھلا قرار دیتے ہیں گویا اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیث میں مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دینا تسلیم کرتے ہیں حضرت مسیح موعودؑ غیر مشروط طور پر نبی نہیں بلکہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی شرط کے ساتھ المبشرات والی نبوت کا مقام علی وجہ الکمال حاصل ہے۔ عجیب بات ہے کہ ایسی واضح عبارتوں کے موجود ہوتے ہوئے بعض لوگ بلا دلیل آپ پر تشریعی نبوت اور مستقلہ نبوت کے دعویٰ کا الزام دیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مسک الختام فی ختم النبوۃ ص ۳۹-۴۱-۴۶ مصنفہ مولوی محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ)

پھر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنے ۲۳ رمئی ۱۹۰۸ء کے خط میں جو نبوت کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے متعلق آپ کی آخری تحریر ہے اور جو ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کے اخبار عام میں شائع ہوئی ہے تحریر فرماتے ہیں:-

"یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنے ہیں کہ مَیں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح

قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں یہ سراسر میرے پر تہمت ہے اور جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اسقدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے۔ اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جبتک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں میں اسپر قائم ہوں اسوقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں؟

خاتم النّبیّین بمعنی آخر النّبیّین کی حقیقت

علماء کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ خاتم النّبیین کے معنی آخر النبیین ہیں کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کی تفسیر حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے الفاظ سے کی ہے۔

اس کے متعلق واضح ہو کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور جماعت احمدیہ بھی تو جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین یقین کرتے ہیں چنانچہ ابھی آپ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تحریر سے معلوم کر چکے ہیں کہ " ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر سلسلہ نبوت منقطع ہو چکا ہے۔ پس کسی شخص کو حق نہیں کہ آپ کے بعد نبوتِ مستقلہ کا دعویٰ کرے۔"
اس طرح جماعت احمدیہ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے مضمون کی بھی سچے دل اور پوری بصیرت سے قائل ہے مگر جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اس حدیث میں عرفِ عام والی اسلامی اصطلاح میں جو نبوت ہے اُسے منقطع قرار دیا گیا ہے۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک حدیث لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کے مطابق شارع اور مستقل انبیاء کے لحاظ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم واقعی آخری نبی ہیں۔ ہاں مبشرات والی نبوت جو آیاتِ قرآنیہ اور نصوصِ حدیثیہ کے مطابق منقطع نہیں صرف اسی کے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ مدّعی ہیں۔ چنانچہ خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کی حقیقت بزرگانِ امت اور اکابرینِ ملّت کے نزدیک بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا جیسا کہ قبل ازیں آپ حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ و امام شعرانی علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ کی عبارات سے معلوم کر چکے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی بمعنی آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ اور یہ معنے آپؐ کے مقام خاتم النبیین کے لوازم میں سے ہیں۔ جیسا کہ اسی مضمون کے دوسرے حصہ میں اس امر پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

امام علی القاریؒ کے نزدیک خاتم النّبیّین کے معنی

حضرت امام علی القاری رحمۃ اللہ علیہ جو فقہ حنفیہ کے مشہور امام ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا۔ کی تشریح کرتے ہوئے اپنی کتاب "موضوعات کبیر" کے صفحہ ۵۸، ۵۹ پر فرماتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیمؓ زندہ رہتے اور بموجب حدیث ہذا نبی ہو جاتے۔ یا اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ہو جاتے تو وہ دونو آپؐ کے تابع ہوتے۔ یہ کہہ کر امام موصوف اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ کیا اُن کا نبی بن جانا آیت خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا؟ فرماتے ہیں:-

"فَلَا یُنَاقِضُ قَوْلَهٗ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اِذَا الْمَعْنٰی اَنَّهٗ لَا یَاْتِیْ نَبِیٌّ یَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ یَکُنْ مِّنْ اُمَّتِهٖ"

یعنی اِن دونوں بزرگواروں کا نبی ہو جانا خاتم النّبیین کے قول کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ اب کوئی ایسا نبی نہیں آئیگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ گویا آیت خاتم النّبیین سے نبوت کے انقطاع اور بندش کا ثبوت امام صاحب موصوف نے دو شرطوں سے مشروط قرار دیا ہے۔ **شرطِ اوّل** یہ ہے کہ ایسا نبی اب نہیں آسکتا جو دین محمدی کو منسوخ کرتا ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ایسا نبی بھی نہیں آسکتا جو امت محمدیہ میں سے نہ ہو۔ پس ایسے نبی کا آنا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تابع اور اُمتی اور خادم اور غلام ہو حضرت

امام صاحب موصوف کے نزدیک ختم نبوت کے منافی اور خلاف نہیں۔

مولوی عبدالحی صاحب کے نزدیک مجرّد نبی کا آنا محال نہیں ہے

حضرت مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلّی اپنی کتاب "دافع الوسواس" کے صلا نیا ایڈیشن پر اپنا مذہب ختم نبوت کے بارے میں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا زمانے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مجرّد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے۔"

اور اپنے اس مذہب کی تائید میں حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ کے اسی قول کو پیش کرتے ہیں جو خاتم النبیین کے معنوں میں ابھی پیش کر چکا ہوں۔

ان اقوال سے ظاہر ہے کہ حضرت امام علی القاریؒ اور حضرت مولوی عبدالحی صاحب دونوں بزرگوار ختم نبوت کے دو پہلو مانتے ہیں۔

ختم نبوت کے منفی اور مثبت دو پہلو

ان دو پہلوؤں میں سے ایک پہلو منفی اور دوسرا مثبت ہے۔ منفی پہلو تو یہ ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع اور غیر امتی نبی نہیں آسکتا اور مثبت پہلو یہ ہے کہ امتی نبی کا آنا ان کے نزدیک محال نہیں ہے اور ختم نبوت کے منافی نہیں۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا ان دونوں بزرگوں سے اتفاق

ان دو شرطوں یا دو منفی اور مثبت پہلوؤں کے ساتھ حضرت اقدس

بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین یقین کرتے ہیں۔ یعنی آپ کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع نبی اور آخری آزاد اور مستقل نبی ہیں۔ چنانچہ آپ آیت خاتم النّبیین کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں :-

"اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو۔" (تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۵)

نیز فرماتے ہیں :-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالاتِ نبوت اُن پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ اُن کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی جو اُن کی اُمّت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمۂ الٰہیہ ملتا ہے وہ انہیں کے فیض اور انہیں کی وساطت سے ملتا ہے اور وہ اُمّتی کہلاتا ہے نہ کہ کوئی مستقل نبی۔" (تتمہ چشمۂ معرفت صفحہ ۹)

نیز فرماتے ہیں :-

"ماحصل اس آیت کا یہ ہُوا کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہِ راست مقامِ نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغِ نبوتِ محمدیہ

سے مکتسب اور مستفاض ہو یعنی ایسا صاحب کمال ایک جہت
سے تو اُمّتی ہو اور دوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوارِ محمدیّہ
نبوّت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔"

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ ۷)

آپ صاحبان دیکھیں کہ جس طرح حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کے نزدیک خاتم النّبیین کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع نبی نہیں آسکتا اور نہ ایسا نبی جو آپ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔ اُمّت میں مجرّد نبی کا آنا ان کے نزدیک محال و ممتنع نہیں۔ اسی طرح حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام بھی اِس مضمون کی تصدیق کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے نبی کا آنا منقطع ہے جو شریعتِ جدیدہ لائے یا مستقلہ نبوت کا دعویٰ کرے۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی آپ کے فیض سے مقامِ نبوت پا سکتا ہے۔

آخر الانبیاء کے معنے

مَیں یہ بتا چکا ہوں کہ ختمِ نبوت کے منفی اور مثبت دو پہلو ہیں اور ان دونو پہلوؤں کے یہ بزرگوار قائل ہیں۔ اِس کی وجہ یہ بھی ہے کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے تئیں آخر الانبیاء قرار دیتے ہوئے ان منفی اور مثبت پہلوؤں کی طرف لطیف اور بلیغانہ رنگ میں اشارہ

فرما دیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَآءِ وَاِنَّ مَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ (صحیح مسلم باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد المدینہ) یعنی میں آخری نبی ہوں اور میری یہ مسجد مدینہ مسجدوں میں سے آخری مسجد ہے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرالانبیاء کے ساتھ آخرالمساجد کا ذکر تقابل اور تمثیل کے لئے بیان فرمایا ہے کہ جس رنگ میں میری مسجد آخری مسجد ہے اُسی رنگ میں مَیں آخری نبی ہوں۔ اب غور فرمائیں کہ کیا مسجد نبویؐ کے بعد ان مساجد کا بنانا ناجائز ہے جن کا وہی قبلہ ہو جو مسجد نبویؐ کا قبلہ ہے؟ اگر ناجائز ہے تو ہزاروں مساجد اسلامیہ جو مسجد نبویؐ کے بعد تعمیر ہوئیں مساجد کہلانے کی حقدار نہ ہونگی۔ لیکن اگر یہ مساجد اس وجہ سے مساجد کہلانے کی حقدار ہیں کہ یہ مسجد نبویؐ کا ہی قبلہ رکھنے کی وجہ سے اس کا ظلّ اور اس کے تابع ہیں اور اس طرح مسجد نبویؐ آخری مسجد بھی رہتی ہے اور اس کے بعد اُس کی تابعیت اور ظلیت میں اور مساجد بنانا بھی جائز ہے تو اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے آپؐ کی تابعیت اور ظلّیت میں کسی امتی کا مقام نبوت حاصل کرنا جبکہ وہ نبی شریعتِ محمدیّہ کے تابع اور آپؐ کا اُمتی ہی رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے خلاف نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرالانبیاء کو آخرالمساجد کے تقابل میں پیش کرتے ہوئے عجیب بلیغانہ انداز میں آخرالانبیاء کے مقام کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ فرما دیا ہے۔

حضرت پیرانِ پیر علیہ الرحمۃ کا مذہب

پیرِ پیران حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدّس سرّہٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں سے مقامِ نبوت پانے والوں کی نشان میں لکھتے ہیں :-

"اُوْتِیَ الْاَنْبِیَآءُ اِسْمَ النُّبُوَّۃِ وَاُوْتِیْنَا اللَّقَبَ ۔
اَیْ حُجِرَ عَلَیْنَا اِسْمُ النُّبُوَّۃِ مَعَ اَنَّ الْحَقَّ سُوِّیٰ
یُخْبِرُنَا فِیْ سَرَائِرِنَا مَعَانِیَ کَلَامِہٖ وَکَلَامِ رَسُوْلِہٖ ۔
وَصَاحِبُ ھٰذَا الْمَقَامِ مِنْ اَنْبِیَآءِ الْاَوْلِیَآءِ ۔" ۱۲۵

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۵ و نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی حاشیہ)

یعنی انبیاء کو تو نبی کا نام دیا گیا ہے۔ اور ہم امتی لقب نبوت پاتے ہیں۔ (یعنی ہمیں مرکب نام دیا گیا ہے) ہم سے النّبوۃ کا نام روکا گیا ہے (یعنی محض نبی کہلانے کا حق) باوجود اس کے کہ ہمارا پورا حق ہے (کہ ہمیں نبی کا نام دیا جاتا) کیونکہ خدا تعالیٰ ہمیں خلوت میں اپنے کلام اور اپنے رسول کے کلام کے معانی سے خبر دیتا ہے۔ اور اس مقام کا رکھنے والا انسان انبیاء الاولیاء میں سے ہوتا ہے (یعنی نبی الاولیاء کہلاتا ہے)

حضرت پیرانِ پیرؒ نے اس قول میں نبوت کو امتِ محمدیہ میں جاری مانا ہے اور امت کے اندر ہونے والے نبیوں کو نبی کہلانے کا پورا حقدار سمجھا ہے۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ انہیں انبیاء کی بجائے انبیاء الاولیاء کا

لقب دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ لقب دیا جانے میں دراصل ختمِ نبوت کی رعایت مطلوب ہے تا کسی کو یہ شبہ یا وہم پیدا نہ ہو کہ اس مقام کا حامل تشریعی نبوت کا مدعی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے تشریعی نبی بھی ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے امتی کو صرف نبی کا نام دیئے جانے سے یہ شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ وہ تشریعی نبوت کا مدعی ہے۔

زَالَ اِسْمُ النُّبُوَّةِ کی حقیقت

چنانچہ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ زَالَ اِسْمُ النُّبُوَّةِ لکھ کر اس کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں :-

"فَسَدَدْنَا بَابَ اِطْلَاقِ لَفْظِ النُّبُوَّةِ عَلٰى هٰذَا الْمَقَامِ مَعَ تَحَقُّقِهٖ لِئَلَّا يَتَخَيَّلَ مُتَخَيِّلٌ اَنَّ الْمُطْلِقَ بِهٰذَا اللَّفْظِ يُرِيْدُ نُبُوَّةَ التَّشْرِيْعِ فَيَغْلَطَ۔"

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صــ۳)

یعنی "ہم نے اس مقامِ نبوت کے لئے خالی نبوت کا لفظ بولنا اسلئے بند کیا ہے۔ باوجودیکہ نبوت اس صاحبِ مقام کو حاصل ہوتی ہے تا کہ کوئی خیال کرنے والا یہ خیال نہ کرے کہ اس لفظ کا بولنے والا شریعت والی نبوت مراد لیتا ہے اور اس طرح غلطی میں نہ پڑ جائے۔"

اسی طرح فتوحاتِ مکیہ جلد ۳ صــ۵۶۸ میں فرماتے ہیں :-

"فَمَا تُطْلَقُ النُّبُوَّةُ اِلَّا لِمَنِ اتَّصَفَ بِالْمَجْمُوْعِ

فَذٰلِكَ النَّبِيُّ وَتِلْكَ النُّبُوَّةُ حُجِرَتْ عَلَيْنَا وَانْقَطَعَتْ
وَمِنْ جُمْلَتِهَا التَّشْرِيْعُ بِالْوَحْيِ الْمَلَكِيِّ فَذٰلِكَ
لَا يَكُوْنُ اِلَّا لِلنَّبِيِّ خَاصَّةً۔"

یعنی" النبوۃ" کا اطلاق اسی شخص کے لئے ہوتا ہے جو النّبوۃ (یعنی اجزاءِ نبوت) کے مجموعہ سے متصف ہو۔ پس یہ النّبی اور یہ النّبوۃ روکی گئی ہے اور یہی منقطع ہوئی ہے۔ اس النّبوۃ میں شریعت والی وحی شامل ہے۔ جو خاص طور پر النّبی کو ملتی ہے۔" یعنی غیر تشریعی نبی کو نہیں ملتی۔ پس حضرت محی الدین ابن عربیؒ وغیرہ صوفیاء کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ النّبی اور النّبوۃ کا لفظ عرفاً چونکہ شارع نبی سے مخصوص ہو گیا تھا اس لئے غیر تشریعی انبیاء کے لئے انبیاءُ الاولیاءِ کی اصطلاح اختیار کی گئی جو ایک مرکب لقب ہے تاکہ النبی اور النّبوۃ کے الفاظ کے استعمال کو کوئی شخص تشریعی نبوت کا دعویٰ خیال کر کے غلطی میں نہ پڑ جائے ورنہ نبوت غیر تشریعی نبی میں پائی جاتی ہے

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ بھی فرماتے ہیں :-

" مَیں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی۔ اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلّ ہے نہ کہ اصلی نبوت۔ اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا۔ ایسا ہی میرا نام اُمّتی بھی رکھا ہے۔ تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔" (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۱۵۰)

اسی طرح آپؑ نے اپنی اُمتی یا ظلّی یا بروزی نبوت کے لحاظ سے اپنے متعلق اُمتی نبی یا ظلّی نبی یا بروزی نبی کی اصطلاحات استعمال فرمائی ہیں۔ تا معلوم ہوتا رہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور افاضۂ روحانیہ کی برکت سے مقامِ نبوت پایا ہے اور تا کسی کو یہ دھوکا نہ لگے کہ آپ تشریعی نبوت یا مستقلہ نبوت کے مدعی ہیں۔

حضرت ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ خدا تعالیٰ کی تفہیم کے ماتحت "تفہیمات الٰہیہ" تفہیم ۵۳ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"خُتِمَ بِهِ النَّبِيُّوْنَ اَیْ لَا یُوْجَدُ مَنْ یَأْمُرُهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِالتَّشْرِیْعِ عَلَی النَّاسِ۔"

یعنی" خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں پایا جائیگا جس کو خدا تعالیٰ شریعت دے کر لوگوں کی طرف مامور کرے۔"

پھر حضرت عبدالکریم جیلیؒ خاتم النبیین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

فَانْقَطَعَ حُکْمُ نُبُوَّةِ التَّشْرِیْعِ بَعْدَهٗ وَکَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔" (الانسان الکامل باب ۳۶)

یعنی" شریعت والی نبوت کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو گیا ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔"

آپ حضرات دیکھیں کہ ان ہر دو بزرگوں کے بیان سے بھی روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی آیت خاتم النبیین کی یہی تفسیر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع نبی نہیں آسکتا۔

یہ امت محمدیہ کے نزدیک خاتم النبیین کے اجماعی معنی ہیں اور جماعت احمدیہ انکی قائل ہے۔

حدیث لا نبیّ بعدی کی تشریح بزرگوں کے اقوال سے

اب میں حدیث لا نبیّ بعدی کی تشریح جسے عموماً ہمارے سامنے نبوت کے من کل الوجوہ بند ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے بزرگانِ امت محمدیہ کے اقوال سے پیش کرتا ہوں۔

(۱) اس کی تشریح میں نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں:-

"حدیث لا وحی بعد موتی بے اصل ہے البتہ لا نبیّ بعدی آیا ہے جس کے معنے نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئیگا۔" (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲)

(۲) چونکہ اس حدیث کے عوام الناس یہ معنے بھی لے سکتے تھے کہ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہ ہوگا اور یہ معنے چونکہ "خاتم النبیین" کے حقیقی معنوں کے خلاف تھے اس لئے حضرت ام المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو معلّمۂ نصف الدین ہیں فرمایا:-

"قُوْلُوْا اِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ"

(درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ و تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

یعنی "لوگو! یہ تو کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ مت کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔"

اس پر حضرت امام محمد طاہرؒ مجمع البحار میں اپنا نقطۂ خیال یوں لکھتے ہیں:-

"هٰذَا نَاظِرٌ اِلٰى نُزُوْلِ عِيْسٰى وَهٰذَا اَيْضًا لَا يُنَافِيْ حَدِيْثَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ لِاَنَّهٗ اَرَادَ لَا نَبِيَّ يَنْسَخُ شَرْعَهٗ"

تکملہ مجمع البحار صہ ۸۵

یعنی امام محمد طاہر علیہ الرحمۃ کے نزدیک حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول اس بنا پر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بحیثیت نبی اللہ نازل ہونا ہے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول حدیث لا نبی بعدی کے خلاف بھی نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ (گویا حضرت عائشہ صدیقہ نے لا نبی بعدہٗ کہنا عام معنوں کے لحاظ سے منع فرمایا ہے)

۳۔ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ اَيْ مَا ثَمَّ مَنْ يُشَرِّعُ بَعْدِيْ شَرِيْعَةً خَاصَّةً"

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صہ ۳۵)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لا نبی بعدی اور لا رسول بعدی سے مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد شریعت لانے والا نبی نہیں ہوگا۔"

۴۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِيْ اِنْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هِيَ نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ

لَا مقامُهَا فَلَا شَرْعَ يَكُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَزِيْدُ فِيْ شَرْعِهٖ حُكْمًا اٰخَرَ۔ وَ هٰذَا مَعْنٰى قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ اِنْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ

اَیْ لَا نَبِیَّ یَکُوْنُ عَلٰی شَرْعٍ یُّخَالِفُ شَرْعِیْ بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ۔" (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳)

ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ " وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود پر منقطع ہوئی ہے۔ وہ صرف تشریعی نبوت ہے۔ نبوت کا مقام بند نہیں ہوا۔ اب کوئی شریعت نہ ہوگی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے یا آپ کی شریعت میں کسی حکم کا اضافہ کرے۔ اور یہی معنے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَ لَا نَبِیَّ یعنی کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو میری شریعت کے خلاف شریعت رکھتا ہو بلکہ جب بھی کوئی نبی ہوگا تو میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا۔"

اب دیکھیے ام المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا۔ نواب صدیق حسن خان صاحب اور حضرت امام محمد طاہر صاحبؒ۔ حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ اور حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے حدیث لا نبی بعدی کے رو سے صرف ایسے نبی کا آنا بند مانا ہے جو نئی شریعت کا حامل ہو یا شریعت محمدی میں کوئی ترمیم یا تنسیخ یا اضافہ کرنے والا ہو۔ غیر تشریعی نبی کی

آثار کو انہوں نے اس حدیث کے منافی نہیں سمجھا - چنانچہ حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ نے تو صاف لفظوں میں فرما دیا ہے -

" بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ "

بلکہ جب کبھی نبی ہو گا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہو گا -

انقطاعِ نبوت پر دلالت کرنے والی حدیثوں کی مندرجہ بالا تشریح حدیث نبوی لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کے عین مطابق ہے اس میں مبشرات والی نبوت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امت میں باقی قرار دیا ہے اور شریعت والی نبوت یا مستقلہ نبوت کو منقطع قرار دینے کے لئے لَمْ یَبْقَ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں - پس انقطاعِ نبوت والی احادیث میں نبی یا نبوت کے الفاظ عرفِ عام والی اسلامی اصطلاح میں استعمال ہوئے ہیں نہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور علماء ربانی کی عرفِ خاص والی اسلامی اصطلاح میں - لا نبی بعدی کی تشریح میں بعض اور احادیث بھی موجود ہیں -

لا نبی بعدی کی تشریح از روئے احادیث

چنانچہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا ہے :-

(۱) " اَبُوْبَکْرٍ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدِیْ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیٌّ - (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۱۳۸)

(۲) اَبُوْبَکْرٍ اَفْضَلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ

نبیؐ۔ (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق ص۴)

(۱) یعنی "ابوبکرؓ میرے بعد کے سب لوگوں سے بہتر ہیں سوائے اسکے کہ کوئی نبی ہو۔"

یا (۲) "ابوبکرؓ اس امت میں افضل ہیں سوائے اسکے کہ کوئی نبی ہو۔"

اِن دونوں حدیثوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حرف اِلّا جو استثناء کا حرف ہے استعمال کر کے بتا دیا کہ امت محمدیہ میں نبی کا آنا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ممکن ہے۔ اگر ممکن نہ ہوتا تو پھر صرف یہ فرماتے کہ "ابوبکرؓ اس امت میں سب لوگوں سے افضل ہیں" "سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو" کے الفاظ نہ فرماتے۔ یہ الفاظ اس بات پر قطعی دلیل ہیں کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کی امت میں نبی کا ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محال اور ممتنع نہیں بلکہ ممکن ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں نہ صرف عام کمالات نبوت ہی مل سکتے ہیں بلکہ نبی کا ہونا بھی ممکن ہے۔ اگر خاتم النبیین کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ ہوتے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو آپ کبھی حرف اِلّا کے ذریعہ نبی کا استثناء نہ فرماتے پس ان ہر دو حدیثوں کو جو استثناء کے ذکر پر مشتمل ہیں لا نبی بعدی اور اس کے مضمون پر مشتمل سب حدیثوں کی تشریح میں مدّ نظر رکھنا ضروری ہے۔ پس جہاں انقطاعِ نبوت بیان کرنے والی حدیثیں خاتم النبیین کے مفہوم کا منفی پہلو بیان کر رہی ہیں وہاں یہ اِلّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیٌّ والی

حدیثیں خاتم النبیین کے مثبت پہلو کو بیان کر رہی ہیں - اس طرح احادیث سے خاتم النبیین کے مثبت اور منفی دونوں پہلو متعین ہو جاتے ہیں۔

استثناء کا تعلّق!

مَیں نے یہ استثناء والی حدیث ایک تبادلۂ خیالات کے موقع پر ایک غیر احمدی مولوی صاحب کے سامنے پیش کی تو وہ کہنے لگے کہ اِلّا کے استثناء کا تعلق اِن حدیثوں میں حضرت مسیح علیہ السلام سے ہے جو امت محمدیہ میں نازل ہونے والے ہیں - مَیں نے جواباً کہا کہ آپ کا یہ خیال اس حد تک تو درست ہے کہ اِن حدیثوں کا تعلق مسیح موعود سے ہے مگر آپ کا یہ خیال یہ حدیثیں ردّ کرتی ہیں کہ مسیح اسرائیلی علیہ السلام سے ان کا تعلق ہے کیونکہ اِن حدیثوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یَکُوْنَ نَبِیٌّ کے الفاظ فرمائے ہیں اور یَکُوْنُ مضارع کا صیغہ ہے جس کا تعلق آئندہ زمانہ میں ہونے والے نبی سے ہے - جس کو نبوت آئندہ زمانہ میں حاصل ہوگی - علاوہ ازیں کَوْنٌ کے معنے عدم سے وجود میں آنا ہیں - حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت تو آئندہ عدم سے وجود میں نہیں آئیگی - اس لئے یَکُوْنُ کا لفظ ایسے نبی کے متعلق ہی ہو سکتا ہے جس کی نبوت آئندہ زمانہ میں عدم سے وجود میں آنے والی ہو - ماسوا اس کے حدیث کے سیاق میں حضرت ابوبکرؓ کا امت کے افراد سے تقابل مدنظر ہے اسلئے اَنْ یَکُوْنَ نَبِیٌّ کا تعلق بھی امتی نبی سے ہو سکتا ہے نہ کسی مستقل نبی سے کیونکہ مستقل نبی کی آمد تو خاتم النبیین کے منافی ہے اور اسپر ساری امت کا اجماع ہے

حضرت ابوبکرؓ کا مرتبہ!
مسیح موعود اُن سے کیوں افضل ہیں؟

مولوی محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ نے اپنی کتاب "ختم النبوۃ" میں اس بات پر جذباتی پہلو سے بڑا زور دیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے نبوت کو جاری مانا جائے تو حضرت ابوبکرؓ کیوں نبی نہ بنے۔ وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متبع تھے؟ اس کے متعلق عرض ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا مقام امتِ محمدیہ میں بہت بلند ہے مگر ان ہر دو حدیثوں کی موجودگی میں اس بات کی وجہ خود مولوی محمد ادریس صاحب اور ہمچو قسم علماء سوچ لیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ تمام اُمت سے افضل ہیں سوائے اِس کے کہ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر امت محمدیہ کے اندر ظاہر ہونے والا نبی تو بہرحال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہی ہو گا۔ نبوّت ایک موہبت الٰہی ہے اس کا منصب ضرورت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا کرتا ہے۔ یہ منصب کسب سے حاصل نہیں ہوتا۔ پس اس منصب کے پانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اس کی علتِ تامہ نہیں کہ معلول (یعنی منصب) کا پایا جانا اس علت کے پایا جانے کے ساتھ ضروری ہو بلکہ صرف شرط کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہاں اس کامل پیروی کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ کو بھی کمالات و انوارِ نبوت سے حصّہ وافر ملا تھا مگر وہ مامور نہ تھے۔ ماموریت کا مقام

حسب حدیث نبوی مندرجہ مسلم باب خروج الدجال صرف مسیح موعود کے لئے مقرر ہے کیونکہ انہی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے۔

چونکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو کمالاتِ نبوت سے حصّہ وافر ملا تھا اس لئے حضرت مجدد الف ثانی نے تو نہیں کمالات کے لحاظ سے انبیاء میں ہی شمار کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔

"ایں ہر دو بزرگوار از بزرگی و کلانی در انبیاء معدود اند و بفضائل انبیاء محفوف۔" (مکتوبات جلد اوّل ص۱۵۱ مکتوب ۲۷)

ہاں امام ابن سیرین علیہ الرحمۃ نے غالباً ان دو حدیثوں کے پیش نظر ہی جن میں اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیٌّ کے الفاظ آتے ہیں۔ فرمایا ہے:۔

یَکُوْنُ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ خَلِیْفَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ قِیْلَ خَیْرٌ مِّنْھُمَا۔ قَالَ قَدْ کَادَ یَفْضُلُ عَلٰی بَعْضِ الْاَنْبِیَاءِ۔ (حجج الکرامہ ص۳۸۶)

یعنی "اس امت میں ایک خلیفہ ہوگا جو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بھی بڑا ہوگا اس پر آپ سے پوچھا گیا کہ وہ ان دونوں سے بھی بڑا ہوگا؟ تو امام ابن سیرین نے جواب دیا کہ قریب ہے کہ وہ تو بعض نبیوں سے بھی بڑھ جائے۔"

اب یہ خلیفہ بجز مسیح موعود اور مہدی معہود کے اور کون ہو سکتا ہے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا بڑا ہونا جب پہلے سے مسلّم ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کیوں امتِ محمدیہ کے

خلفاء سے بوجہ ماموریت بر منصبِ نبوتِ غیر مستقلہ افضل نہ سمجھا جائے۔

مولوی محمد ادریس صاحب کی غلط فہمی
متعلق حدیث اِلَّا اَنَّہٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ

مولوی محمد ادریس صاحب نے حدیث اَلَا تَرْضٰی اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ (بخاری غزوہ تبوک) پیش کر کے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مستقلہ نبوت کا تو وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اس جگہ لا نبی بعدی میں نبوتِ غیر مستقلہ کی بھی نفی قرار دی گئی ہے۔

مولوی محمد ادریس صاحب کی یہ تشریح درست نہیں اور اس حدیث سے ہمارے عقیدہ پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ محدث دہلوی کی طرح ہم تو اس حدیث کا تعلق غزوہ تبوک سے غیر حاضری کے زمانہ اور صرف حضرت علیؓ سے سمجھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:-

"باید دانست کہ مدلولِ ایں حدیث نیست الّا استخلافِ علی بر مدینہ در غزوۂ تبوک و تشبیہ دادنِ ایں استخلاف باستخلاف موسیٰ ہارون را در وقتِ سفرِ خود بجانبِ طور۔ و معنی بعدی ایں جا غیری است۔ چنانچہ در آیت فَمَنْ یَّھْدِیْہِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰہِ گفتہ اند نہ بعدیتِ زمانی۔ زیرا کہ حضرت ہارونؑ بعد حضرت موسیٰؑ نماندند تا ایشاں را بعدیتِ زمانہ ثابت بود۔ واز حضرت مرتضیٰ

آنرا استثنا کنند۔ پس حاصل ایں است کہ حضرت موسیٰ درایام غیبتِ خود حضرت ہارون را خلیفہ ساخت۔ حضرت ہارون از اہل بیت حضرت موسیٰ بودند و جامع بودند در نیابت و اصالت در نبوت و حضرت مرتضیٰ مثل حضرتِ ہارون است در بودنِ اہل بیتِ پیغمبر و در نیابتِ نبوت بحسب احکامِ متعلقہ بحکومتِ مدینہ در اصالتِ نبوت۔" (قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین صفحہ ۲۰۶ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی)

یعنی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں۔ غزوۂ تبوک میں علی رضی اللہ عنہ کا مدینہ میں نائب یا مقامی امیر بنایا جانا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون کی حضرت موسیٰؑ سے اس نیابت میں جو حضرت موسیٰؑ کے طور کا سفر اختیار کرنے کے وقت تھی تشبیہہ دینا۔

پھر فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں بعدی کے لفظ کے معنی غیری ہیں نہ کہ بعدیت زمانی۔ اور بعدیت زمانی نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰؑ کے بعد زندہ نہیں رہے۔ پس حضرت علیؓ کے لئے بعدیتِ زمانیہ سے اِلَّا کے ذریعہ استثنار مراد نہیں ہو سکتا۔

حاصل مطلب حدیث کا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی غیر حاضری میں ہارون علیہ السلام کو جو اُن کے اہل بیت میں سے تھے اور حضرت موسیٰؑ کے نائب بھی تھے اور اصالۃً نبی بھی تھے مقامی امیر بنایا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے ہونے میں اور مدینہ منورہ سے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر حاضری میں نائب ہونے میں تشبیہہ دیئے گئے ہیں نہ کہ براہِ راست نبی ہونے میں۔ اور اس طرح حدیث کے معنے یہ ہیں کہ اس غیر حاضری کے زمانہ میں جو سفر تبوک کے ذریعہ ہوگی میرے سوا کوئی نبی نہ ہوگا۔ بعدی کے معنی غیری کے ہیں نہ بعدیتِ زمانی کے۔

حضرت ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کے بیان سے ظاہر ہے کہ اس حدیث میں لا نبیّ بعدی کے الفاظ کا تعلق صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ تبوک پر غیر حاضری کے وقت سے ہے نہ کہ بعدیت زمانی سے کیونکہ بعدیت زمانی مراد لیں تو حدیث سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰؑ کے بعد زندہ رہے حالانکہ یہ بات واقعہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ تبوک پر غیر حاضری کے زمانہ کے لئے نیابت میں تشبیہہ دی گئی ہے نہ کہ اس مستقلہ نبوت میں بھی جو ہارون علیہ السلام کو حاصل تھی۔ اسجگہ زمانی بعدیت کے لحاظ سے نبوت کے بند ہونے یا نفی کا قطعاً ذکر نہیں۔ کیونکہ بعدیت زمانی سیاقِ حدیث کے خلاف ہے۔ اگر حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ رہے ہوتے تو پھر بعدیت زمانی مراد لی جا سکتی تھی۔ اس جگہ بعدی کے معنے غیری کے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں بیان فرما رہے ہیں کہ غزوہ تبوک پر غیر حاضری کے زمانہ میں میرے سوا کوئی نبی نہیں۔

مولوی محمد ادریس صاحب بعدیت زمانی اور نبوت غیر مستقلہ مراد لیکر ہمیشہ ہمیش کے لئے نبوتِ غیر مستقلہ کی بھی نفی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مگر حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے اِس لطیف اور پُر مغز استدلال کے بالمقابل ان کی ساری کوشش بے سود ہے۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام اصالۃً یعنی براہِ راست اور مستقل نبی تھے۔ لہٰذا اِلَّا اَنَّهٗ لَیْسَ نَبِیَّ بَعْدِیْ میں غزوۂ تبوک پر غیر حاضری کے زمانہ میں صرف مستقلہ نبوت کی نفی ہی مراد ہو سکتی ہے۔ اب اگر مولوی محمد ادریس صاحب حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے قول کے برخلاف نبوتِ غیر مستقلہ کی نفی بھی مراد لیں تو پھر بھی اس نفی کو حضرت علیؓ سے غزوۂ تبوک کی غیر حاضری تک ثابت کرنا مقصود ہوگا۔ کیونکہ بعدی سے مراد اسجگہ بعدیت زمانی نہیں لی جا سکتی۔ پس ہمیشہ کے لئے غیر مستقلہ نبوت کی نفی اس حدیث سے ثابت نہیں ہو سکتی۔

طبقات سعد جلد ۵ صفحہ ۱۵ میں اس حدیث کی دوسری روایت بالمعنی غَیْرَ اَنَّکَ لَسْتَ نَبِیًّا کے الفاظ میں وارد ہے۔ کہ اے علیؓ! تو نبی نہیں یہ بھی اِس امر کی مؤید ہے کہ اسجگہ بعدیت زمانی مراد نہیں۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا "اَبُوْ بَکْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ تو یہ مستثنیٰ نبی جس کے امت میں ہونے کا امکان تھا آخر غیر مستقل نبی ہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا زیر بحث حدیث کے الفاظ لا نبیّ بعدی کا تعلق صرف اور صرف حضرت علیؓ سے اُسوقت نبوت کی نفی

کے متعلق ہی تسلیم کرنا پڑے گا نہ کہ علی الاطلاق نبوتِ غیر مستقلہ کی نفی کے متعلق۔ یہ امر تو مسلّم بین الفریقین ہے کہ شارع اور مستقل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ اب رہا غیر مستقل نبی۔ سو اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیًّا کے الفاظِ حدیث سے اس کا امتِ محمدیہ کے اندر ہونا متعین ہو گیا۔ وھٰذا ھو المراد۔

لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح میں ایک اور حدیث

لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی حدیث کی تشریح ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی میں یہ حدیث یوں درج ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"سَیَکُوْنُ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ کُلُّھُمْ یَدَّعِیْ اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَ اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ (نبراس ص۴۴۵)

کہ میرے بعد تیس آدمی ہونگے۔ ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں سوائے اُس نبی کے جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔

صاحبِ نبراس کہتے ہیں درصورتِ تسلیم اِلَّا کے استثناء کا تعلق حضرت عیسٰی علیہ السلام سے ہے۔ مگر اس حدیث کے معنوں کے متعلق نبراس کے حاشیہ پر لکھا ہے:۔

"وَالْمَعْنٰی لَا نَبِیَّ بِنُبُوَّۃِ التَّشْرِیْعِ بَعْدِیْ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ مِنْ اَنْبِیَاءِ الْاَوْلِیَاءِ" (حاشیہ ص۴۴۵)

یعنی حدیث کے فقرہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے معنے یہ ہیں کہ میرے بعد شریعت والی نبوت نہیں ہے اور اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ سے مراد وہ انبیاء ہیں جو انبیاء الاولیاء ہیں۔ یعنی جو اولیاءِ امت ہو کر مقامِ نبوت پانے والے ہیں۔"
گویا غیر تشریعی انبیاء کا آنا اس حدیث کے رُو سے ممکن ہے اور آیت خاتم النبیین کے منافی نہیں۔

پس حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ محققین علماءِ امت کے نزدیک صرف مستقل یا تشریعی نبی کے آنے میں روک ہے نہ کہ غیر تشریعی اُمتی نبی کی آمد میں۔ غیر تشریعی امتی نبی کا استثناء تو خود احادیثِ نبوی سے ثابت ہو چکا ہے۔ نیز اس کی اس حدیث اور اس کی مندرجہ بالا تشریح سے صحیح بخاری کی وہ حدیث بھی حل ہو جاتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے اندر تیس دجّالوں کذّابوں کی خبر دی ہے جو مدعیِ نبوت ہونگے۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ تیس دجّال تشریعی یا مستقلہ نبوت کے مدعی ہونگے اور ایسا ہی دعویٰ خاتم النبیین کی آیت اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے منافی ہے کیونکہ خاتم النبیین کے حقیقی معنوں کے لوازم میں سے یہ معنے بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع اور مستقل نبی ہیں۔ غیر تشریعی نبوت کو محققین علماء اور اولیاء امت نے منقطع تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے تو اسے قیامت تک جاری قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری کی اس حدیث میں خاتم النبیین کے ساتھ لا نبیّ بعدی کے الفاظ جو بطور تفسیر کے ہیں اِس بات کے لئے اشارہ ہیں کہ اِس جگہ خاتم النبیین کے لازمی معنے یعنی آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہی مراد ہیں۔

جیسا کہ میں بزرگوں کے اقوال سے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے یہ معنے دکھا چکا ہوں اور چونکہ لازمی معنے کسی حقیقی معنی کے تابع ہوتے ہیں اس لئے حقیقی معنے خَاتَمَ النَّبِیِّیْن کے اور ہونگے۔ بحل استدلال میں چونکہ اُن کے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی اس لئے حدیث میں صرف لازمی معنوں کی طرف لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے الفاظ سے اشارہ کر دیا گیا۔ خاتم النبیین کے حقیقی معنی ایسا نبی ہیں جس کی مہر یا فیض کے واسطہ سے مقامِ نبوت حاصل ہو سکے۔ اِن معنوں کی تحقیق آپ آگے چل کر اِس مضمون کے دوسرے حصّہ میں معلوم کریں گے۔

حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی علمی تحقیق!

اِس تحقیق سے ظاہر ہے کہ محققین علماء کے نزدیک لا نبیّ بعدی کی حدیث میں لَا کا لفظ اپنے مدخول کی ذات یا جنس کی نفی کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ یہ لَا نفیٔ کمال کے لئے ہے۔ جیسے حدیث لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ کا لَا ہے۔ اِس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ فتح مکّہ کے بعد کوئی ایسی کامل ہجرت نہ ہو گی جس میں نبی خود مہاجرین کے ساتھ شامل ہو۔ اسی طرح لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے یہ معنی بزرگانِ دین نے بیان کئے ہیں کہ نبوت تامہ کاملہ تشریعیہ کا دروازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر بند ہو گیا ہے ہاں بزرگانِ امت نے غیر تشریعی نبی کا جس میں شریعت جدیدہ والی جزو نہ ہو گی امتِ محمّدیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بطور ماتحت غیر مستقل نبی کے آنا ممکن مانا ہے اور اِسے منافیٔ ختمِ نبوت نہیں سمجھا۔ اِسی بناء پر قریباً قریباً

تمام مسلمان فرقے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتِ محمدیہ میں آنے کے قائل رہے ہیں۔ پس لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں محققین علماء کے نزدیک دوسری حدیثوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے (جن میں اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیًّا وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں یا جو مسیح کی آمد پر مشتمل ہیں) نبی کا لفظ مطلق نبی کے معنوں میں استعمال نہیں ہُوا بلکہ تشریعی نبی اور مستقل نبی کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے پس ایسے ہی نبی کا آنا منافیٔ ختمِ نبوت ہے۔

علاوہ ازیں جب خود دوسرے علماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی کے قائل ہیں تو پھر یہ سب فرقے جو اس عقیدہ کے ہیں اپنے اِس مسلک کے لحاظ سے حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے یہی معنے ماننے کیلئے مجبور ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غیر مستقل نبی آ سکتا ہے ورنہ اگر اس حدیث کا لَا نفی جنس کا قرار دیں اور نبی سے مراد مطلق نبی لیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی امتِ محمدیہ میں قدم رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب اس حدیث سے مطلق نبی کا آنا بند مان لیا گیا اور جنسِ نبی کے ہر فرد کا آنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ممتنع تسلیم کر لیا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے آ سکتے ہیں؟ اب اگر دوسرے علماء اِس حدیث میں نبی کا لفظ مطلق مان کر پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بھی قائل ہوں تو اِس سے نہ وہ صرف متضاد عقائد رکھنے والے ہونگے بلکہ اُن کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئینگے

صریح طور پر ختمِ نبوت کے انکار کے مترادف ہو گا۔ کیونکہ آخری نبی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن جائیں گے اور ختمِ نبوت کی خصوصیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی خصوصیت ہے آپ سے چھن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل ہو جائیگی۔

مولوی محمد ادریس صاحب کی توجیہہ

محض آخری نبی بلحاظ پیدائش پر تبصرہ!

مولوی محمد ادریس صاحب اپنے رسالہ "ختم النبوۃ" میں لکھتے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی آخر میں پیدا ہونیوالا نبی کے لحاظ سے ہیں اسلئے حضرت عیسیٰؑ تو آپؐ کے بعد آسکتے ہیں لیکن مرزا صاحب نبی نہیں ہو سکتے۔

(۱) مگر یہ معنے لیتے ہوئے انہوں نے سوچا نہیں کہ اس طرح تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھورے خاتم النبیین رہ جاتے ہیں اور ختمِ نبوت دو بیویوں میں بٹ جاتی ہے۔ کیونکہ جب خاتم النبیین کے معنی انکے نزدیک محض آخری نبی ہیں تو پیدا ہونے کے لحاظ سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے اور بقا (باقی رہنے) کے لحاظ سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام آخری نبی بن کر خاتم النبیین بن گئے۔ اس طرح دونوں نبی ادھورے خاتم النبیین قرار پاتے ہیں کیونکہ پورا آخری تو وہی ہو سکتا ہے جو پیدائش اور بقا دونوں لحاظ سے آخری ہو لیکن مولوی محمد ادریس صاحب کے معنوں کے لحاظ سے تو ختمِ نبوت کا مقام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تقسیم ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ ایک لحاظ سے آخری نبی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں :-

"جَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوتُ وَالسَّلَامُ نُوَّابٌ لَّهٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ اِلٰی اٰخِرِ الرُّسُلِ وَھُوَ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ۔"

یعنی "تمام انبیاء آدمؑ سے لیکر آخر الرسل عیسیٰ علیہ السلام تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں۔"

(۲) قرأت خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ بفتح التاء کے معنے مولوی محمد ادریس صاحب اور مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے نزدیک پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی کے ہیں۔ اور قرأت خَاتِمَ النَّبِیّٖنَ بکسر التاء کے معنے انکے نزدیک نبیوں کو ختم کرنے والا ہیں۔ یہ دونوں معنے آپس میں متضاد ہیں کیونکہ پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی کے بعد کوئی پہلا نبی آسکتا ہے تو نبیوں کو ختم کرنے والا معنوں کے لحاظ سے کوئی پہلا نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ کیونکہ جب تمام نبیوں کو آپ نے ختم کر دیا تو اب کوئی نبی سابقہ نبیوں میں سے بھی باقی نہ رہا جس کا فیض امت محمدیہ میں جاری ہوسکتا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے امتِ محمدیہ میں آکر اُسے حکم وعدل بن کر مستفیض کرنا ہے تو پھر وہ کیسے ختم ہوئے۔ مال ختم ہو گیا

کے یہ معنے ہیں کہ اب مال باقی نہیں رہا صرف ہو چکا ہے۔ کھانا ختم ہو چکا ہے پانی ختم ہو چکا ہے کے معنے ہیں اب کھانے اور پانی میں سے کچھ باقی نہیں رہا سب کھلایا پلایا جا چکا ہے۔ اسی طرح اب تمام نبیوں کے ختم ہونے کے یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ اُن کی تعلیمیں بھی ختم اور منسوخ ہو گئی ہیں اور ان انبیاء کا فیض بھی ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گیا ہے۔ چنانچہ دیکھو پہلے نبیوں پر ایمان لانے سے اب کوئی شخص عند اللہ کوئی روحانی کمال نہیں پا سکتا۔ حتیٰ کہ مومن بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کمالاتِ روحانیہ کے پانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔ پس دوسرے علماء کے اپنے مسلک کے مطابق جب خَاتَمْ اور خَاتِمْ کی قراءتوں میں اس طرح معنوی تضاد پیدا ہو گیا۔ تو پھر ان علماء کو ان کے کوئی مشترک معنے لینے چاہئیں تا تضاد اُٹھ جائے۔ اور یہ اسی طرح اُٹھ سکتا ہے[عہ] کہ جو نبی پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی ہو اُس کے بعد کسی نبی کا آنا تسلیم نہ کیا جائے تا دوسری قرأت کے معنے قائم رہیں۔ پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی کو یہ لازم تو نہیں ہے کہ ضرور اس سے پہلے کوئی نبی زندہ ہو جو اس کے بعد آئے۔ دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدائش کے لحاظ سے بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں مگر اُن سے پہلے کا کوئی نبی زندہ نہ تھا۔ دوسرا طریق ان میں تطبیق کا وہ ہے جو ہم اسی مضمون کے دوسرے حصّہ میں اپنے مسلک کے لحاظ سے بیان کر رہے ہیں۔

۳۔ علاوہ ازیں امام علی القاریؒ نے حدیث لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا کے یہ معنے لکھے ہیں کہ اگر صاحبزادہ ابراہیم نبی ہو جاتے

عہ ویسے یہ صورت حدیث کے خلاف ہے کیونکہ حدیث میں مسیح موعود کو نبی اللہ کہا گیا ہے پس ... خاتم النبیین کے حقیقی معنی ایسا نبی ہوں گے جس کی مہر سے دوسروں کو نبوت مل سکے۔ تبھی مسیح موعودؑ کو نبی اللہ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوتے۔ اور پھر وہ بتاتے ہیں کہ اُن کا تابع نبی ہونا خاتم النبیین کے منافی نہ ہوتا۔ کیونکہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو شریعتِ محمدیہ کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ دیکھیے خاتم النبیین کے معنے پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی لینے کے باوجود وہ تسلیم کرتے ہیں کہ صاحبزادہ ابراہیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے تھے ان کا نبی بن جانا منافیٔ خاتمیت نہ تھا۔ پس پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی مانتے ہوئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد پیدا ہو کر امتی نبی بننے والے کی نبوت کو نبوتِ خاتم النبیین کے منافی نہیں سمجھتے۔ پس وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی پیدائش کے لحاظ سے آخری شارع نبی اور آخری مستقل نبی قرار دیتے ہیں نہ کہ مطلق آخری نبی۔

۴۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَبُوْ بَکْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ نَبِیٌّ۔ اس جگہ اِلَّا کا استثناء بتاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی پیدا ہونے کا امکان ہے۔ یَکُوْنُ کا لفظ جو مضارع کا صیغہ ہے اسی بات پر صاف دلالت کر رہا ہے کہ اس استثناء سے حضرت عیسیٰؑ مراد نہیں ہو سکتے۔ وہ تو کَانَ نَبِیٌّ کے مصداق ہیں یَکُوْنُ نَبِیٌّ کا مصداق تو وہی ہو سکتا ہے جس کو آئندہ مقامِ نبوت ملے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بھی رہے کیونکہ سیاقِ حدیث میں حضرت ابوبکرؓ کا تقابل امت سے ہو رہا ہے لہٰذا مستثنیٰ نبی بھی امتی نبی ہی ہو سکتا ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

جو مستقل نبی تھے۔

پس امام علی القاری علیہ الرحمۃ کے قول اور اس حدیث سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کے معنے پیدائش کے لحاظ سے محض آخری نبی مراد لینا درست نہیں۔ ہاں آخری شارع اور آخری مستقل نبی مراد لینا درست ہے اور یہ معنی ہمیں مسلّم ہیں۔ؔ بہر حال جب دوسرے علماء اور مسلمانوں کے تمام فرقے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے قائل ہیں۔ باوجودیکہ اس سے ان کے عقیدہ میں تضاد بھی لازم ہے تو پھر جماعت احمدیہ کو ان کا منکرِ ختمِ نبوت کا الزام دینا سراسر تحکّم اور سینہ زوری ہے کیونکہ جماعت احمدیہ ان تمام فرقوں کے عقیدہ کے مآل اور ماحصل سے اصولی طور پر اتفاق رکھتی ہے اس لئے اگر جماعت احمدیہ منکرِ ختمِ نبوت ہے تو پھر وہ سب فرقے بھی منکرِ ختمِ نبوت قرار پاتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے قائل ہیں۔

پس خاتم النبیین کا مقام احادیثِ نبوی اور محققین ائمہ اور بزرگانِ دین کے نزدیک تابع اور امتی نبی یعنی غیر مستقل نبی کی آمد میں روک نہیں اور ایسی نبوت ختمِ نبوت کے منافی نہیں بلکہ یہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا فیض اور پرتو اور ظلّ ہے اور کام اس کا نبوت تشریعیہ محمدیہ کی تائید اور اسلام کی تجدید ہے۔

مولوی عبدالماجد صاحب کی تصریح

مولوی عبدالماجد صاحب رقمطراز ہیں کہ

"جہاں تک میری نظر سے خود بانیٔ سلسلہ احمدیہ جناب مرزا صاحب

ؔ۔ کیونکہ یہ معنی خاتم النبیین کے حقیقی معنے کے لوازم میں سے ہیں۔ منہ

مرحوم کی تصنیفات گذری ہیں اُن میں بجائے ختمِ نبوت کے انکار
کے اس عقیدہ کی خاص اہمیّت مجھے ملی ہے۔ بلکہ مجھے ایسا یاد
پڑتا ہے کہ احمدیت کے بیعت نامہ میں ایک مستقل دفعہ حضرت
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی موجود ہے
لہذا مرزا صاحب مرحوم اگر اپنے تئیں نبی کہتے ہیں تو اسی معنی
میں ہر مسلمان ایک آنے والے مسیح کا منتظر ہے۔ اور ظاہر ہے
کہ یہ عقیدہ ختمِ نبوت کے منافی نہیں۔ پس اگر احمدیت وہی ہے
جو خود حضرت مرزا صاحب مرحوم بانیٔ سلسلہ کی تحریروں سے
ظاہر ہوتی ہے تو اسے ارتداد سے تعبیر کرنا بڑی ہی زیادتی ہے۔"

(منقول از اخبار الفضل ۲۱ر مارچ ۱۹۲۵ء)

پس یہ ایک حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ تمام مسلمان فرقوں کے عقیدہ دربارہ
ختمِ نبوت سے اصولی طور پر اتفاق رکھتی ہے۔ تمام مسلمان فرقے اور اُن کے علماء
بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ کے امت محمدیہ میں آنے کے قائل ہیں۔
اور وہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام غیر تشریعی نبی ہونگے اور اُمتی
ہو کر آئیں گے۔ پس وہ سب ایسے شخص کا بعد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
کے امتِ محمدیہ میں آنا مانتے ہیں جسے وہ ایک پہلو سے نبی اللہ قرار دیتے
ہیں اور دوسرے پہلو سے امتی۔ اس طرح وہ سب ضرورتِ نبوت کے قائل
ہیں۔ جماعتِ احمدیہ بھی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو ایک پہلو سے نبی اور
ایک پہلو سے اُمتی تسلیم کرتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتی نبی

سے بڑھ کر دعویٰ کرنے والے انسان کو ملعون اور دجّال یقین کرتی ہے پس جماعتِ احمدیہ کا دوسرے مسلمان فرقوں سے کوئی اصولی اختلاف نہیں بلکہ صرف ایک

جزوی اختلاف

باقی رہ جاتا ہے جو یہ ہے کہ آنے والا مسیح آسمان سے اتر کر آئیگا یا بموجب حدیث صحیح مسلم فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ یا بموجب حدیث نبوی اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ (صحیح بخاری) اسی اُمتِ محمّدیہ میں سے پیدا ہوگا۔ اور یہ جزوی اختلاف صرف مسیح موعود کی شخصیت کے بارے میں ہوگا نہ کہ ختمِ نبوت کے بارہ میں۔

اختلاف کے حل کی صورت

اس جزوی اور فروعی اختلاف کا نتیجہ مولوی عبدالماجد صاحب کے بقول ہرگز یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ جماعتِ احمدیہ کو بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو مسیح موعود اور امتی نبی اور آپ کی نبوّت کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی خادم سمجھنے کے باوجود اسلام سے مرتد اور کافر قرار دیا جائے۔

اس کے حل کی اصل صورت تو یہ ہونی چاہیئے کہ اس بارہ میں پوری چھان بین کی جائے کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے یا بجسدہ العنصری آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اگر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ ثابت ہوں تو پھر جماعت احمدیہ غلطی پر ہے اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات یافتہ ثابت ہوں تو صاف کھل جائیگا کہ اُمّتِ محمّدیہ میں آنے والا مسیح موعود جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مندرجہ صحیح مسلم میں چار دفعہ نبی اللہ

قرار دیا گیا ہے وہ امتِ محمدیہ کا ہی ایک فرد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ایک روحانی فرزند ہے اور اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مماثلت اور مشابہت کی وجہ سے صرف استعارۃً عیسیٰ بن مریم کا نام دیا گیا ہے۔ پس یہ امر روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ کا ختمِ نبوت کے عقیدہ میں دوسرے مسلمان فرقوں سے اور ان کے علماء سے کوئی اصولی اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف ایک فروعی اور جزئی امر کے بارہ میں ہے یعنی مسیح موعود کی شخصیت کے بارہ میں۔ جیسا کہ مولوی عبدالماجد صاحب فرماتے ہیں کہ

"مرزا صاحب مرحوم اگر اپنے تئیں نبی کہتے ہیں تو اسی معنی میں ہر مسلمان ایک آنے والے مسیح کا منتظر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ ختمِ نبوت کے منافی نہیں۔"

غیر احمدیوں کے ایک عذر کا جواب

غیر احمدی جب احمدیوں سے تبادلۂ خیالات میں اپنی کمزوری محسوس کر لیتے ہیں تو بعض ان میں سے یہ عذر پیش کر دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آئیں گے تو وہ نبی اللہ نہیں ہونگے محض ایک اُمتی کی حیثیت میں آئیں گے۔ لہٰذا خاتم النبیین کے یہی معنے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

بزرگانِ دین کے نزدیک مسیح موعود نبی اللہ ہے

مگر یہ ایک کچا عذر ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے

مسیح موعود کو چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے (صحیح مسلم بروایت نواس بن سمعان باب خروج الدجال ومشکوٰۃ باب خروج الدجال) ایسی حدیثوں کی بناء پر ہی علماء امت نے مسیح موعود علیہ السلام کا نبی اللہ ہونا تسلیم کیا ہے۔

حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:۔

"عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَنْزِلُ فِیْنَا حَکَمًا مِنْ غَیْرِ تَشْرِیْعٍ وَھُوَ نَبِیٌّ بِلَا شَکٍّ۔"

(فتوحات مکیہ جلد اوّل ص۵۷)

یعنی عیسٰی علیہ السلام ہم میں حَکَم ہو کر بغیر شریعت کے نازل ہونگے اور وہ بے شک نبی ہونگے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب حجج الکرامہ ص۱۳۱ میں علمائے سلف کے اقوال کی بناء پر لکھتے ہیں:۔

"ھُوَ اِنْ کَانَ خَلِیْفَۃً فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ فَھُوَ رَسُوْلٌ وَنَبِیٌّ کَرِیْمٌ عَلٰی حَالِہٖ۔"

یعنی اگرچہ حضرت عیسٰی علیہ السلام امت میں خلیفہ ہونگے مگر وہ اپنے پہلے حال پر نبی اور رسول بھی ہونگے۔

پھر لکھتے ہیں:۔

"مَنْ قَالَ بِسَلْبِ نُبُوَّتِہٖ فَقَدْ کَفَرَ حَقًّا کَمَا صَرَّحَ بِہِ السَّیُوْطِیُّ۔"

کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بغیر نبوت کے آئیں گے

تو وہ یقیناً کافر ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس کی تصریح کی ہے۔

پھر دُور جانے کی ضرورت نہیں ہمارے زمانہ کے ایک مفتی اور فاضل دیوبند مولوی محمد شفیع صاحب اپنے ایک فتویٰ میں تحریر کرتے ہیں :۔

"جو شخص حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت سے انکار کرے۔ وہ کافر ہے۔ یہی حکم بعد نزول بھی باقی رہیگا۔ ان کے نبی اور رسول ہونے کا عقیدہ فرض ہو گا۔ اور جب وہ اس امّت میں امام ہو کر تشریف لائیں گے اس بناء پر ان کا اتّباعِ احکام بھی واجب ہو گا۔ الغرض حضرت عیسٰی علیہ السلام بعد نزول بھی رسول اور نبی ہونگے۔ اور اُن کی نبوت کا اعتقاد جو قدیم سے جاری ہے اس وقت بھی جاری رہیگا۔"

(دیکھو رجسٹر فتاویٰ الف صـ ۶۹ بحوالہ الفضل)

ہاں اگر کوئی شخص ان احادیث نبویّہ کا انکار کر دے جن میں آنیوالے مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیا گیا ہے اور وہ ان بزرگوں کے اقوال اور علماء کے فتاویٰ کو بھی تسلیم نہ کرے اور خاتم النبیین کے معنے آخری نبی بمعنی مطلق آخری نبی قرار دے اور اپنے ان تاویلی معنوں پر مصّر ہو تو اسے ان تمام بزرگوں کو بھی ختمِ نبوت کا منکر قرار دینا پڑیگا جن کے اقوال میں قبل ازیں پیش کر چکا ہوں کہ غیر تشریعی نبوت بند نہیں۔ ایسا شخص درحقیقت ختمِ نبوت کے مثبت پہلو کا منکر ہو گا جو ختمِ نبوت کے حقیقی معنی ہیں اور لغتِ عربی

اور قرآن مجید کی دوسری آیات کی روشنی میں ثابت ہیں۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محض مجازی معنوں میں خاتم النبیین مانتا ہے۔ جیسا کہ میں آگے چل کر بیان کرونگا۔

پس یہ عذر از روئے احادیثِ نبویہ و اقوال ائمہ و علماءِ امت ہرگز درست نہیں کہ امتِ محمدیہ کا مسیح موعود نبی اللہ نہیں ہوگا جب مسیح موعود نبی اللہ ہے تو پھر جماعتِ احمدیہ کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو مسیح موعود ماننے کی بناء پر اور امتی نبی سمجھنے پر ختمِ نبوت کا منکر قرار دینا صریح تحکّم اور ظلم ہوگا اگر جماعتِ احمدیہ ختمِ نبوت کی منکر ہے تو تمام مسلمان فرقے اور علماء اور بزرگانِ دین جو حضرت عیسیٰ نبی اللہ کی آمد کو جائز بلکہ ضروری قرار دیتے ہیں کیوں ختمِ نبوت کے منکر نہیں؟ چونکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک غیر تشریعی نبی کی آمد کا عقیدہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے جس سے جماعت احمدیہ کا بھی اتفاق ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی کی آمد کا عقیدہ ختمِ نبوت کے منافی نہیں اور اس کی بناء پر ہرگز جماعت احمدیہ کو ختمِ نبوت کا منکر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

غیر احمدیوں کا متضاد عقیدہ

تعجب ہے کہ ایک طرف تو بعض دوسرے علماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخری نبی حسب قراءت خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ بفتح التاء اور نبیوں کا ختم کرنیوالا حسب قراءت خَاتِمَ النَّبِيِّيْنَ بکسر التاء قرار دیتے ہیں۔

اور دوسری طرف یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ضرور آسمان سے نازل ہونگے حالانکہ اس طرح محض آخری نبی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنکر خاتم النبیین ہو گئے محض آخری نبی تو انہیں ماننا ہی پڑے گا۔ جیسا امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص۲۲ میں لکھتے ہیں:۔

"جَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نُوَّابٌ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ لَّدُنِ اٰدَمَ اِلٰی اٰخِرِ الرُّسُلِ وَھُوَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ۔"

یعنی تمام انبیاء کرام علیہم السلام آدم سے لیکر آخری رسول عیسیٰ علیہ السلام تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں۔

اسجگہ اگر یہ کہا جائے کہ خاتَم النبیین کے معنے آخری نبی بلحاظ پیدائش ہیں تو دوسری قرأت خاتِمُ النبیین اِن معنوں کو قائم نہیں رہنے دیتی کیونکہ اس کے معنے غیر احمدی علماء نبیوں کو ختم کرنے والا لیتے ہیں۔ اب اگر بالفرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوں اور وہی دوبارہ آئیں گے تو ان کا فیض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ضرور جاری ہوگا۔ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ختم کیا؟ پس اگر خاتِمَ النّبیّین کی قرأۃ کے حقیقی معنے ختم کرنے والا ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا محال ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ان کو بھی ختم شدہ ہونا چاہیئے۔ اور وہ تبھی ختم شدہ قرار دیئے جا سکتے ہیں کہ اس دنیا میں اب اُن کی زندگی کا کوئی حصہ باقی نہ ہو۔ نہ جسمانی

زندگی کے لحاظ سے ۔ نہ اُن کا فیض جاری ہونے کے لحاظ سے ۔ حدیثوں میں اگر مسیح ابن مریم کے نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے تو اُن میں اسے اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ (صحیح بخاری) یا فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ (صحیح مسلم) کہہ کر ایک اُمتی فرد ہی قرار دیا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ایک روحانی فرزند کو استعارہ کے طور پر ابن مریم کا نام دیا گیا ہے تا یہ ظاہر ہو کہ امت محمدیہ کا یہ موعود امام آخرالزمان مسیح ابن مریم کا مثیل ہوگا ۔

مولوی محمد ادریس اور ختم نبوت کے معنے !

پھر مولوی محمد ادریس صاحب لکھتے ہیں :-

" خاتم کا مادہ ختم ہے جس کے معنے ختم کرنے اور مہر لگانے کے آتے ہیں ۔ اور مہر لگانے کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ کسی شئی کو اس طرح بند کیا جائے کہ اندر کی چیز باہر نہ آسکے اور باہر کی چیز اندر نہ جا سکے ۔" (ختم النّبوۃ صہ ۱۵)

پھر خاتَم اور خاتِم کی دونوں قرأتوں کا حاصل یہ بتاتے ہیں :-

" حاصل دونوں قرأتوں کا ایک ہے وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ باجود انبیاء کو ختم کرنے والا اور سلسلۂ نبوت پر مہر کرنیوالا ہے ۔ آپ کے بعد کوئی اس سلسلہ میں داخل نہیں ہو سکتا اور آپ سے پہلے جو اس سلسلہ میں داخل ہو چکا ۔ وہ اس سلسلہ سے نکل نہیں سکتا ۔" (ختم النبوۃ صہ ۴۹)

جب خاتَم بمعنی مہر اور خاتِم بمعنے ختم کرنے والے کی یہ کیفیت ہے تو حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کو انہیں بہر حال ختم سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ مہر نبوت کے اندر جو چیز بند ہو جائے جب وہ اس سلسلہ سے بقول ان کے باہر نہیں نکل سکتی جس سلسلہ کے ساتھ بند ہوئی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سلسلہ سے جو ختم ہو گیا اور بند ہو گیا باہر نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیسے آ سکتے ہیں جب تک کہ وہ مہر ٹوٹ نہ جائے جو اُن کی نبوت مستقلہ پر لگی ہے۔ کیونکہ اُنکا غیر مستقل نبی ہو کر آنا انہیں پہلے سلسلۂ نبوت سے نکالتا ہے اور یہ امر مُہر ٹوٹے بغیر ناممکن ہے۔

ہماری تحقیق

ہماری تحقیق میں لغت عربی کے رُو سے خاتَم (تاء کی زبر سے) اور خاتِم (تاء کی زیر سے) ہر دو لفظوں کے حقیقی لغوی معنی آخری یا ختم کرنے والا نہیں۔ بلکہ مہر کی طرح نقش پیدا کرنے کی تاثیر رکھنے والا وجود ہیں (دیکھو مفردات راغب) اس لئے خاتَم النبیین کی جو قرأۃ تاء کی زبر ہے اُس کے معنے ایسا نبی ہیں جو اپنے فیض کی تاثیر سے دوسرے شخص کو نبوت ملنے کا ذریعہ ہو۔ کیونکہ خاتَم تاء کی زبر سے اسم آلہ ہے۔ اور خاتِم النّبیین کی قرأۃ جو تاء کی زیر سے ہے اس کے معنے ایسا نبی ہیں جو دوسرے شخص کو اپنی ختم نبوت کے اثر سے مقامِ نبوت پر سرفراز کرنے والا ہو۔ (ان معنوں کی پوری تفصیل آپ آگے چل کر مضمون ہذا کے دوسرے حصہ میں معلوم کرینگے) ان دونوں قرأتوں کے معنے علی الترتیب مطلق آخری نبی یا نبیوں کو ختم کرنے والا صرف مجازی معنے ہیں۔ اور حقیقی اور مجازی دونوں معنوں کا ایک ذات میں جمع ہونا محال ہوتا ہے۔ اور مجازی معنے وہاں مراد ہوتے ہیں جہاں

حقیقی معنی کا پایا جانا متعذر و محال ہو۔ چونکہ قرآن مجید کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات میں حقیقی معنی کا پایا جانا محال نہیں اسلئے اسجگہ مجازی معنے تسلیم نہیں کئے جا سکتے۔ ہاں چونکہ قرآن مجید سے یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ اس لئے یہ معنے خاتم النبیین کے حقیقی معنوں کے ساتھ بطور لوازم کے جمع ہیں۔

حضرت امام علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے جیسا کہ میں قبل ازیں بتا چکا ہوں خاتم النبیین کے یہی معنے کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ اس لئے غیر مستقل نبی یا بالفاظ دیگر امتی نبی کی آمد خاتم النبیین کے منافی نہیں۔ کیونکہ خاتم النبیین کا مقام اپنے حقیقی معنی کے لحاظ سے ایسے نبی کی آمد کے نہ صرف یہ کہ منافی نہیں بلکہ ایسے نبی کے آپؐ کی امت میں ظاہر ہونے کا متقاضی ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ محمدیہ میں مبعوث ہونے والے عیسیٰ کو چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو حدیث صحیح مسلم بروایت نواس بن سمعانؓ باب خروج الدجال)

حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے خاتم النبیین کے یہ حقیقی معنے تسلیم کئے ہیں۔ چنانچہ آپ تحذیر الناس ص۲ میں لکھتے ہیں:۔

"جیسے خاتم کا اثر مختوم علیہ پر ہوتا ہے ویسے موصوف بالذات (خاتم النبیین۔ ناقل) کا اثر موصوف بالعرض (دوسرے انبیاء۔ ناقل) پر ہوگا۔"

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک بالذات ہے اور دوسرے تمام انبیاء آپ کی مہرِ نبوت کے فیض کا اثر ہونے کی وجہ سے موصوف بوصفِ نبوت بالعرض ہیں۔ اور خاتم النبیین کے انہی معنوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

"بالفرض اگر بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔"

(تحذیر الناس ص ۲۸)

کیونکہ اس بعد میں پیدا ہونے والے نبی کی نبوت بالعرض ہوگی نہ کہ بالذات۔

مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی خاتم النبیین کی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔

"جس طرح روشنی کے تمام مراتب آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی روح محمدی پر ختم ہو جاتا ہے۔ بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رتبی اور زمانی حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے۔"

(تفسیر مولوی محمود الحسن شیخ الہند شائع کردہ ادارۂ اسلامیات ص ۵۵۰)

"جن کو نبوت ملی ہے آپ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے"۔ یہ فقرہ بتاتا ہے۔ کہ مولوی شبیر احمد صاحب خاتم النبیین کے معنے نبیوں کی مہر جو حقیقی معنی ہیں تسلیم کرتے ہیں اور اس کا اثر مولوی محمد قاسم صاحب کی طرح یہ مانتے ہیں کہ باقی تمام انبیاء کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے اثر سے ہی ظہور پذیر

ہوئی ہے ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہمیش کیلئے خاتم النبیین ہیں اس لئے آپ کی مہر کے اس اثر کو آپ کے عالمِ جسمانی میں ظہور پر منقطع قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ آپ کے ذریعہ شریعت کاملہ تامہ آجانے کی وجہ سے اب اس مہر کے اثر سے مستفیض ہونے کے لئے آپ کی شریعت کی پیروی شرط ہوگی اور آپ کی شریعت کے دامن کو چھوڑ کر کوئی شخص مقامِ نبوت حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ آپکے جسمانی ظہور پر خاتم النبیین کی مہر کا اثر بصورت نبوتِ ظلیہ بھی منقطع قرار دیدیا گیا ہے اسی لئے علماء ربانیین نے نبوت الولایت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے باقی تسلیم کیا ہے اور شریعت کاملہ آجانے کی وجہ سے صرف تشریعی نبوت کو منقطع قرار دیا ہے۔ پس نبوت الولایت امتی کو کامل طور پر بھی مل سکتی ہے اور جزوی طور پر بھی۔

غیر احمدی علماء ضرورتِ نبوت کے قائل ہیں

جب غیر احمدی علماء حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے زمانہ میں آنا مانتے ہیں کہ جب امت محمدیہ ۷۳ فرقوں میں متفرق ہوگی اور وہ امت محمدیہ میں بطور حَکَم و عدل کے نازل ہونگے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ضرورتِ نبوت کو تسلیم کر لیا۔ حضرت مسیح موعود کی پوزیشن ازروئے احادیث نبوی یہ ہے :-

"یُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ"

(صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۶۹ مصری باب نزول عیسٰی ابن مریم)

مسیح موعودؑ کی یہ حیثیت بتاتی ہے کہ وہ حَکَم و عدل ہونگے اور کسرِ صلیب کرینگے اور قتل خنزیر کرینگے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ اس وقت مسلمان متفرق ہونگے۔ اور عقائد کے لحاظ سے افراط و تفریط کی راہ پر گامزن ہونگے۔ اور انکے علماء اور فقہاء انہیں اعتدال پر نہیں لاسکینگے اِس لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے حَکَم و عدل بھیجا جانے کی ضرورت ہوگی۔ نیز عیسائیت کو اس وقت دُنیا میں غلبہ ہوگا۔ اور مسیح موعودؑ دلائل و براہین سے اُسے مغلوب کر دینگے۔ نیز بُری عادات کا استیصال کرینگے۔ اور اسوۂ حسنۂ نبویؐ کو قائم کرینگے۔

آخری زمانہ کے مسلمانوں اور اُن کے علماء کی حالت کا نقشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن الفاظ میں کھینچا ہے:۔

"یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ مَسَاجِدُھُمْ عَامِرَۃٌ وَّھِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْھُدٰی عُلَمَاءُھُمْ شَرٌّ مَّنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ۔" (مشکوٰۃ کتاب العلم)

یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اسلام نام کا رہ جائیگا۔ اور قرآن کی صرف تحریر رہ جائیگی۔ مسجدیں آباد ہونگی مگر ہدایت کے لحاظ سے ویران ہونگی کیونکہ اُنکے علماء آسمان کے نیچے سخت ترین فتنہ کا موجب ہونگے۔

جب یہ حال ہو تو اُمت کو ایک نبی کی ضرورت ہوئی جو بطور حَکَم و عدل اُمتِ محمدیہ میں مبعوث ہو۔ اور ایک طرف وہ اُمتِ محمدیہ کے عقائد کی اصلاح کرے

تو دوسری طرف کسرِ صلیب کرے یعنی عیسائیت کا دلائل سے ابطال کرے اور عیسائیوں کے سامنے پرزور دلائل سے ان کی کتابوں اور تواریخ کے رُو سے ثابت کردے کہ مسیح علیہ السلام نے صلیب پر جان نہیں دی۔ اگر یہ کام کسی غیر نبی سے سرانجام پا سکتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے لئے ایک نبی کے آنیکی پیشگوئی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ پس جب کامل شریعتِ قرآنیہ آ جانے کے بعد بھی علماء آخری زمانہ میں ایک نبی کی ضرورت کے قائل ہیں تو پھر جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں وہ کیوں کہتے ہیں کہ شریعت کاملہ آجانے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی نبی کی ضرورت نہیں۔

علّامہ اقبالؔ اور ضرورتِ مصلح!

علّامہ اقبال پروفیسر نکلسن کو اپنے مکتوب میں رقمطراز ہیں:-

"ہمیں ایک ایسی شخصیت کی ضرورت ہے، جو ہمارے معاشرتی مسائل کی پیچیدگیاں سلجھائے اور بین المللی اخلاق کی بنیاد مستحکم و استوار کردے۔" (مکاتیب اقبالؔ صفحہ ۴۶۰ تا ۴۶۴)

اور پھر اسی خط میں پروفیسر میکنزی کی کتاب انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی کے دو پیراگراف لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ دو پیراگراف کسقدر صحیح ہیں۔ انہیں لفظ بلفظ نقل کردیتا ہوں۔

(۱) "غالباً ہمیں پیغمبر سے بھی زیادہ عہدِ نَو کے شاعر کی ضرورت ہے، یا ایک ایسے شخص کی جو شاعری اور پیغمبری کی دوگونہ صفات سے

متصف ہو۔"

(۴) "ہمیں ایسے شخص کی ضرورت ہے جو درحقیقت روح القدس کا سپاہی ہو۔"

یہ پیراگراف درج کرنے کے بعد علامہ اقبال تحریر فرماتے ہیں :۔

"میرے افکار کا مطالعہ کریں۔ ہمارے عہد نامے اور پنچائتیں جنگ و پیکار کو صفحۂ حیات سے محو نہیں کر سکتیں کوئی بلند مرتبہ شخصیت ہی ان مصائب کا خاتمہ کر سکتی ہے اور اس شعر میں میں نے اسی کو مخاطب کیا ہے ؎

باز در عالم بیاور ایام صلح
جنگجوئیاں را بدہ پیغام صلح"

(مکاتیب اقبال جلد ا صفحہ ۰ ۹ ۴ تا ۴۶۳)

کہ پھر دنیا میں صلح کے ایام لا اور جنگجو قوموں کو صلح کا پیغام دے۔

پھر (مکاتیب اقبال جلد ا صفحہ ۴۱ میں) لکھتے ہیں :۔

"کاش کہ مولانا نظامی کی دعا اس زمانے میں مقبول ہو اور رسول اللہ صلعم پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں۔"

یہ ضرورتِ نبوت کے قائل ہونے کا علامہ اقبال جیسے آدمی کی طرف سے واضح اعتراف ہے۔ ان کے نزدیک دنیا میں روحانی انقلاب پیدا کرنا علماء کے بس کی بات نہیں کیونکہ اپنے زمانہ کے علماء کی حالت کا نقشہ وہ یوں کھینچتے ہیں :

مولوی بیگانہ از اعجازِ عشق ؎ ناشناسِ نغمہ ہائے سازِ عشق

(اسرار و رموز ص ۶۸)

مولوی عشق کے معجزہ سے بیگانہ ہے اور عشق کے ساز کے نغموں سے ناشناس ہے۔

واعظوں، شیوخ اور صوفیاء کا حالِ دگرگوں یوں بیان کرتے ہیں :۔

شیخ در عشقِ بتاں اسلام باخت ؎ رشتۂ تسبیح را زنّار ساخت

(اسرار و رموز ص ۷۹)

شیخ نے بتانِ مجازی کے عشق میں اسلام کو ہار دیا ہے اور تسبیح کے رشتہ کو زنّار بنا دیا ہے۔

واعظاں ہم صوفیاں منصب پرست ؎ اعتبارِ ملّتِ بیضا شکست

واعظ اور صوفی منصب پرست ہو گئے ہیں اور انہوں نے ملّتِ بیضا کا اعتبار توڑ دیا ہے۔

واعظِ ما چشم بر بتخانہ دوخت ؎ مفتیٔ دینِ مبیں فتویٰ فروخت

ہمارے واعظ نے نگاہ بتخانہ پر جما دی ہے تو مفتیٔ دین نے فتویٰ فروخت کرنا شروع کر دیا ہے۔

چیست یاراں بعد ازیں تدبیرِ ما ؎ رُخ سُوئے میخانہ دارد پیرِ ما

اے دوستو! اس کے بعد اب ہماری کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔ ہمارے پیر صاحب تو میخانہ کی طرف رُخ کئے ہوئے ہیں۔

اسرار و رموز ص ۷۹

اِس کا علاج یہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجۂ روحانی سے

آپ کا کوئی ظلّ اور بروز ظاہر ہو کر روحانی انقلاب کی نئے سرے سے بنیاد رکھتا چنانچہ خدا تعالیٰ نے عین وقت پر مسیح موعود کو بھیج کر امتِ محمدیہ کی دستگیری فرمائی۔ حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں:۔

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت

مَیں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

حضرت محی الدّین ابن عربیؒ کے اقوال شطحیات نہیں!

چونکہ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے واشگاف طور پر لکھا ہے:۔

"فَالنُّبُوَّۃُ سَارِیَۃٌ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فِی الْخَلْقِ وَاِنْ کَانَ التَّشْرِیْعُ قَدِ انْقَطَعَ۔" (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)

یعنی نبوت قیامت تک مخلوق میں جاری ہے گو تشریعی نبوت منقطع ہو گئی ہے۔

پھر واضح طور پر لکھا ہے:۔

"بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ۔"

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِی کا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی کوئی نبی ہوگا تو میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا۔

اور پھر نہایت وضاحت سے لکھا:۔

"اِنَّ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ مَنْ لَحِقَتْ دَرَجَتُہٗ دَرَجَۃَ الْاَنْبِیَاءِ فِی النُّبُوَّۃِ۔" (فتوحاتِ مکیہ جلد ۱ صفحہ ۵۷۰)

کہ اس امت میں ایسے لوگ ہیں جن کا درجہ نبوت میں انبیاء کے درجہ سے ملتا ہے اس لئے اس قسم کے اقوال کی بناء پر آجکل کے بعض علماء ہماری طرف سے ان حوالہ جات کے بطور حجت پیش ہونے پر ان بزرگوں کی ایسی باتوں کو عالمِ سُکر کی باتیں اور شطحیاتِ صوفیا کہہ کر ناقابلِ توجہ ٹھہراتے ہیں۔ جیسا کہ مولوی محمد ادریس صاحب نے اپنے بہتان و افتراء والے کتابچہ میں انہیں شطحیات اور اپنی کتاب ختم النبوۃ میں سکر کی باتیں قرار دیا ہے۔ اور پھر ان کی یہ بھونڈی تاویل بھی کی ہے کہ شیخ اکبرؒ کی مراد اس سے برائے نام کمالاتِ نبوت کا ملنا ہے حالانکہ شیخ اکبر اسے جیسا کہ اُن کی عبارتوں سے قبل ازیں دکھایا گیا ہے اسے نبوت مطلقہ قرار دیتے ہیں اور ان امتی انبیاء کے متعلق صاف لکھ رہے ہیں کہ وہ شریعت کے بغیر نبوت کا درجہ پاتے ہیں۔ اور ان میں نبوت متحقق ہوتی ہے۔

اگر تھوڑی دیر کیلئے فرض کر لو کہ شیخ اکبرؒ نے یہ سب مدلل مضامین عالمِ سکر میں لکھے ہیں تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے وہی حضرت پیرانِ پیر سید عبدالقادر جیلانی نے فرمایا ہے۔ وہ ان انبیاء الاولیاء کو نبوت میں پورا حقدار قرار دیتے ہیں۔ کیا یہ بھی سکر کی باتیں ہیں؟ پھر امام شعرانی علیہ الرحمۃ نے جو یہ فرمایا ہے کہ مطلق نبوت بند نہیں صرف تشریعی نبوت منقطع ہوئی ہے کیا یہ بھی سکر کی باتیں ہیں؟ اور پھر حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ نے جو یہ فرمایا ہے ؎

مکر کن در راہِ نیکو خدمتے — تا نبوت یابی اندر اُمتے

کیا یہ بھی عالمِ سکر میں ہی فرما گئے ہیں؟ اگر ان بزرگوں کی یہ سب سُکر کی باتیں

ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ یہی مضمون بزرگ فقیہہ امام علی القاریؒ نے بھی اپنے ایک فقرے میں بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ وہ خاتم النبیین کے معنے یہ بیان فرماتے ہیں " اَلْمَعْنٰی اَنَّهٗ لَا یَاْتِیْ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ یَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ۔ " (موضوعات کبیر ص۵۹) یعنی خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں کہ آنحضرت کے بعد ایسا کوئی نبی نہیں آسکتا جو شریعت محمدیہ کو منسوخ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے نہ ہو۔

اور پھر مشہور عالم اور فقیہہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:۔

" بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرّد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ صاحب شرع جدید کا ہونا البتہ ممتنع ہے۔"

(دافع الوسواس فی اثر ابن عباسؓ ص۱۶ نیا ایڈیشن)

صوفیاء کی باتوں کو اگر سُکر کی باتیں کہہ کر ٹال دو گے تو ان فقہاء ملت کے متعلق کیا کہو گے۔ یہ تو صوفیاء میں سے نہیں۔ انہوں نے بھی وہی کچھ کہا ہے جو ان صوفیاء نے کہا ہے جو علماء ربانی قرار دیئے جاتے ہیں۔

حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے متعلق ہمارا مسلک اور ظلّی نبوّت کی حقیقت!

پھر لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی حدیث کے متعلق ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ ہم اس حدیث کے رُو سے نہ کسی پُرانے نبی کے آنے کے قائل ہیں جس طرح غیر احمدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو مستقل نبی ہیں امت محمدیہ میں آنا مانتے ہیں اور نہ کسی ایسے نئے نبی

کی آمد کے قائل ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ نبوت کو ختم کر دے۔ رہا اُمتی نبی۔ سو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی اور مستقلہ نبوت کے زمانہ کو ختم نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی نبوت کا زمانہ تو قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ اُمتی نبی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا ایک خادم ہے اور آپؐ کا ایک رُوحانی فرزند ہے۔ اور آپؐ کی شریعت کی پیروی اور آپؐ کے افاضۂ روحانیہ سے ظلّی طور پر مقامِ نبوت کو پانے والا ہے۔ ظِلّ اپنے اصل سے الگ نہیں ہوتا اور نہ ظِلّ اور اصل میں دوئی اور غیریّت ہوتی ہے کیونکہ موردِ بُروز تو حکمِ نفیٔ وجود کا رکھتا ہے اور اس کے قلبِ صافی پر انوارِ نبوت کی جو تجلّی ہوتی ہے وہ تو اصل کا ہی ایک عکس ہوتا ہے۔

ظِلّی نبوت کے حصول کا دروازہ تو فنا فی الرسول کی اتّم درجہ حالت ہے۔ ظلّی نبی کی آمد سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹتی بلکہ اسی مہر کے فیضان کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور پر محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جُدا ہے۔ پس جو کامل طور پر مخدوم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختمِ نبوت میں خلل انداز نہیں جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو

نظر آتے ہیں۔ صرف ظلّ اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا۔" (کشتیٔ نوح ص۱۵)

پھر اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں فرماتے ہیں :۔

"قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ سے ظاہر ہے پس مصفّٰی غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اور آیت اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ گواہی دیتی ہے کہ اس مصفّٰی غیب سے یہ امت محروم نہیں۔ اور مصفّٰی غیب حسب منطوقِ آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہِ راست بند ہے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلّیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ حاشیہ)

پھر نزول المسیح ص۳ پر فرماتے ہیں :۔

"میں نبی اور رسول نہیں ہوں باعتبار نئے دعوٰی اور نئے نام کے۔ اور میں نبی اور رسول ہوں یعنی باعتبار ظلّیتِ کاملہ کے وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔"

مولوی محمد ادریس صاحب اپنی کتاب ختم النبوۃ ص۳۸ پر لکھتے ہیں :۔

"یہ اللہ اور رسول کے ساتھ استہزاء ہے کہ مال چوری

بھی ہو گیا اور مُہر نہیں ٹوٹی۔"

دراصل یہ مولوی محمد ادریس صاحب کا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلّیت سے استہزاء ہے ورنہ ختمِ نبوت کی ظلّیت کے دروازہ سے نبوت پانا چوری نہیں۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں "مقاماتِ مظہری" صفحہ ۸۸ پر رقمطراز ہیں:۔

"بجز نبوتِ مستقلہ کوئی کمال ختم نہیں ہوا (یعنی ممکن نہیں کہ خدا ظلّی طور پر کمالاتِ نبوت کو بند کر دیوے) کیونکہ اس مبداء فیض میں بخل اور دریغ ممکن نہیں۔"

ختمِ نبوت کی ظلّیت کی راہ سے نبوت پانے کو مولوی محمد ادریس صاحب چوری قرار دیتے ہیں۔ مگر حضرت مجدد الفِ ثانی علیہ الرحمۃ اسے ایک شاہراہ قرار دیتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ اکثر انبیاء نے اسی طریق سے کمالاتِ ولایت حاصل کرنے کے بعد مقامِ نبوت پایا ہے۔ گو ان کی الگ الگ اصالت کی راہیں بھی ہیں۔ ان کی عبارات قبل ازیں بیان کی جا چکی ہیں۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل نہیں کر سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۸)

پس وہ دروازہ جس سے تمام رُوحانی مدارج ظلّی اور طفیلی طور پر ملتے ہیں۔ وہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میں فنائیت کا دروازہ ہے۔ اِس راہ سے

نبوت پانے کو چوری قرار دینا خود اس کوچہ سے ناآشنائی کا ثبوت ہے۔
مولوی محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ جو ان کے روحانی باپ ہیں وہ تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اظلال قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔

"انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظلّ اور عکس محمّدی ہے کوئی ذاتی کمال نہیں۔ پر کسی نبی میں وہ عکس اسی تناسب پر ہے جو جمال کمالِ محمّدی میں تھا۔ اور کسی میں بوجہ معلوم وہ تناسب نہ رہا ہو۔"
(تحذیر الناس صفحہ ۲۹-۳۰ بلحاظ ایڈیشن مختلف)

آپ کے نزدیک پورے تناسب والا نبی ظلّی خاتم النبیین ہوتا ہے۔
مولوی محمد ادریس صاحب لکھتے ہیں:۔

"ظلّ اور اصل کا عین اور متحد ہونا بدیہی البطلان ہے اگر مراد یہ ہو کہ ذی ظل کی کوئی صفت اور کوئی شان اسمیں آجائے تو اس اعتبار سے تو مطلب یہ ہو گا کہ حضور کی صفات نبوت اور کمالاتِ نبوت اور رسالت کا ایک سایہ اور پرتو ہو۔ تو اس سے نہ نبوت ثابت ہوتی ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتحاد اور عینیت کا دعوٰی ثابت ہوسکتا ہے۔ حدیث میں ہے اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ۔ بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ ہے۔ تو کیا خلفاء اور سلاطین کا بعینہٖ خدا ہونا ثابت ہوجائے گا؟" (ختم النبوۃ صفحہ ۴۲)

اب مولانا محمد قاسم صاحب کا بیان پڑھیئے - وہ فرماتے ہیں :-

"اِس صورت میں اگر ظلّ اور اصل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت بوجہ اصلیت پھر بھی ادھر (اصل خاتم النبیین کی طرف) ہی رہے گی -"

(تحذیر الناس صفحہ ۳۰ یا ۳۳ بلحاظ ایڈیشن مختلفہ)

پھر اس پر دلیل قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"جیسے آئینہ میں عکس - زمین کی دھوپ کا عکس آفتاب کا طفیلی ہے اور اس وجہ سے آفتاب ہی کی طرف منسوب ہونا چاہیئے -"

(رر صفحہ ۳۰)

مولوی محمد قاسم صاحب نے تو ظلّی خاتم النبیین کو بھی اپنی کتاب میں اِس کمال کا حامل مانا ہے کہ اس کی ظلّیت سے آگے نبوتِ تامہ مِل سکتی ہے مگر ہمارے نزدیک بے شک ظلّی خاتم النبیین میں فنائیت کے پہلو کے لحاظ سے تو دوئی نہیں ہوتی مگر اصل خاتم النبیین کی مثال اُس مُہر کی سمجھنی چاہیئے جو نقش پیدا کرتی ہے - یہ حقیقی مہر کہلاتی ہے - اور جو نقوش اس سے پیدا ہوں بیشک وہ بھی مہر کہلاتے ہیں اور اصلی کا ظل ہوتے ہیں اور گونہ مساوات اور عینیت رکھتے ہیں اور ان میں دوئی نہیں ہوتی مگر ان دونوں میں ایک عظیم الشان فرق بھی ہوتا ہے جو یہ ہے کہ اصل مہر سے ہزاروں اور مہریں ایسی ہی لگ سکتی ہیں مگر ظلّی مہر میں یہ کمال اور خوبی موجود نہیں ہوتی - ہاں ظلّی خاتم النبیین چونکہ بہرحال نبی اور رسول ہوتا ہے اس لئے وہ حقیقی خاتم الاولیاء ضرور ہوتا ہے - پھر

ظلّ کے ہر کمال کا مرجع تو اصل ہی ہوتا ہے اسی لئے بانئ سلسلہ احمدیہ نے اپنے وجود کو منفی قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے :-

"تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ۔" (کشتی نوحؑ ص۱۳)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مکتوبات جلد اوّل مکتوب ۲۴۸ میں فرماتے ہیں :-

"کمّل تابعانِ انبیاء بجہتِ کمالِ متابعت و فرطِ محبت بلکہ بمحض عنایت و موہبت جمیع کمالاتِ انبیائے متبوعہ خود را جذب مے نمایند و بکلّیت برنگ ایشاں منصبغ مے گردند حتّٰی کہ فرق نمے ماند درمیانِ متبوعان و تابعان اِلَّا بِالْاِصَالَةِ وَالتَّبْعِیَّةِ وَالْاَوَّلِیَّةِ وَالْاٰخِرِیَّةِ" (مکتوبات جلد ا مکتوب ۲۴۸)

یعنی انبیاء کے کامل تابعین اُن کی کمال تابعیت اور اُن سے انتہائی محبت رکھنے کی وجہ سے بلکہ محض خدا تعالیٰ کی عنایت اور موہبت سے اپنے متبوع انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں اور پورے طور پر اُن کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ متبوع انبیاء اور اُن کے کامل تابعین میں سوائے اصالت اور تبعیت (ظلیت) اور اولیت اور آخریت کے کوئی فرق نہیں رہتا۔

اس عبارت میں ایک طرح انہوں نے اصل و ظلّ میں مساوات بھی تسلیم کی ہے۔ اور فرق بھی تسلیم کیا ہے آگے فرماتے ہیں۔ اصل اور ظلّ کے مبادی تعینات میں اختلاف ہونے کی وجہ سے "کَیْفَ یُتَصَوَّرُ الْمُسَاوَاتُ بَیْنَ الْاَصْلِ

وَالظِّلِّیّ) اصل اور ظلّ میں مساوات کا کیسے تصوّر کیا جا سکتا ہے۔

نبی کا لقب

مولوی محمد ادریس صاحب لکھتے ہیں:۔

"اگر فنافی الرسول کی وجہ سے غیر تشریعی اور غیر مستقل نبی کا لقب مل سکتا ہے تو مستقل رسول اور مستقل نبی کا لقب کیوں نہیں مل سکتا؟ اور فنافی اللہ کی وجہ سے اللہ اور خدا کا لقب کیوں نہیں مل سکتا؟" (ختم النبوۃ ص ۳۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کا خدا بننا ممتنع بالذات اور محال ہے۔ مگر کسی انسان کا نبی بننا ممتنع بالذات نہیں۔ اسلئے نبوت کا لقب بطور ظلّیت و بروزیت ملنے کو خدا تعالےٰ کی ظلیت و بروزیت پر پورے طور پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے خلفاء اور بادشاہ بلکہ انبیاء بھی حقیقی طور پر خدا نہیں کہلا سکتے کیونکہ وہ خدا کے مجازی بروز اور ظلّ ہوتے ہیں۔ مگر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل ظلّ و بروز حقیقی ظلّ و بروز ہونے کی وجہ سے نبی کے لقب کا مستحق ہو گا۔ ہاں مستقل نبی اور رسول کا لقب شریعت کاملہ آجانے کی وجہ سے نہیں مل سکتا۔ کیونکہ شریعت تامہ کاملہ آجانے پر اب اس کی پیروی ظلّیت اور بروزیت کے لئے شرط ہے۔ اور کوئی شخص شریعت کی پیروی کے واسطہ کے بغیر یعنی اصالتاً کوئی روحانی مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ لہذا مستقل اور آزاد نبی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا محال ہے۔ اگر مولوی محمد ادریس صاحب یا

اُن کی قسم کے معترضین ظلّیت اور بروزیت کی حقیقت سے کما حقہٗ واقفیت رکھتے تو وہ کبھی خدا تعالیٰ کے ظلّ و بروز کا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلّ و بروز پر قیاس کرتے ہوئے السلطان العادل ظل اللہ کی حدیث سے یہ استدلال نہ کرتے کہ جس طرح عادل بادشاہ خدا نہیں ہو سکتا اُسی طرح خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ظلّ بھی نبی نہیں ہو سکتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بروز کی دو قسمیں حقیقی اور مجازی قرار دیتے ہیں۔ عادل بادشاہ خدا کا صرف مجازی ظلّ ہوتا ہے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اظلال حقیقی بھی ہو سکتے ہیں اور مجازی بھی۔ مسیح موعود اور مہدی معہود خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی ظلّ و بروز ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تفہیمات الٰہیہ ص۱۹۷ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"اَلْکُمُوْنُ وَالْبُرُوْزُ عَلٰی ضَرْبَیْنِ حَقِیْقِیٌّ وَ مَجَازِیٌّ وَلِھٰذَا الْمَجَازِیُّ شُعَبٌ کَثِیْرَۃٌ مِنْھَا اَنْ یَّتَمَثَّلَ تِلْکَ الْحَقِیْقَۃُ فِی الْمِثَالِ فَیَرٰی فِیْ بَعْضِ وَاقِعَاتِہٖ کَاَنَّہٗ خَلَقَ الْعَالَمَ ثُمَّ اَفْنَاہُ۔"

یعنی کمون اور بروز کی دو قسمیں ہیں۔ حقیقی اور مجازی۔ اور اس مجازی بروز کی کئی شاخیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ حقیقت (بروز یہ) عالم مثال میں متمثّل ہوتی ہے اور بروز اپنے بعض واقعات میں یہ دیکھتا ہے کہ گویا اُس نے دنیا کو پیدا کیا ہے پھر اُسے فنا کیا ہے۔

اسی طرح حقیقی بروز کے متعلق لکھتے ہیں :-

"وَ اَمَّا الْحَقِیْقِیُّ فَعَلٰی ضُرُوْبٍ ...... وَتَارَۃً اُخْرٰی بِاَنْ تَشْتَبِکَ بِحَقِیْقَۃِ رَجُلٍ اٰلُہٗ اَوِ الْمُتَوَسِّلِیْنَ اِلَیْہِ کَمَا وَقَعَ لِنَبِیِّنَا بِالنِّسْبَۃِ اِلٰی ظُہُوْرِ الْمَہْدِیِّ"۔

یعنی حقیقی بروز کی کئی قسمیں ہیں ...... کبھی یوں ہوتا ہے کہ ایک شخص کی حقیقت میں اس کی آل یا اس کے متوسلین داخل ہو جاتے ہیں ۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہدی سے تعلق میں اس طرح کی بروزی حقیقت وقوع پذیر ہوگی ۔

ماحصل یہ ہے کہ مہدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی بروز ہے ۔ اور سلطان عادل خدا تعالیٰ کا مجازی بروز ہے ۔ اور خدا تعالیٰ کا حقیقی بروز کوئی نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ یہ خیال مشرکانہ ہے ۔ لیکن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی بروز ہو سکتا ہے ۔ اور مہدی موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی بروز ہے ۔

امام عبدالوہاب شعرانیؒ "الیواقیت والجواہر" صفحہ ۹۰ میں رقمطراز ہیں :-

"مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا قَرَّرَ الدِّیْنَ الَّذِیْ لَا یُنْسَخُ دَخَلَتِ الرُّسُلُ کُلُّہُمْ فِیْ شَرِیْعَتِہٖ لِیَقُوْمُوْا بِہَا فَلَا تَخْلُوا الْاَرْضُ مِنْ رَسُوْلٍ حَیٍّ بِجِسْمِہٖ اِذْ ھُوَ قُطْبُ الْعَالَمِ الْاِنْسَانِیِّ وَلَوْ کَانُوْا اَلْفَ رَسُوْلٍ فَاِنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْ ھٰؤُلَاءِ ھُوَ الْوَاحِدُ"۔ (الیواقیت والجواہر صفحہ ۹۰ مبحث ۴۵)

(والشعرانی [illegible] ۹۶)

(۲) "فَمَا زَالَ الْمُرْسَلُوْنَ وَلَا يَزَالُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الدَّارِ وَ لٰكِنْ مِنْ بَاطِنِيَّةِ شَرْعِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ -" (الیواقیت والجواہر صفحہ ۹۲/۷ بلحاظ ایڈیشن: مطبوعہ مصر ۱۳۵۱ھ)

ترجمہ:۔ دین* کو قائم کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ تو اب تمام رسول آپؐ کی شریعت میں داخل ہو گئے تا اُسے قائم کریں (یعنی اب ایسا رسول نہیں آسکتا جس کی غرض آپ کی شریعت کی پیروی اور اسے قائم کرنا نہ ہو۔) پس زمین کبھی مجسّم زندہ رسول سے خالی نہ رہے گی۔ خواہ ایسے رسول شمار میں ہزار بھی ہوں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم انسانی کے قطب ہیں اور ان رسولوں سے مقصود خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واحد شخصیت ہے۔ (یعنی یہ رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا ہی بروز ہونگے)

(۲) پس پہلے بھی رسول دنیا میں رہے اور آئندہ بھی اس دنیا میں رسول رہیں گے۔ لیکن یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی باطنیت سے ہونگے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے فیض سے ان کا مقام رسالت ہو گا) لیکن اکثر لوگ اس (باطنیتِ شرع کی حقیقت سے واقف نہیں۔"

* جو منسوخ نہ ہوگا اور نہ شریعت جو تبدیل نہ ہوگی

علامہ موسیٰ جار اللہؒ نے هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ..... الیٰ .... وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (سورۃ جمعہ) کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

" مَعْنٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ الْكَرِيْمَةِ الثَّالِثَةِ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ

فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا مِّنَ الْاُمِّیِّیْنَ وَبَعَثَ فِی الْاٰخَرِیْنَ رُسُلًا مِّنْ اٰخَرِیْنَ فَکُلُّ اُمَّۃٍ لَّھَا رَسُوْلٌ مِّنْ نَّفْسِھَا۔ وَھٰؤُلَاءِ الرُّسُلُ ھُمْ رُسُلُ الْاِسْلَامِ فِی الْاُمَمِ مِثْلَ اَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَاءِیْلَ ھُمْ رُسُلُ التَّوْرَاۃِ فِیْ بَنِیْ اِسْرَاءِیْلَ۔" (اوائل السورص ۱۳۲ شائع کردہ بیت الحکمۃ)

ترجمہ:۔ "اس تیسری آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ وہ ہے جس نے امیّوں میں ایک رسول امیوں میں سے بھیجا ہے اور آخرین میں آخرین سے رسول بھیجے ہیں (یعنی بھیجنے مقدّر کئے ہیں) پس آخرین کے ہر گروہ کا رسول خود آخرین میں سے ہے۔ اور یہ سب رسول ان گروہوں میں اسلام کے رسول ہیں جس طرح انبیاءِ بنی اسرائیل قوم بنی اسرائیل میں تورات کے رسول ہیں۔"

یہ رسول آنحضرتؐ کے ہی بروز اور ظلّ ہیں۔ مولوی جاراللہؒ کے نزدیک یہ اُمّیوں میں سے نہیں بلکہ ان کے علاوہ خواندہ لوگوں میں سے ہیں۔ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ آخرین آیت کے نزول تک ان اُمیّوں کو لاحق نہیں ہوئے یعنی صحابہ نہیں بنے بلکہ غیر امّیوں میں رُسل الاسلام ظاہر ہونے پر صحابہ سے لاحق ہونگے۔ یعنی صحابہ کا درجہ پائیں گے۔

مولوی محمد ادریس صاحب ظلّیت کے متعلق یہ بھی لکھتے ہیں:۔

"علاوہ ازیں یہ ظلّیت امت محمدیہ کے تمام علماء اور صلحاء کو حاصل ہے۔ اس میں مرزا صاحب کی کیا خصوصیّت ہے امت میں جو بھی کمال ہے حضور کی نبوت کا سایہ اور پرتو ہے۔"

مولوی صاحب! اسے کہتے ہیں "حق بر زبان جاری"۔ جب علماء ربانی اور صلحاء امّت آنحضرتؐ کے اظلال ہیں تو ظلّیت چور دروازہ نہ رہا بلکہ شاہراہ ثابت ہوا۔ حضرت مرزا صاحبؑ کی خصوصیت یہ ہے کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ قرار دیا ہے اور دوسرے صلحاء کو آپ نے نبی اللہ نہیں کہا۔ کیونکہ مسیح موعود آنحضرتؐ کا حقیقی ظلّ اور بروز ہے اور علماء ربّانی اور صلحاءِ امت مجازی اظلال و بروز ہیں۔ دونوں کی ظلّیت میں یہ فرق ظاہر ہے۔

؎ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث قرار دیئے ہیں اور دوسرے بعث کے متعلق لکھا ہے "...[illegible]... اُخریٰ بعثت الی الناس کافّہ ہے"۔ (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۴۷ جلد اول مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

حضرت عیسیٰؑ کی آمد سے مہرِ ختمیت ٹوٹتی ہے

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

"لیکن اگر حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دنیا میں آئے تو بغیر خاتم النبیین کی مہر توڑنے کے کیونکر دنیا میں آسکتے ہیں؟"

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

کیونکہ ختم نبوت کی مہر جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوتِ مستقلہ پر لگ چکی ہے جب تک وہ مہر نہ ٹوٹے وہ امتی نبی بن نہیں سکتے۔

نیز فرماتے ہیں:—

"جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے۔ اس کا ان حدیثوں میں یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی بھی ہوگا اور امتی بھی۔ مگر کیا مریم کا بیٹا امتی ہو سکتا ہے؟ کون ثابت کریگا کہ اس نے براہِ راست نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے درجۂ نبوت پایا تھا۔" (حقیقۃ الوحی صـ۲۹)

"حضرت عیسیٰؑ جن کے دوبارہ آنے کے بارہ میں ایک جھوٹی امید اور جھوٹی طمع لوگوں کو دامن گیر ہے وہ امتی کیونکر بن سکتے ہیں؟ کیا آسمان سے اتر کر نئے سرے وہ مسلمان ہونگے؟ یا کیا اس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہیں رہیں گے؟" (مکتوب مندرجہ اخبار الحکم ۱۲ مئی ۱۹۰۵ء)

پس ایک مستقل نبی کا ختمِ نبوت کی مہر توڑے بغیر امتی نبی بننا محال ہے۔

کیونکہ جب تک اس کی پہلی نبوتِ مستقلہ زائل نہ ہو وہ اُمتی نبی نہیں بن سکتا۔ اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے مستقلہ نبوت زائل کر کے اُن کا اُمّتی نبی بنایا جانا فرض کیا جائے تو اُمّتی نبی کا مرتبہ مِلنا خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے ممکن ثابت ہُوا لہٰذا کیا ضرورت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم نبوت کی جو مہر لگی ہوئی ہے اُسے توڑا جائے؟

مسیح موعودؑ کا نام ابنِ مریم بطور استعارہ ہے

اور کیوں نہ یہ یقین کیا جائے کہ اُمّتِ محمّدیہ میں آنے والا مسیح موعود در حقیقت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حقیقی اُمّتی فرد ہے اور اسے صرف بروز اور استعارہ کے طور پر ابن مریم کا نام دیا گیا ہے۔ جیساکہ بخاری کی حدیث میں اپنی اُمّت کو مخاطب کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر مسیح موعود کو اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ یعنی تم میں سے تمہارا امام کہہ کر ایک اُمتی قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری باب نزول عیسیٰ ابن مریم جلد ۲ صفحہ ۱۶۹ مصری میں پوری حدیث یوں ہے

"کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ"

اسجگہ نزول کا لفظ مسیح موعود کے اعزاز کے لئے استعمال ہُوا ہے۔ جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا (سورہ طلاق ع ۲) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر رسول کو نازل کیا ہے۔

اور ابنِ مریم کا نام اسی طرح بطور استعارہ ہے جس طرح انجیل میں یحییٰ علیہ السلام کو بطور استعارہ الیاس علیہ السلام کا نام دیا گیا ہے۔ الیاس کی آمد کی پیشگوئی جو ملاکی نبی نے کی تھی (دیکھو ملاکی ۴/۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُس کا یحییٰ

علیہ السلام کے وجود میں پورا ہونا بیان فرمایا ہے۔ (دیکھو انجیل متی ۱۱/۱۴)

پھر متی ۱۷/۱۲ میں لکھا ہے:-

"میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا اور انہوں نے اسکو نہ پہچانا۔ بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم ان کے ہاتھ سے دکھ اُٹھائیگا۔"

پس جس طرح الیاسؑ کا نزول بروزی تھا ویسے ہی مسیح موعودؑ کا نزول بروزی ہے۔ خزائن الاسرار الکلم مقدمہ شرح فصوص الحکم مصنفہ شاہ مبارک احمد صاحب حیدر آبادی مطبوعہ کانپور صٓ۴۷ میں لکھا ہے:-

"واضح ہو بروز عبارت ہے تعلق اور تمثل روحی سے بجائے دیگر اور ایسا ہی حکم ہے بروز ادریس علیہ السلام کا بنام الیاس علیہ السلام کے۔"

حضرت عیسیٰؑ کا اُمت محمدیہ میں خلیفہ ہونا محال ہے

ازروئے قرآن مجید مسیح موعود ازروئے احادیث امت محمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خلیفہ ہے۔ قرآن مجید کی رو سے یہ منصب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کو ہی مل سکتا ہے نہ کسی مستقل نبی کو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔" (سورۃ نور)

یعنی خدا تعالےٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لاکر اعمالِ
صالح بجالائیں یہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائیگا
جیساکہ ان لوگوں خلیفہ بنایا جو تم میں سے پہلے گذر چکے ہیں۔

اس آیت میں منکم سے مراد امتِ محمدیہ کے افراد ہیں جن سے خلافت کا وعدہ ہے اور اس امت کے خلفاء کو پہلے خلفاء کے مشابہ قرار دیا گیا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے زمانہ کے نبی اور خلفاء مشبّہ بہٖ اور امت محمدیہ کے زمانہ کے خلفاء مشبّہ ہیں۔ اور مشبّہ ہمیشہ مشبّہ بہٖ کا غیر ہوا کرتا ہے نہ کہ عین۔ اس لئے حضرت عیسٰی علیہ السلام جو پہلے خلفاء میں داخل ہیں وہ امتِ محمدیہ میں خلافت کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ کیونکہ اس صورت میں وہ خود ہی مشبّہ بہٖ اور خود ہی مشبّہ قرار پاتے ہیں۔ اور مشبّہ بہٖ کیلئے مشبّہ کا غیر ہونا ضروری ہے اور عین ہونا از روئے نصّ استخلاف (آیت ہذا) محال ہے۔ پس امت محمدیہ کے مسیح موعود کا پہلے مسیح کا مشبّہ اور مثیل ہونا ضروری ہوا حضرت عیسٰی علیہ السلام امتِ محمدیہ میں خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ؎

"عیسٰی کجا است تا بنہد پا بمنبرم"

یعنی حضرتِ عیسٰی علیہ السلام مسیح موعود کے منبر پر جو خلافتِ محمدیہ کا منبر ہے قدم نہیں رکھ سکتے۔

از روئے حدیث ماسوا اس آیت قرآنیہ کے حدیث نبوی سے بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے زمانہ کا کوئی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی امت میں نہ نبی ہو کر ظاہر ہو سکتا ہے نہ خالی امتی ہو کر۔ چنانچہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب عــہ فی ذکر الحبیب کے صفحہ ۲۶۱ و ۲۶۲ پر ایک حدیث نبوی (حلیۃ ابو نعیم اور الرحمۃ المہداۃ سے لیکر اس کا ترجمہ ان الفاظ میں درج کرتے ہیں کہ :-

"اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے (ایک بار اپنے کلام میں) فرمایا کہ بنی اسرائیل کو مطلع کر دو کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملیگا کہ وہ احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا منکر ہو گا تو میں اس کو دوزخ میں داخل کرونگا خواہ کوئی ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ احمدؐ کون ہیں؟ ارشاد ہوا۔ اے موسیٰ! قسم ہے مجھے اپنے عزّ و جلال کی میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو ان سے زیادہ میرے نزدیک مکرّم ہو۔ میں نے ان کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ آسمان و زمین اور شمس و قمر پیدا کرنے سے بیس لاکھ برس پہلے لکھا ہے قسم ہے اپنے عزّ و جلال کی کہ جنّت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک کہ محمدؐ اور اُن کی امت داخل نہ ہو جائیں۔ (پھر امت کے فضائل کے بعد یہ ہے کہ) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے رب! مجھ کو اس امت کا نبی بنا دیجیئے۔ ارشاد ہوا۔ اس امت کا نبی اس میں سے ہو گا۔ عرض کیا۔ مجھ کو اُن (محمدؐ) کی امت میں سے بنا دیجیئے ارشاد ہوا۔ تم پہلے ہو گئے۔ وہ پیچھے ہونگے۔ البتہ تم کو اور

عــہ مولوی بدر عالم صاحب حاشیہ پر لکھتے ہیں: ستفاجی فرماتے ہیں رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ و ورد معناہ علیٰ طرق کثیرۃ کما فی الخصائص (نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۲۰۳) پس اس حدیث کو کئی طرق سے قوت حاصل ہے۔

عــہ یہی حدیث ترجمان السنہ (مجموعہ احادیث بزبان اردو) کے صفحہ ۲۳۲ میں نسیم الریاض کی شرح درج کی گئی ہے

ان کو دار الجلال (جنت) میں جمع کر دونگا۔"

اِس حدیث نبوی سے ظاہر ہے کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے فضائل معلوم ہونے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے یہ خواہش کی کہ مجھے اس امت کا نبی بنا دیا جائے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے انہیں جواب دیا کہ اس امت کا نبی اس امت میں سے ہی ہوگا۔ پھر انہوں نے خالی امتی بنایا جانے کی خواہش کی۔ تو وہ اس بناء پر منظور نہ ہوئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آنحضرت سے پہلے ہوئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُن سے بعد ہونگے۔

اِس حدیث سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا نبی نہیں بن سکتے ویسے ہی حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھی اس امت کا نبی نہیں بن سکتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب دیا ہے کہ "اس امت کا نبی اُس میں سے ہوگا۔" پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام امتِ محمدیہ کا فرد بھی نہیں بن سکتے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ خواہش اس وجہ سے ردّ ہوئی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ میں آنے والے مسیح موعود کو ایک حدیث میں چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ مسیح موعود نبی اللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کا ہی فرد ہے نہ کہ وہ مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوئے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام توبموجب حدیث ہذا نہ امتِ محمدیہ کے نبی ہو سکتے ہیں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا فرد ہو سکتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اِس حدیث کے رُو سے بھی ایک نبی ضرور ظاہر ہونے والا تھا۔ تبھی تو خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ "اس امت کا نبی اُس میں سے ہو گا۔"

یاد رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ درخواست نہیں کی تھی کہ مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جگہ اُن کی امت کا نبی بنا دیا جائے کیونکہ ایسا سوال اُن کی شانِ نبوت کے منافی ہے۔ کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام زمین وآسمان اور شمس وقمر کے وجود میں آنے سے بیس لاکھ سال پہلے اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھ رکھا ہے تو اس کا علم ہونے پر وہ یہ درخواست کرنے کی جراُت نہیں کر سکتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت نبی نہ بھیجا جائے اور اُن کی جگہ مجھے نبی بنا دیا جائے، یہ تو خدا تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہوتی جس سے خدا تعالیٰ کا نبی پاک ہوتا ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کے یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اُن کی امت میں نبی بنا دیا جائے۔ مگر اُن کی یہ درخواست اس وجہ سے قبول نہ ہوئی کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس امت کا نبی امت میں سے ہونا مقدر ہو چکا تھا۔

پس یہ حدیث اس بات پر قطعی نص ہے کہ امت محمدیہ کا مسیح موعود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امّتی فرد ہے۔ اور وہ ایک پہلو سے امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔ اور امتّی نبوت ختمِ نبوت کے منافی نہیں۔ بلکہ امتی نبی کا بھیجا جانا بموجب حدیث نبویؐ مقدّر امر تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النبیین کا طبعی تقاضا تھا کہ ایک امتی نبی آپؐ کی اِس شان کے کمالِ فیضان کو ظاہر کرنے کے لئے مبعوث ہو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وبارک وسلّم

ایک دلچسپ تبادلۂ خیالات

اور درود شریف سے امّت میں نبوت جاری ہونے کا ثبوت

ایک دفعہ مولوی محمد صاحب سے جو سرگودہا کے علاقہ میں رہتے ہیں اور فاضل دیوبند ہیں میرا تبادلۂ خیالات ہُوا۔ مولوی صاحب موصوف نے نہایت ہوشیاری سے اپنے ایک ہمخیال شخص کو خود بخود ثالث بنا کر کرسی پر بٹھا دیا۔ اس پر میں نے بھی اپنی طرف سے ایک احمدی کو ثالث تجویز کر دیا۔ ختمِ نبوت کی تحقیق پر دو دن سرگرم بحث ہوتی رہی۔ بالآخر مَیں نے کہا۔ جناب مولوی صاحب! کل سے آپ مجھ سے یہ بحث کر رہے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور کوئی امتّی مقامِ نبوت نہیں پا سکتا۔ مگر مَیں حیران ہوں کہ کہتے آپ کچھ ہیں اور عمل آپ کا کچھ اَور ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور پانچ وقت نماز میں تو آپ دُعا کرتے ہیں کہ خدایا! امت میں نبی بھیج اور مجھ سے آپ یہ بحث کر رہے ہیں کہ اب امتّی نبی بھی نہیں آسکتا۔ مولوی صاحب

جھنجھلا کر فرمانے لگے کہ میں ایسا کب کرتا ہوں۔ اس پر میں نے کہا۔ مکرمی!
ذرا وہ درود شریف تو پڑھ کر سنائیں جو آپ نماز میں پڑھا کرتے ہیں۔
میرے یہ کہنے پر مولوی صاحب نے یوں درود شریف پڑھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا
صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

پھر میں نے مولوی صاحب سے اس کا ترجمہ کرایا اور پوچھا کہ مولوی صاحب! وہ رحمتیں اور برکتیں جو آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آپ طلب کرتے ہیں۔ آیا وہ وہی رحمتیں اور برکتیں ہیں جو آلِ ابراہیمؑ کو ملی تھیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ ہاں ٹھیک وہی ہیں۔ میں نے کہا۔ تو مکرم مولوی صاحب! ان رحمتوں اور برکتوں میں تو نبوت بھی شامل ہے جو آپ آلِ محمدؐ کیلئے طلب کرتے ہیں۔
اور اسی طرح اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی دعا کے ذریعہ وہ سب انعامات طلب کئے جاتے ہیں جو منعم علیہ لوگوں کو ملے اور جو سورۃ نساء رکوع ۹ کی آیت اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ میں مذکور ہیں۔ پس آپ امتِ محمدیہ میں نبوت بھی طلب کرتے ہیں اور صدیقیت، شہادت اور صالحیت بھی۔ کیونکہ جب آپ اَلْمَغْضُوْب

عَلَيْهِمْ اور اَلضَّالِّيْنَ کے رستہ سے بچنے کی دُعا مانگتے ہیں تو اسی لئے کہ مغضوب اور ضالّ نہ بن جائیں۔ لہٰذا جب صراطِ مستقیم کیلئے دُعا مانگتے ہیں تو اس کے معنے بجز اس کے کچھ نہیں ہو سکتے کہ آپ منعم علیہ گروہ کے انعامات طلب کرتے ہیں جو نبوت۔ صدیقیت۔ شہادت اور صالحیت ہیں۔ پس آپ اُمت کے لئے نبوت بھی طلب کرتے ہیں۔

میرے استدلال کو سُنکر مولوی صاحب موصوف کے ثالث نے مجھے کہا کہ اب آپ بیٹھ جائیں۔ مَیں مولوی صاحب سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ پھر وہ مولوی صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن سے پوچھنے لگے کہ مولوی صاحب! کیا آپ درود شریف میں آلِ محمدؐ کے لئے حلوہ مانڈہ طلب کیا کرتے ہیں یا کچھ روحانی نعمتیں؟ مولوی صاحب نے فرمایا۔ نہیں رُوحانی نعمتیں طلب کرتا ہوں اِس پر ثالث صاحب نے ان سے دوسرا سوال کیا کہ کیا آپ آلِ محمدؐ کے لئے وہی رحمتیں اور برکتیں طلب کرتے ہیں جو آلِ ابراہیم کو ملیں یا کچھ اور؟ مولوی صاحب موصوف فرمانے لگے۔ وہی رحمتیں اور برکتیں طلب کرتا ہوں۔ اِس پر ثالث صاحب نے پوچھا کہ اچھا مولوی صاحب فرمایئے۔ آلِ ابراہیمؑ کو کون کونسی رحمتیں اور برکتیں ملیں؟ مولوی صاحب نے کہا کہ آلِ ابراہیمؑ میں بڑے بڑے اولیاء کرام پیدا ہوئے۔ اِس پر اُن کے ثالث نے کہا کہ الحمدللہ تو پھر درود شریف کی دُعا سے آلِ محمدؐ میں بھی بڑے بڑے اولیاء ہونے چاہئیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر ثالث نے سوال کیا۔ اچھا فرمایئے۔ آلِ ابراہیمؑ کو اَور کیا کیا رحمتیں اور برکتیں ملیں؟ مولوی صاحب کہنے لگے۔ اُن میں بڑے بڑے

مقربین بارگاہِ الٰہی پیدا ہوئے۔ اِس پر ثالث نے کہا کہ پھر درود شریف کی دُعا سے آلِ محمدؐ میں بھی مقربینِ بارگاہِ الٰہی پیدا ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اِس پر مولوی صاحب فرمانے لگے۔ ہو سکتے ہیں۔ آخر ثالث نے کہا۔ اچھا مولوی صاحب یہ بھی بتائیے کہ آلِ ابراہیمؑ میں کوئی نبی بھی ہوا ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہاں نبی بھی ہوئے ہیں۔ اِسپر ثالث نے فی الفور کہا۔ کہ اچھا مولوی صاحب اگر یہ بات ہے تو پھر مَیں آپ کے خلاف اور قاضی محمد نذیر کے حق میں ڈگری دیتا ہوں۔ کیونکہ جب آلِ ابراہیمؑ میں نبی ہوتے رہے تو آلِ محمدؐ میں بھی نبی ہونے چاہئیں۔ اِس پر مولوی صاحب بڑے پریشان ہوئے اور ایک عجیب عالم میں فرمانے لگے کہ یہ شخص مرزائیوں سے مِل گیا ہے۔ اِس پر مَیں اُٹھا اور مَیں نے کہا کہ مولوی صاحب سچ فرماتے ہیں۔ کل یہ صاحب مولوی صاحب سے ملے ہوئے تھے۔ اور آج مَیں نے احمدیت کے دلائل کی قوت سے اِن کو اپنے ساتھ مِلا لیا ہے۔ آخر ثالث صاحب کو از روئے انصاف ایک کے ساتھ ہی مِلنا چاہیئے تھا۔ مَیں نے اِن کو رشوت دیکر تو اپنے ساتھ نہیں ملایا۔ اگر آپ سے کچھ جواب بن سکتا ہے تو اپنے ثالث کی تسلّی کر دیں۔ یہ ثالث جن کا نام رائے خان محمدؐ صاحب بھٹی ہے۔ کوٹ سلطان کے نمبردار ہیں اور تعلیم یافتہ آدمی ہیں۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے اب احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں اور اپنی قوم میں سے سلسلہ احمدیہ کے ایک سرگرم ممبر ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ کا درود شریف سے اُمت میں نبی ہونیکا استدلال

درود شریف سے جو استدلال میں نے پیش کیا ہے یہی استدلال حضرت شیخ اکبر

محی الدین ابن عربیؒ نے اپنی کتاب فتوحاتِ مکیہ جلد اوّل کے صفحہ ۵۶۹ و ۵۷۰ پر بڑی تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ چنانچہ شروع میں وہ یہ بتاتے ہیں کہ آلِ محمدؐ سے کیا مُراد ہے۔ فرماتے ہیں :۔

"وَ اعْلَمْ اَنَّ اٰلَ الرَّجُلِ فِیْ لُغَةِ الْعَرَبِ هُمْ خَاصَّتُهُ الْاَقْرَبُوْنَ اِلَيْهِ وَخَاصَّةُ الْاَنْبِيَاءِ وَ اٰلُهُمْ هُمُ الصَّالِحُوْنَ الْعُلَمَاءُ بِاللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔"

یعنی جان لو کہ عربی زبان میں ایک آدمی کی آل سے مراد اُسکے خاص اقارب ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کے خواص اور اُن کی آل مومنوں میں سے صالح علماء باللہ ہوتے ہیں۔

پھر پوری تفصیل کے ساتھ بحث کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں :۔

"فَكَانَ مِنْ كَمَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَنْ اَلْحَقَ اٰلَهٗ بِالْاَنْبِيَاءِ فِی الرُّتْبَةِ۔ وَزَادَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ بِاَنَّ شَرْعَهٗ لَا يُنْسَخُ۔"

یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے کہ آپ نے درود شریف کی دُعا کے ذریعہ اپنی آل کو رُتبہ میں انبیاء سے ملا دیا اور ابراہیمؑ سے بڑھ کر آپ کو یہ بات حاصل ہوئی کہ آپؐ کی شریعت منسوخ نہ ہوگی۔ اور پھر آگے چل کر فرماتے ہیں :۔

"فَقَطَعْنَا اَنَّ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مَنْ لَحِقَتْ دَرَجَتُهٗ دَرَجَةَ الْاَنْبِيَاءِ فِی النُّبُوَّةِ عِنْدَ اللّٰهِ لَا فِی التَّشْرِيْعِ۔" فتوحات مکیہ جلد اوّل صفحہ ۵۶۹ و ۵۷۰

"ہم نے قطعی طور پر جان لیا ہے کہ اس امّت میں وہ شخص بھی ہیں۔
جن کا درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبوّت میں انبیاء سے مل گیا ہے
نہ کہ شریعت لانے میں"۔

شیعوں کے بزرگوں کا استدلال!

شیعہ اصحاب کے ائمہ بھی درود شریف سے یہی استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ
ابوجعفر ابراہیمی نسل کی نعمتوں (الرسل والانبیاء والاولیاء) کے ذکر پر فرماتے ہیں:۔

"فَکَیْفَ یُقِرُّوْنَ فِیْ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَیُنْکِرُوْنَہٗ
فِیْ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ"۔

(الصافی شرح اصول الکافی جزو ۲ صفحہ ۱۱۷ و ایضاً صفحہ ۱۱۹)

یعنی کس طرح یہ لوگ آلِ ابراہیمؑ میں تو رُسل وانبیاء اور ائمہ کے
پائے جانے کا اقرار کرتے ہیں لیکن آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں
اِن نعمتوں کے پائے جانے کے منکر ہیں۔

آلِ محمدؐ سے مراد!

امام جعفر صادقؒ آلِ محمدؐ میں اُمت کو بھی شامل کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"وَالْاُمَّۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ صَدَّقُوْا مَا جَاءَ بِہٖ مِنْ عِنْدِ
اللّٰہِ الْمُتَمَسِّکُوْنَ بِالثَّقَلَیْنِ۔" (تفسیر صافی زیر آیت
اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا سورۃ آلِ عمران ع ۱۱)

کہ مومنوں کا گروہ بھی جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی اور شریعت
کی تصدیق کی ہے اور ثقلین سے تمسک کیا ہے آلِ محمدؐ میں شامل ہیں۔

پس اُمتِ محمدیہ کے اندر نبوت کو حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی طرح شیعہ بزرگ نے بھی جاری اور ساری تسلیم کیا ہے۔

اَنْبِیَاءُ الْاَوْلِیَاءِ والی نبوت کی شان اور مسیح موعودؑ کا مرتبہ

بالآخر یہ بات یاد رہے کہ یہ انبیاء الاولیاء والی نبوت بزرگانِ اُمت کے نزدیک کوئی ادنیٰ قسم کی نبوت نہیں۔ حضرت پیرِ پیران شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے اِس مقام کے پانے والے کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا حق انبیاء سے برابر کا ہے اور حضرت محی الدین ابن عربیؒ اس مرتبہ کے پانے والوں کو نبوتِ مطلقہ کا حامل قرار دیتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں:۔

"یَنْزِلُ وَلِیًّا ذَا نُبُوَّۃٍ مُطْلَقَۃٍ یَشْرَکُہٗ فِیْھَا الْاَوْلِیَاءُ الْمُحَمَّدِیُّوْنَ فَھُوَ مِنَّا وَھُوَ سَیِّدُنَا۔" (فتوحات مکیہ جلد ۲ ص۴۹)

یعنی مسیح علیہ السلام نازل ہونگے تو وہ ایسے ولی ہونگے جنہیں نبوتِ مطلقہ حاصل ہوگی۔ اور اس نبوتِ مطلقہ میں اُن کے ساتھ خاص خاص محمدی اولیاء بھی شریک ہیں۔ پس وہ ہم میں سے ہیں اور ہمارے سردار ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:۔

"عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَنْزِلُ فِیْنَا حَکَمًا مِنْ غَیْرِ تَشْرِیْعٍ وَھُوَ نَبِیٌّ بِلَا شَکٍّ۔"

(فتوحاتِ مکیہ جلد اول ص۵۷۰)

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہم میں حکَم ہو کر نازل ہونگے بغیر نبی شریعت کے اور وہ بلا شبہ نبی ہونگے۔

پس انبیاء الاولیاء کا مقام جو حضرت محی الدین ابن عربیؒ امت میں جاری مانتے ہیں یہ نبوتِ مطلقہ کا مقام ہے جو اُن کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حاصل ہو گا جن کو وہ نازل ہونے کے وقت بلاشبہ غیر تشریعی نبی قرار دیتے ہیں۔

ہاں ایک بات کا واضح کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درود شریف کے ذریعہ درجۂ نبوت پانیوالے افرادِ امت کی نبوت مخفی ہے اور قیامت کو ظاہر ہو گی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ مسیح موعود علیہ السلام کا اِن انبیاء الاولیاء سے ایک واضح امتیاز بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ انہیں نبوۃ الاختصاص حاصل ہو گی۔

مسیح موعود کا اختصاص بالنّبوّۃ

وہ لکھتے ہیں:۔

"فَكَانَ اَوَّلَ هٰذَا الْاَمْرِ نَبِيٌّ وَهُوَ اٰدَمُ وَاٰخِرَهٗ نَبِيٌّ وَهُوَ عِيْسٰى اَعْنِيْ نُبُوَّةَ الْاِخْتِصَاصِ فَيَكُوْنُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَشْرَانِ۔ حَشْرٌ مَعَنَا وَحَشْرٌ مَعَ الرُّسُلِ وَحَشْرٌ مَعَ الْاَنْبِيَاءِ۔" (فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۴۹)

ترجمہ:۔ اس امر کے اول میں ایک نبی ہے اور وہ آدم علیہ السلام ہیں اور اس کے آخر میں ایک نبی ہے اور وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وہ بالاختصاص نبی ہونگے۔ پس قیامت کے دن اُن کے دو حشر ہونگے

ایک حشر ہم امتیوں کے ساتھ۔ اور دوسرا حشر رسولوں اور انبیاء کے ساتھ۔
اِس اختصاص بالنّبوّۃ سے مراد اُن کی یہی ہو سکتی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام اپنی نبوت کا مامور ہونیکی وجہ سے اعلان کرینگے اور دوسرے امتی انبیاء الاولیاء کو مامور نہ ہونے کی وجہ سے اعلان کا حق نہیں دیا گیا۔ گو مرتبۂ نبوت ان کو حاصل ہے پس ان دوسرے انبیاء الاولیاء میں یہ ماموریت والی جُزو کم ہو گی۔ مسیح موعودؑ کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اُسے خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بخاری شریف کی حدیث میں اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کہہ کر امّتی قرار دیا ہے اور مسلم شریف کی حدیث کے مطابق چار دفعہ نبی اللہ بھی قرار دیا ہے۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے بھی آپکو نبی کے لقب سے مشرّف فرمایا ہے۔

بانیٔ سِلسلۂ احمدیہ کے نزدیک اپنی خصوصیت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ سِلسلۂ احمدیہ اپنے اِس اختصاص بالنّبوّۃ کو یوں بیان فرماتے ہیں :۔

"غرض اِس حصّۂ کثیر وحیٔ الٰہی اور امورِ غیبیہ میں اِس امت میں سے مَیں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں انکو یہ حصّۂ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کیلئے مَیں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اِس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرتِ وحی اور کثرتِ امورِ غیبیہ اس میں شرط ہے

اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی - اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی - کیونکہ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پا لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا - اس لئے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا - تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے -" (حقیقۃ الوحی صـ ۳۹۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسجگہ اپنے اختصاص بالنبوۃ کی دو وجہیں بیان فرمائی ہیں - ایک وجہ یہ ہے کہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امور غیبیہ کی نعمت کو علی وجہ الکمال امت میں سے صرف آپ نے پایا ہے - دوسرے صلحاء امت میں اس نعمت کے پانے میں مصلحتِ الٰہی کے ماتحت جزوی کمی رہی ہے - دوسری وجہ یہ ہے کہ پیشگوئی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اللہ کے نام سے ذکر فرمایا ہے نہ کسی اور امتی کو -

انبیاء الاولیاء صرف محدثین ہی نہیں بلکہ غیر تشریعی انبیاء بھی ہیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے انبیاء الاولیاء صرف محدثین امت کو قرار دیا ہے - مگر یہ بات سراسر غلط ہے حقیقت یہ ہے کہ تمام غیر تشریعی

نبی جو نبوتِ مطلقہ کے حامل ہوتے ہیں اُن کے نزدیک انبیاء الاولیاء ہیں اور محدثین نبوتِ مطلقہ کو جزوی طور پر حاصل کرتے ہیں۔

محدّث اور نبی میں فرق

چنانچہ نبی اور محدّث کا فرق بیان کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:۔

"مَا الْفَرقُ بَیْنَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُحَدَّثِیْنَ۔ اَلْجَوَابُ التَّکْلِیْفُ۔ فَاِنَّ النُّبُوَّۃَ لَا بُدَّ فِیْھَا مِنْ عِلْمِ التَّکْلِیْفِ وَلَا تَکْلِیْفَ فِیْ حَدِیْثِ الْمُحَدَّثِیْنَ جُمْلَۃً وَرَاْسًا ھٰذَا اِنْ اَرَادَ اَنْبِیَاءَ التَّشْرِیْعِ۔ فَاِنْ اَرَادَ اَصْحَابَ النُّبُوَّۃِ الْمُطْلَقَۃِ فَالْمُحَدَّثُوْنَ اَصْحَابُ جُزْءٍ مِّنْھَا۔ فَالنَّبِیُّ الَّذِیْ لَا شَرْعَ لَہٗ فِیْمَا یُوْحٰی اِلَیْہِ بِہٖ ھُوَ رَاْسُ الْاَوْلِیَاءِ وَجَامِعُ الْمَقَامَاتِ مَقَامَاتِ مَا تَقْتَضِیْہِ الْاَسْمَاءُ الْاِلٰھِیَّۃُ مِمَّا لَا شَرْعَ فِیْہِ مِنْ شَرَائِعِ اَنْبِیَاءِ التَّشْرِیْعِ وَالْمُحَدَّثُ مَالَہٗ سِوَی الْحَدِیْثِ وَمَا یُنْتِجُہٗ مِنَ الْاُمُوْرِ وَالْاَعْمَالِ وَالْمَقَامَاتِ۔ فَکُلُّ نَبِیٍّ مُحَدَّثٌ وَمَا کُلُّ مُحَدَّثٍ نَبِیٌّ وَھُوْلَاءِ ھُمْ اَنْبِیَاءُ الْاَوْلِیَاءِ وَاَمَّا الْاَنْبِیَاءُ الَّذِیْنَ لَھُمُ الشَّرَائِعُ فَلَا بُدَّ مِنْ تَنَزُّلِ الْاَرْوَاحِ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ بِالْاَمْرِ وَالنَّھْیِ۔"

ترجمہ:۔ اس سوال کا جواب کہ محدثین اور نبیوں میں

کیا فرق ہے جواب یہ ہے کہ نبوت میں ایسا علم ہوتا ہے جس کے انسان مکلّف کئے جاتے ہیں اور محدّثین کی حدیثوں کا انہیں بالکل مکلّف نہیں کیا جاتا۔ یہ فرق تشریعی انبیاء کے مقابلہ پر ہے۔ لیکن اگر اصحاب نبوتِ مطلقہ مراد لیں تو محدّث اس کے اصحاب جزو ہیں۔ پس وہ نبی جو غیر تشریعی ہو وہ رأس الاولیاء ہوتا ہے اور جامع المقامات یعنی ان مقامات کا جامع جن کو وہ اسماءِ الٰہیہ چاہتے ہیں جن میں شریعت نہیں ہے۔ محدّث کو صرف تحدیث اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے امور اور اعمال اور مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ پس ہر نبی ضرور محدّث ہوتا ہے اور ہر محدّث نبی نہیں ہوتا۔ اور یہ سب انبیاء الاولیاء ہیں۔ لیکن وہ نبی جو نئی شریعتیں رکھتے ہیں اُن کے دلوں پر ارواحِ ملائکہ اوامر نواہی کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۷۹ و ۸۷ بلحاظ ایڈیشن مختلف)

حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے اسجگہ نبی الاولیاء کی اصطلاح کو غیر تشریعی انبیاء اور محدّثین میں اس طرح مشترک قرار دیا ہے کہ غیر تشریعی انبیاء تو نبوتِ مطلقہ کو کامل طور پر رکھتے ہیں اور محدّثین جزوی طور پر۔ پس محدّثین پر انبیاء الاولیاء کی اصطلاح کا اطلاق نبوتِ مطلقہ کے لحاظ سے جزوی طور پر ہوگا اور غیر تشریعی انبیاء الاولیاء نبوتِ مطلقہ کے پورے حقدار ہونگے۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہ فرق ملحوظ رکھنے سے وہ شبہ بالکل زائل ہو جاتا ہے جو بعض لوگوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ محدثیت کو غیر تشریعی نبوت قرار دیتے ہیں۔ میں بتا چکا ہوں کہ وہ مسیح موعود علیہ السلام کو بنبوّۃ الاختصاص نبوتِ مطلقہ کا حامل اور بلا شک غیر تشریعی نبی قرار دیتے ہیں اور پھر اس کے لئے نبی الاولیاء کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں۔ پس نبوت الولایت علیٰ وجہ الکمال حاصل ہو تو ان کے نزدیک نبوتِ مطلقہ کی قسم غیر تشریعی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبدالکریم جیلانیؒ اپنی کتاب "الانسان الکامل" میں تحریر فرماتے ہیں :-

"اِنَّ کَثِیْرًا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ نُبُوَّتُہٗ نُبُوَّۃُ الْوَلَایَۃِ کَالْخِضْرِ فِیْ بَعْضِ الْاَقْوَالِ وَکَعِیْسٰی اِذَا نَزَلَ اِلَی الدُّنْیَا فَاِنَّہٗ لَا یَکُوْنُ لَہٗ نُبُوَّۃُ تَشْرِیْعٍ وَکَغَیْرِہٖ مِنْ بَنِیْ اِسْرَاءِیْلَ۔" (الانسان الکامل صفحہ ۸۴)

یعنی بہت سے انبیاء کی نبوت نبوت الولایت ہی تھی جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت بعض اقوال میں اور جیسا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت۔ جب وہ دنیا کی طرف نازل ہونگے تو اُن کی نبوت تشریعی نہیں ہوگی اور اسی طرح بہت سے بنی اسرائیل کا حال ہے۔ یعنی ان کی نبوت نبوت الولایت تھی نہ کہ تشریعی نبوت۔

پھر وہ تحریر فرماتے ہیں :-

"کُلُّ نَبِیٍّ وَلَایَۃٍ اَفْضَلُ مِنَ الْوَلِیِّ مُطْلَقًا وَمِنْ ثَمَّ

قِيْلَ بَدَايَةُ النَّبِيِّ نِهَايَةُ الْوَلِيِّ فَافْهَمْ وَتَأَمَّلْهُ فَإِنَّهُ قَدْ خَفِيَ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ اَهْلِ مِلَّتِنَا۔" (الانسان الکامل ص۸۴)

یعنی ہر "نبیٔ ولایت" مطلق ولی سے افضل ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ نبی کا آغاز ولی کی انتہاء ہے۔ پس (اس نکتہ کو) سمجھ لو۔ اور اس میں غور کرو کیونکہ یہ ہمارے بہت سے اہلِ ملّت پر مخفی رہا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ علمائے ربّانی کے نزدیک بہت سے انبیاء بنی اسرائیل بھی نبی الاولیاء تھے۔ اور ان کی نبوت "نبوت الولایت" تھی۔ یعنی وہ غیر تشریعی انبیاء تھے۔ یہ سب غیر تشریعی نبی اور امتِ محمدیہ کے انبیاء الاولیاء بھی مطلق اولیاء سے افضل ہیں۔ اور امتِ محمدیہ کا مسیح موعود بھی نبی الاولیاء ہے تشریعی نبی نہیں۔ ان علمائے ربّانی نے چونکہ بنی اسرائیل کے غیر تشریعی انبیاء کو جو مستقل نبی تھے انبیاء الاولیاء ہی قرار دیا ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "نبی الاولیاء" کی اصطلاح کی بجائے اپنے لئے "امتی نبی" یا "ظلّی نبی" کی اصطلاح اختیار فرمائی ہے تا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی اور آپؐ کے افاضۂ روحانیہ پر دلیل رہے۔ امتی نبی اور ظلّی نبی کی اصطلاح میں انبیاء الاولیاء کی اصطلاح کی نسبت زیادہ احتیاط ہے۔ اس لئے کہ امتی نبی اور ظلّی نبی کی اصطلاح استعمال کی جانے سے کسی شخص کو یہ اشتباہ پیدا نہیں ہو سکتا کہ یہ شخص مستقلّہ نبوت کا مدعی ہے بلکہ اس دعویٰ سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیتِ کمالات اور افاضۂ کاملہ

کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

اَلْمُبَشِّرَات نبوتِ مطلقہ ہیں

میں بتا چکا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ (صحیح بخاری کتاب التعبیر) کہ النّبوّۃ میں سے مبشرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ اسجگہ المبشّرات سے مراد نبوت کی ہی ایک نوع ہے اور حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نبوتِ مطلقہ کی اقسام میں سے اب صرف المبشرات والی نبوت جو نبوت غیر تشریعی ہے باقی ہے اور تشریعی نبوت کی اب ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ قرآن مجید نے شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اسی نبوت کو صوفیاء کرام نبوت الولایت قرار دیتے ہیں اور اس نبوت کا دروازہ بموجب حدیث ہذا امت محمدیہ کے لئے قیامت تک کھلا قرار دیتے ہیں۔

رؤیا المومن کی تشریح

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت میں سے المبشرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا تو صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ المبشرات کیا ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مومن کی رؤیائے صالحہ ہیں۔ اس جواب سے ظاہر ہے کہ المبشّرات صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والے یا دوسرے لفظوں میں آپؐ کے امتی کو ہی مل سکتی ہیں۔ المبشرات کو رؤیائے صالحہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ یا عام مومنوں کے لحاظ سے فرمایا ہے ورنہ اس جگہ رؤیا کے لفظ کو اس کے وسیع معنوں میں لیا جانا چاہیئے جن میں مومنوں کی خوابوں کے علاوہ مکاشفاتِ صحیحہ

اور وحی غیر تشریعی بھی داخل ہے۔ کیونکہ محدثینِ امت کے تجارب سے مکاشفاتِ الٰہیہ کے علاوہ ان پر وحی والہام کا نزول بھی ثابت ہے۔ حضرت مجدد الفِ ثانیؒ بموجب حدیث نبوی محدَّث کے لئے کثرت سے خدا کی ہمکلامی کا شرف پانا بیان فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو مکتوبات جلد اول مکتوب ۵۱) اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے :-

"اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ (حٰمٓ السجدہ ع ۴)

یعنی جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے اور اس پر استقامت دکھائی۔ اُن پر خدا تعالیٰ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں (ان بشارتوں کے ساتھ) کہ تم کوئی خوف نہ کرو اور غم نہ کرو۔ اور اس جنت (یعنی کامیاب زندگی) کی بشارت پاؤ جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ (فرشتے انہیں کہتے ہیں) ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے مددگار ہیں اور آخرت میں بھی مددگار ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ملائکہ کے ذریعے خدا تعالیٰ کا کلام استقامت دکھانے والے مومنوں پر نازل ہوتا ہے۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے ملائکہ کے اس نزول کو نبوتِ عامہ قرار دیا ہے (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۲) اور آیت ہذا کی روشنی میں وہ نبوت کا دروازہ تا قیامت کھلا قرار دیتے ہیں چنانچہ

تحریر فرماتے ہیں :-

"فَالنُّبُوَّةُ سَارِيَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي الْخَلْقِ وَ اِنْ كَانَ التَّشْرِيْعُ قَدِ انْقَطَعَ فَالتَّشْرِيْعُ جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ ۔" (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ ص۱ باب ۷۳، ۸۲)

یعنی نبوت قیامت تک مخلوق میں جاری ہے گو تشریعی نبوت منقطع ہوگئی ہے۔ پس شریعت کا لانا نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

پھر وہ شریعت لانے کو نبوت کی ایک جزوِ عارض قرار دیتے ہیں نہ کہ جزوِ ذاتی (فتوحات مکیہ جلد اول ص۵۷۰) اور نبوت ان کے نزدیک صرف اخبارِ الٰہی کا نام ہے (فتوحات مکیہ جلد ۲ سوال ۱۸۸) اور اس نبوت کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ اخبارِ الٰہی کا منقطع ہونا ایک امر محال ہے کیونکہ اگر یہ منقطع ہوجائیں تو دنیا کے لئے کوئی روحانی غذا نہیں رہے گی جس سے وہ اپنے روحانی وجود کو باقی رکھ سکے (فتوحات مکیہ جلد ۲ ص۱ باب ۳، ۸۲) یہ سب حوالہ جات قبل ازیں ان کی عربی عبارات میں بیان ہو چکے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم لوگوں سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ تھے جن سے خدا ہمکلام ہوتا رہا ہے۔ میری امت میں کوئی ایسا ہے تو حضرت عمرؓ ضرور ایسے ہیں (صحیح بخاری مناقب عمرؓ) اس حدیث کے رو سے محدثین امت خدا کی ہمکلامی کا شرف پاتے رہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا المبشرات کی تشریح میں صحابہؓ کی دریافت پر اسے رؤیا صالحہ قرار دینا اگر صحابہؓ یا عام

مومنوں کے لحاظ سے نہ سمجھا جائے تو پھر اولیاء اللہ کے تجارب اور قرآنی آیت
اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ الخ
اور حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کی اس آیت کی تفسیر کے لحاظ سے رؤیا
کے لفظ کو وسیع معنوں میں لینا ضروری ہوگا۔ اور مکاشفات صحیحہ اور الہام
و وحی پر بھی مشتمل قرار دینا ہوگا۔ یہ مکاشفاتِ صحیحہ اور وحی و الہام جنکے نزول کا
شرف اولیاء اللہ اور محدثینِ امت کو ہوتا رہا۔ سب المبشرات میں داخل
قرار دینا ضروری ہونگے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المبشرات کے سوا
نبوت میں سے کچھ بھی باقی قرار نہیں دیا۔ پس مسیح موعود کی نبوت اور وحی بھی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور افاضۂ روحانیہ کے واسطہ سے المبشرات
کا حامل ہونے کی وجہ سے ہوگی۔ اور یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے مسیح موعود کو المبشرات کی وجہ سے ہی نبی اللہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ جو نبوت
منقطع ہو چکی اس کا حامل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی ظاہر نہیں
ہو سکتا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو روایت مندرجہ
صحیح مسلم باب خروج الدجال میں چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے اور اس پر وحی کے
نزول کا ذکر بھی فرمایا ہے تو پھر المبشرات کو صرف سچی خوابوں تک محدود ماننا
ہرگز درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کی دریافت پر المبشرات
کو رؤیا صالحہ قرار دینا یا تو صحابہؓ اور عام مومنوں کے لحاظ سے ہے نہ کہ محدثینِ امت
یا مسیح موعود کے لحاظ سے۔ کیونکہ ان کا مکالمۂ الٰہیہ کا شرف پانا خود آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلّم ہے۔

حضرت ابن عباسؓ جیسے جلیل القدر مفسرؒ نے قرآنی آیت مَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء پر چسپاں کیا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات رات بیت المقدس کی سیر کی - اور انبیاء کی امامت کرائی - اِس اسراء میں جبرائیل علیہ السلام شروع سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپؐ سے مکالمہ کرتے رہے اور آخر میں آپ کو اسراء کے واقعات کی تعبیر بھی بتائی - پس اسراء رؤیا تھا اور اِس میں وحی الٰہی کا سلسلہ بھی جاری تھا یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ رؤیا کا لفظ اپنی ذات میں وسیع معنے بھی رکھتا ہے اور وحی الٰہی پر بھی مشتمل ہوتا ہے - کیونکہ جبرائیل کی گفتگو بہرحال وحی الٰہی ہی تھی -

نبوت کے چھیالیسویں حصہ کی تشریح

المبشّرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں رؤیا صالحہ اور پھر رؤیا صالحہ کو ایک حدیث میں نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا ہے - اِس سے آپ کی یہ مراد نہیں کہ یہ المبشّرات غیر تشریعی نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں - کیونکہ المبشّرات کو پانے کی وجہ سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کے مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیا ہے - اور یہ نہیں فرمایا کہ اسکی نبوتِ غیر تشریعی نبوتِ کاملہ نہیں ہوگی - ہاں المبشّرات کو نبوتِ تشریعی کا جزو تو قرار دیا جا سکتا ہے - مگر چونکہ شریعت نبوت پر امرِ عارض ہے نہ کہ جزوِ ذاتی - اس لئے غیر تشریعی نبوت اپنی ذات میں نبوتِ کاملہ ہوتی ہے جیسا کہ قبل ازیں حضرت محی الدین ابن عربیؒ وغیرہ بزرگانِ امت کے اقوال سے

ثابت کیا جاچکا ہے کہ نبوتِ مطلقہ کے لئے شریعت کا لانا ضروری نہیں۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ اور ان کے تتبع میں امام عبدالوہاب شعرانیؒ کے نزدیک رؤیا صالحہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا چھیالیسواں حصہ اپنی نبوتِ تامہ کاملہ کے زمانہ کے لحاظ سے قرار دیا ہے۔ نبوتِ تامہ کاملہ محمدیہ کا زمانہ ۲۳ سال ہے اور اس کے چھیالیس حصے بنائیں تو چھیالیسواں حصہ چھ ماہ بنتے ہیںؑ۔ یہ زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا رؤیا صالحہ اور مکاشفاتِ صحیحہ مشتمل بر امورِ غیبیہ کثیرہ والی وحی کا زمانہ ہے اور یہ نبوتِ مطلقہ کا ہی زمانہ ہے جس کے بعد آپؐ پر شریعت نازل ہونی شروع ہوئی۔ آپؐ کی رؤیا صالحہ کو صحیح بخاری کی ایک حدیث میں وحی ہی قرار دیا گیا ہے۔ سو جو نبوت آپؐ کو شریعت نازل ہونے سے پہلے اس چھ ماہ کے عرصہ میں حاصل تھی۔ وہ نبوتِ مطلقہ بہرحال تھی اور نبوتِ مطلقہ آپؐ کے بعد بزرگانِ امّت کے نزدیک جاری ہے اور تشریعی نبوت منقطع ہو چکی ہے۔

پس یہ حدیث لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ بتا رہی ہے کہ بابِ نبوت من کل الوجوہ بند نہیں بلکہ ایک قسم کی نبوت کے لئے جو المبشّرات کی حامل ہوتی ہے یہ دروازہ کھلا ہے۔ اس میں سے علیٰ قدرِ مراتب مومنین اور اولیاء اللہ اور محدّثین و مجدّدین امّت کو بھی حصہ ملتا ہے اور اسلام کے مجدّدِ اعظم مسیح موعودؑ

عـه حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۶۵ سوال عـه ۲۵ میں اسکی یہی وجہ تحریر کی ہے۔ اور پھر الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۴ میں امام شعرانی علیہ الرحمۃ نے بھی رؤیائے صالحہ کے نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہونے کی یہی وجہ تحریر فرمائی ہے منہ

وہدی معہود کو یہ نبوت علیٰ وجہ الکمال حاصل ہوئی ہے۔ اسی نبوت کے کامل طور پر حاصل کرنے کے لحاظ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعودؑ کو نبی اللہ قرار دیا ہے اور اسی بناء پر حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے نبی کے لفظ سے خطاب کیا ہے۔ پس شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک محدّثین نبوتِ مطلقہ کے اصحاب جزو ہیں۔ یعنی نبوتِ مطلقہ یا نبوت الولایت انہیں جزوی طور پر حاصل ہوتی ہے۔ شریعت کو نبوتِ مطلقہ پر وہ ایک امر عارض یعنی نبوتِ مطلقہ پر ایک زائد جزو غیر ذاتی قرار دیتے ہیں۔ نبوتِ مطلقہ اُن کے نزدیک امورِ غیبیہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :-

"لَیْسَتِ النُّبُوَّۃُ بِاَمْرٍ زَائِدٍ عَلَی الْاِخْبَارِ الْاِلٰہِیْ"

کہ نبوت خدا سے غیب کی خبریں ملنے سے زیادہ کوئی امر نہیں۔

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ سوال ۱۸۸)

علماءِ امت کے نزدیک مسیح موعود صاحبِ وحی ہوگا

ان کے نزدیک یہ اخبارِ الٰہی بذریعہ کشف والہام نازل ہوتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انبیاء الاولیاء والی نبوت بالاختصاص بصورت نبوتِ مطلقہ حاصل ہوگی جو المبشرات والی نبوت ہی ہے۔ اور اُن پر وحی نازل ہونے کے متعلق روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۶۵ میں ہے کہ اُن پر صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق وحی نازل ہوگی۔ چنانچہ لکھا ہے :-

"نَعَمْ یُوْحٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَحْیٌ حَقِیْقِیٌّ کَمَا فِیْ حَدِیْثِ مُسْلِمٍ"

بلکہ علامہ ابن حجر الہیثمی تو صاف لکھتے ہیں :-

"ذٰلِكَ الْوَحْيُ عَلٰى لِسَانِ جِبْرِيْلَ اِذْ هُوَ السَّفِيْرُ بَيْنَ اللّٰهِ وَاَنْبِيَآءِهٖ -"

کہ یہ وحی جبریل کی زبان سے نازل ہوگی - کیونکہ انبیاء اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وہی سفیر ہے۔" (روح المعانی جلد ۷، ص ۶۵)

پھر وہ لکھتے ہیں :-

"حَدِيْثُ لَا وَحْيَ بَعْدَ مَوْتِيْ بَاطِلٌ وَمَا اشْتَهَرَ اَنَّ جِبْرِيْلَ لَا يَنْزِلُ اِلَى الْاَرْضِ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ لَا اَصْلَ لَهٗ -"

(روح المعانی جلد ۷ ص ۶۵)

یعنی حدیث لَا وَحْيَ بَعْدَ مَوْتِيْ جھوٹی ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ جبریلؑ نبی کریمؐ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زمین پر نازل نہیں ہونگے یہ بے اصل ہے -

نواب صدیق حسن خان صاحب بھی حجج الکرامۃ ص ۴۳۱ میں یہی باتیں بیان کرتے ہیں - چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

"ظاہر آن است آرندۂ وحی بسوئے او جبریل باشد بلکہ ہمیں یقین داریم - دراں تردد نمے کنیم چہ جبریل سفیر خدا است درمیان انبیاء علیہم السلام - فرشتۂ دیگر برائے ایں کار معروف نیست -"

یعنی مسیح موعود کی طرف وحی لانے والا فرشتہ جبرئیلؑ ہوگا۔ کیونکہ جبرئیلؑ ہی خدا تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان سفیر ہے۔ کوئی اور فرشتہ اس کام کے لئے معروف نہیں۔

تشریعی نبی اور غیر تشریعی نبی کی وحی میں فرق

پھر شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے نزدیک مبشرات والی غیر تشریعی نبوت اور تشریعی نبوت میں فرق فرشتہ کے نازل ہونے میں نہیں بلکہ صرف کیفیّتِ وحی میں فرق ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :۔

"وَالْحَقُّ اَنَّ الْکَلَامَ فِی الْفَرْقِ بَیْنَھُمَا اِنَّمَا ھُوَ فِیْ کَیْفِیَّۃِ مَا یَنْزِلُ بِہِ الْمَلَکُ لَا فِیْ نُزُوْلِ الْمَلَکِ۔"

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۸۵)

یعنی سچی بات یہ ہے کہ دونوں تشریعی نبی اور غیر تشریعی نبی کی وحی میں فرق صرف اس وحی کی کیفیت میں ہوتا ہے جس کے ساتھ فرشتہ نازل ہوتا ہے فرشتہ کے نزول میں دونوں وحیوں میں کوئی فرق نہیں۔

گویا تشریعی نبی پر شریعت جدیدہ اور اخبارِ غیبیہ نازل ہوتی ہیں اور غیر تشریعی نبی کی وحی صرف اخبارِ غیبیہ پر مشتمل ہوتی ہے۔

ان بیانات سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود پر وحی بذریعہ جبرئیل نازل ہونا بھی محققین کو مسلّم ہے۔ پھر حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ فرماتے ہیں: "نبیوں کے کامل تابعداروں سے خدا انبیاء کی طرح بالمشافہ کلام بھی کرتا ہے۔" (دیکھو مکتوبات جلد ۲ مکتوب ۵۱ صفحہ ۹۹)

پس امتی پر کلام الٰہی کا نزول مسلّم ہے۔ پھر مسیح موعود کو المبشرات والی نبوت علیٰ وجہ الکمال حاصل ہے۔ اسی لئے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے اور اس پر وحی کا نزول بھی صحیح مسلم کی اسی حدیث سے ثابت ہے۔ پس صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ان دونوں حدیثوں کو ملا کر لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ کے وسیع معنے لینے کی صورت میں وحی الٰہی کو اُن میں داخل قرار دینا پڑتا ہے جو غیر تشریعی نبی کو حاصل ہوتی ہے۔ تشریعی نبی اور غیر تشریعی نبی کی وحی میں صرف کیفیتِ وحی کا فرق ہوتا ہے۔ تشریعی نبی کی وحی احکام جدیدہ پر اور امورِ غیبیہ کثیرہ پر مشتمل ہوتی ہے اور غیر تشریعی نبی کی وحی احکامِ جدیدہ پر مشتمل نہیں ہوتی بلکہ امورِ غیبیہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس پر شریعت جدیدہ پر مشتمل وحی نہیں آسکتی کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ہو چکی ہے فقط مبشرات والی کامل وحی آسکتی ہے۔ جو غیر تشریعی نبوت ہے پس حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے نزدیک تشریعی نبوت کے مقابلہ میں غیر تشریعی نبوت جو تمام غیر تشریعی انبیاء کو حاصل تھی جزوی حیثیت رکھتی ہے مگر وہ نبوت مطلقہ بہر حال ہوتی ہے اور محدثینِ امت نبوتِ مطلقہ کے جزوی طور پر حامل ہوتے ہیں۔ اور مسیح موعود نبوتِ مطلقہ کا پورے طور پر حامل ہے؛

شیخ اکبرؒ اور بعض صوفیاء کے نزدیک مسیح کا بروزی نزول

اور

مہدی اور مسیح ایک شخص

یہ بھی معلوم رہے کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کے بروزی نزول کے قائل ہیں چنانچہ وہ اپنی تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں :۔

"وَجَبَ نُزُوْلُهٗ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بِتَعَلُّقِهٖ بِبَدَنٍ اٰخَرَ۔"

(تفسیر شیخ اکبر محی الدین ابن عربی بر حاشیہ عرائس البیان صفحہ ۲۶۲)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آخری زمانہ میں کسی دوسرے بدن کے تعلق سے ہوگا (یعنی بروزی نزول ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً نہیں آئیں گے)

پھر اقتباس الانوار صفحہ ۵۲ پر بعض صوفیاء کا مذہب لکھا ہے :۔

"بعضے بر آنند کہ روحِ عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت از ہمیں بروز است مطابق ایں حدیث لَا مَهْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۲)"

ترجمہ :۔ بعض صوفیاء کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ کی روح (یعنی روحانیت) کا مہدی میں بروز ہوگا اور عیسیٰ کے نزول سے مطابق حدیث لَا مَهْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی (یعنی کوئی مہدی نہیں سوا عیسیٰ کے) یہی بروز مراد ہے۔

خریدۃ العجائب مصنفہ سراج الدین ابی حفص عمرو بن الوردی کے صفحہ ۲۱۴ میں لکھا ہے۔

ایک جماعت مسلمانوں کی یہ کہتی ہے کہ عیسیٰؑ کے نزول سے مراد یہ ہے کہ ایک ایسا شخص ظاہر ہوگا جو حضرت عیسیٰؑ سے اپنی بزرگی اور اپنے کمالات میں مشابہ ہوگا جس طرح کہ ایک آدمی کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ فرشتہ ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند احمد کی احادیث کی رو سے بھی مسیح موعود کا امتِ محمدیہ میں سے ہونا ضروری ہے

(۱) كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَ

اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ۔" (بخاری جلد ۲ باب نزول عیسیٰ ابن مریم صفحہ ۱۶۹ مصری)

یعنی تم کیسے ہو گے جب تم میں ابن مریم نازل ہو گا اور وہ تم میں سے تمہارا امام ہو گا (یعنی یہ مسیح امتِ محمدیہ کا ہی ایک فرد ہو گا۔)

گویا ابنِ مریم کا نام اُسے بطور استعارہ و بروز دیا گیا ہے کیونکہ دونوں میں مماثلتِ تامہ کا بیان مقصود ہے۔

(۲) صحیح مسلم کی حدیث میں بجائے اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کے فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ وارد ہے لہذا اس حدیث میں بھی صاف طور پر نازل ہونے والے مسیح کو امتِ محمدیہ کا ایک فرد قرار دیا گیا ہے۔

(۳) پھر مسند احمد بن حنبلؒ میں بھی واضح حدیث موجود ہے کہ:۔

"یُوْشِکُ مَنْ عَاشَ مِنْکُمْ اَنْ یَّلْقٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اِمَامًا مَّهْدِیًّا حَکَمًا عَدْلًا یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ۔" (جلد ۲ صفحہ ۴۱۱)

یعنی قریب ہے کہ جو تم میں سے زندہ ہو وہ عیسیٰ بن مریم کو امام مہدی اور حَکَم و عدل پائے۔ پس وہ صلیب کو توڑیگا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔

اِس حدیث میں مسیح کو ہی امام مہدی قرار دیا گیا ہے۔ پس مسیح اور امام مہدی دو شخص نہیں ایک ہی امتی فرد کو عیسیٰ اور امام مہدی قرار دیا گیا ہے۔ پس ان لوگوں کا مذہب درست ہے جو مہدی کو عیسیٰ کا بروز قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ کا صرف بروزی نزول مانتے ہیں نہ اصالتاً کیونکہ وہ اُنکے نزدیک وفات پا چکے ہیں۔

امام مہدی کا مرتبہ عظمیٰ

امام مہدی علیہ السلام کا مقام اور مرتبہ عبدالرزاق کاشانیؒ شرح فصوص الحکم میں یہ قرار دیتے ہیں کہ :-

"اَلْمَھْدِیُّ الَّذِیْ یَجِیْءُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ فَاِنَّہٗ یَکُوْنُ فِی الْاَحْکَامِ الشَّرْعِیَّةِ تَابِعًا لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِی الْمَعَارِفِ وَالْعِلْمِ وَالْحَقِیْقَةِ تَکُوْنُ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ تَابِعِیْنَ لَہٗ کُلُّھُمْ وَلَا یُنَاقِضُ مَا ذَکَرْنَاہُ لِاَنَّ بَاطِنَہٗ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔"

(شرح فصوص الحکم مطبوعہ مصر صـــ ۵۲-۵۳)

یعنی مہدی جو آخری زمانہ میں آئیگا وہ احکام شرعیہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوگا۔ اور معارف، علم اور حقیقت میں تمام انبیاء اور اولیاء سب کے سب اس کے تابع ہونگے کیونکہ مہدی کا باطن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہوگا۔ یعنی مہدی باطنی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات رکھنے والا ہوگا اور آپ کا کامل ظلّ اور بروز ہوگا۔

گویا مہدی عیسیٰ کا بروز بھی ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی بروزِ کامل ہے۔ پس جب مہدی اور مسیحؑ ایک امتی شخص ثابت ہوا تو اسکی

نبوت امتی نبوت ہوگی نہ کہ مستقل نبوت۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنا بروز کامل ہونے کی وجہ سے ہی حدیث میں نبی اللہ قرار دیا ہے۔

دعویٰ میں تدریج کا شُبہ

بعض لوگ شبہ پیش کرتے ہیں کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ میں تدریج پائی جاتی ہے۔ پہلے آپ اپنے آپ کو محدَّث کہتے رہے پھر نبی کہنا شروع کر دیا۔ یہ بات شبہ پیدا کرتی ہے۔

اس کے جواب میں واضح ہو کہ اگر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ میں تدریجی ترقی بھی تسلیم کی جائے تو یہ ہرگز کسی شبہ کا محل نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ امتّی چونکہ پیروی کے واسطہ سے مدارجِ کمال حاصل کرتا ہے اس لئے اگر بالفرض وہ ولایتِ عامہ سے زینہ بزینہ ترقی کر کے امتّی نبی کا کمال حاصل کرے تو یہ بات ہرگز قابلِ اعتراض نہیں کیونکہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کمالاتِ نبوت کے حصول کے دو طریق بیان فرمائے ہیں۔ اور دوسرا طریق یہ بیان فرمایا ہے کہ پہلے کمالاتِ ولایت کو بطور ظلّیت حاصل کر کے انسان ان کمالاتِ ولایت کے توسط سے کمالاتِ نبوت حاصل کرتا ہے اور مقامِ نبوت کو پاتا ہے۔ وہ اس راستہ کو شاہ راہ اور حصولِ مدارج کے لئے قریب ترین راستہ قرار دیتے ہیں۔ اور یہ فرماتے ہیں کہ اکثر انبیاء نے اسی طریق سے مقامِ نبوت حاصل کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

"راہِ دیگر آں است کہ بتوسط حصولِ ایں کمالاتِ ولایت

وصول بکمالاتِ نبوت میسر مے گردد - راہِ دوم شاہراہ است و اقرب است بوصول کہ بکمالاتِ نبوت رسد الا ما شاء اللہ - ایں راہ رفتہ است از انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام واصحاب ایشاں بہ تبعیت و وراثت۔" (مکتوبات جلد ا مکتوب ۳۰۱ ص ۴۳۲)

ترجمہ :- دوسری راہ یہ ہے کہ اُن کمالاتِ ولایت کے حصول کے واسطہ سے کمالاتِ نبوت تک پہنچنا میسر ہوتا ہے - یہ دوسری راہ شاہراہ ہے اور کمالاتِ نبوت تک پہنچنے کے لئے قریب ترین راہ ہے اور اسی راہ پر اکثر انبیاء کرام علیہم السلام اور اُن کے ساتھی پیروی اور وراثت سے چلے ہیں -

اِس سے ظاہر ہے کہ اگر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مدارج میں بھی بالفرض تدریج تسلیم کی جائے تو یہ جائے اعتراض نہیں - کیونکہ روحانی ترقی کا یہ بھی ایک طبعی طریق ہے - لہٰذا جس روحانی منزل پر پہنچنے کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہلے علم ہُوا پہلے آپ نے اِس کا اظہار کر دیا - پھر جب اگلی منزل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ اور موہبت الٰہی سے پہنچ گئے اور اللہ تعالےٰ نے اس دوسری منزل کا آپ پر انکشاف فرما دیا تو آپ نے اس کا اعلان فرما دیا - اگر بدظنی کو راہ دی جائے تو اس کے مواقع تو ہر قدم پر موجود ہوتے ہیں

تدریجی انکشاف میں حکمتِ الٰہی

دیکھئے مخالفینِ اسلام نے اعتراض کیا تھا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً کہ قرآن مجید

اس نبی پر یکدم کیوں نازل نہیں ہوا؟ کیونکہ وہ پہلے سن چکے تھے کہ تورات کے احکام چالیس دن میں نازل ہو گئے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کَذٰلِکَ لِنُثَبِّتَ بِہٖ فُؤَادَکَ کہ بات اسی طرح ہی ہے مگر قرآنِ مجید کے تدریجاً نازل کرنے سے نبی کے دل کو مضبوط کرنا مقصود ہے۔

چونکہ یہ عقیدہ مسلمانوں میں عام طور پر پھیلا ہوا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مصلحت کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر آپ کا مقام تدریجاً منکشف فرمایا۔ گو آپ ماموریت کے پہلے دن ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کامل اُمتی نبی تھے۔ اس طریق میں بنی نوع انسان پر خدا تعالیٰ کی ایک مہربانی اور عنایت کا ثبوت ملتا ہے تا اس طریق سے اُن کے دل مضبوط ہوں اور جب وہ ایک شخص کی صحبت میں رہ کر اس کی صداقت کو سمجھ جائیں اور اُس کے روحانی کمالات کا مشاہدہ کر لیں تو اُن کے لئے اُس کے اصل مرتبہ اور مقام کا سمجھنا آسان ہو جائے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی شان میں خدا تعالیٰ کے نزدیک پہلے دن سے ہی خاتم النبیین اور افضل النبیین تھے مگر خاتم النبیین کے مقام کے متعلق وحی آپؐ پر وفات سے چند سال ہی پہلے نازل ہوئی اور اُس وقت آپ نے اُمت کو اپنے اس مرتبہ سے آگاہ فرمایا پہلے اگر کوئی آپؐ کو خیر الناس کہہ دیتا تو آپؐ فرماتے ذَاکَ اِبْرَاھِیْمُ (صحیح مسلم جلد ۲ فضائل ابراہیمؑ) یہ ابراہیمؑ کا مقام ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ خاتم النبیین ہی کی شان و مرتبہ تھا کہ وہ خیر البریٰ ہوں۔ لیکن چونکہ ابھی آپؐ پر اپنا مرتبہ پورے طور پر منکشف

نہ ہوا تھا اس لئے آپؐ ایسا کہنے سے اُمت کو روکتے تھے۔ پھر ایک وقت آپؐ فرماتے ہیں۔ لَا تُخَیِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی (صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۰۹ مصری) کہ مجھے موسیٰؑ پر ترجیح مت دو۔ لیکن ایک وقت آپؐ پر ایسا آیا کہ آپؐ نے فرمایا اَنَا سَیِّدُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ النَّبِیِّیْنَ (فردوس دیلمی) کہ میں تمام پہلے اور پچھلے نبیوں کا سردار ہوں۔ اِنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ (دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۹) میں نبیوں کا قائد اور راہنما ہوں۔ نیز فرمایا فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ (صحیح مسلم باب الفضائل) کہ میں تمام نبیوں پر فضیلت دیا گیا ہوں۔ اور فرمایا۔ لَوْکَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ اگر موسیٰؑ زندہ ہوتا تو اُسے میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔

پس شان اور مقام کے متعلق تدریجاً انکشاف بھی ہرگز قابلِ اعتراض نہیں کیونکہ خاتم النبیین کے مقام کا انکشاف جو ضروریاتِ دین میں سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بعد میں ہوا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے شروع دعوئ ماموریت میں ہی نبی قرار دیا تھا۔ چونکہ ہر نبی محدَّث ضرور ہوتا ہے آپ نے نبی کے لفظ کو محدَّث اور جزوی نبی کے مفہوم میں سمجھا حالانکہ اس کے ساتھ ماموریت کا شمول آپ کو کامل امتی نبی ثابت کر رہا تھا مگر مصلحتِ الٰہی نے آپ کو اس سے ایک وقت تک نہ روکا جیسے مصلحتِ الٰہی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لَا تُخَیِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی کہنے سے نہ روکا تھا۔ بعد میں خدا تعالیٰ کی تصریح سے آپ نے محض محدَّثیت اور جزوی نبی کا استعمال ترک کر دیا اور امتی نبی کا لفظ صراحت سے اختیار فرما لیا۔ جس طرح رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں اپنی شان یہ بیان فرمائی کہ مَیں تمام انبیاء سے افضل ہوں۔ حالانکہ مکہ شریف میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بتادیا تھا کہ آپ کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ہیں۔ اور یہ امر آپؐ کی تمام انبیاء پر افضلیت کی دلیل تھا۔ مگر آپؐ نے اسے اجتہاداً وجہ فضیلت قرار نہ دیا۔ لیکن بعد میں جب خاتم النبیین کی آیت نازل ہوئی تو آپ نے اس بات کو بھی تمام انبیاء پر اپنی فضیلت کی وجہ قرار دیدیا۔ (دیکھو حدیث فضیلت علی الانبیاء صحیح مسلم باب الفضائل) اس میں ایک وجہ اپنی فضیلت انبیاء کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُرْسِلْتُ اِلَی کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بیان فرمائی ہے۔

پس خدا تعالیٰ کے مامورین ایسے امور میں بڑے محتاط ہوتے ہیں۔ بِن بُلائے نہیں بولتے۔ بلکہ خدا تعالیٰ جوں جوں اُن کی شان کے متعلق پردہ اُٹھاتا جاتا ہے اور اُن پر حقیقت منکشف ہوتی جاتی ہے وہ اس کا اعلان کرتے جاتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں:۔

"جب تک مجھے اُس (خدا تعالیٰ - ناقل) سے علم نہ ہُوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں مَیں نے کہا۔ اور جب مجھکو اُس کی طرف سے علم ہُوا تو مَیں نے اُس کے مخالف کہا۔" (حقیقة الوحی ص۱۵۰)

لیکن اس جزوی تبدیلی کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدہ میں بلحاظ حقیقت وکیفیت ہرگز کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ شروع سے لیکر آخر تک آپ کا یہ دعویٰ رہا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہیں اور وہ آپ سے بکثرت کلام کرتا ہے اور آپ پر امور غیبیہ کا اظہار کرتا ہے اور آپ اقوام عالم کی اصلاح

کے لئے مامور کئے گئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے نبی اور رسول کے لقب سے ملقّب فرمایا ہے۔ اِن امور کے اعلان میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ پس آپ کا دعویٰ بلحاظ اصلی حقیقت شروع سے ایک ہی رہا ہے۔ بلحاظ کیفیت وحقیقت اس میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

درحقیقت محدّثیت نبوت سے اشد مشابہت رکھتی ہے اور اس کے ساتھ ماموریت کا دعویٰ مل کر کامل امتی نبی کے دعویٰ کے مترادف تھا۔ کیونکہ محض محدّث میں ماموریت کی جزو کی کمی ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں فرمایا ہے:۔

"جس جس جگہ مَیں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف اِن معنوں سے کیا ہے کہ مَیں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا نہیں ہوں اور نہ ہی مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ مَیں نے اپنے رسولِ مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علمِ غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا۔"

نبوّت کی عُرفی حقیقت!

نبوت و رسالت کی عوام علماء کے نزدیک عُرفی حقیقت یہ ہے کہ رسول اور نبی ایسے شخص کو کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت جدیدہ لائے

یا شریعتِ سابقہ میں کوئی ترمیم و تنسیخ یا اضافہ کا حق رکھے۔ یا کم از کم مستقل حیثیت رکھتا ہو۔ یعنی بلا استفادہ نبیٔ سابق کے اصالتًا اور براہ راست اِس مقام کو پانے والا ہو۔ کسی دوسرے نبی کا امّتی نہ ہو۔ غیر مستقل نبی ان کے نزدیک کوئی ہوتا ہی نہیں۔ اور نہ یہ اُن کے نزدیک نبوت کی کوئی قسم اور مرتبہ ہے۔ اور عام مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بات راسخ ہے کہ نبی ہوتا ہی وہ ہے جو نئی شریعت لائے۔ وہ یہ جانتے ہی نہیں نبوت شریعت کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے عقائد کی کتابیں نبراس شرح مقاصد وغیرہ اِس پر شاہد ہیں کہ نبی عام ہے اور رسول خاص۔ قَالَ بَعْضُهُمْ يُشْتَرَطُ فِي الرَّسُوْلِ شَرْعٌ جَدِيْدٌ۔ یعنی بعض کے نزدیک رسول کے لئے نئی شریعت کی شرط ہے۔ (صفحہ ۴۲۴ نبراس)

شرح مقاصد جلد اول صفحہ ۱۲۸ میں رسول کی تعریف میں لکھا ہے:-

"هُوَ مَنْ لَهٗ كِتَابٌ اَوْ نَسْخٌ لِبَعْضِ اَحْكَامِ الشَّرِيْعَةِ السَّابِقَةِ" یعنی رسول وہ ہے جس کے پاس کوئی کتاب ہو یا شریعتِ سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرے۔

پس اس عقیدہ کے علماء کے نزدیک نبی اور رسول دونوں اوصاف کا حامل وہی شخص ہوگا جو کم از کم شریعتِ سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرتا ہو گویا تشریعی نبی ہو۔ یہ ہے ان کے نزدیک نبوت و رسالت کی جامع حیثیت کی حقیقت۔

گو قرآن مجید سے یہ حقیقت واضح ہے کہ غیر تشریعی انبیاء کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے رسول کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد

جو غیر تشریعی انبیاء ہوئے ہیں اُن کے متعلق فرمایا ہے وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ (سورہ بقرہ ع ۱۱) کہ ہم نے موسیٰؑ کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور انہی کو دوسری جگہ نبی قرار دیکر فرمایا:—

"اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا۔"

(سورہ مائدہ ع ۷)

"یعنی ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے اس کے ذریعہ کئی نبی جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے یہودیوں کیلئے حَکَم تھے۔

پھر قرآن مجید میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو رَسُوْلًا نَّبِيًّا قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ ابراہیمی شریعت پر تھے۔ اور حضرت ہارونؑ کو بھی رسول کہا گیا ہے۔ حالانکہ شریعت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ یہ تحقیق علّامہ الوسی صاحب "رُوح المعانی" کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:—

"اِنَّ الرَّسُوْلَ لَا يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ صَاحِبَ شَرِيْعَةٍ جَدِيْدَةٍ فَاِنَّ اَوْلَادَ اِبْرَاهِيْمَ كَانُوْا عَلٰى شَرِيْعَتِهٖ۔"

(رُوح المعانی جلد ۵ صفحہ ۹۸۶)

یعنی بیشک رسول کیلئے صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہونا ضروری نہیں کیونکہ اولادِ ابراہیمؑ اپنے باپ ابراہیمؑ کی ہی شریعت پر تھی۔

بہرحال یہ عقیدہ چونکہ اکثر علماء میں رائج تھا کہ نبی اور رسول یا تو شریعت جدیدہ لاتا ہے یا شریعتِ سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرتا ہے

یا اصالتاً یعنی براہِ راست مقامِ نبوت پاتا ہے - یہ تعریفِ نبوت علماء کے نزدیک نبوت کی عرفی حقیقت تھی - اس لئے اس حقیقت کے پیشِ نظر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ :-

"سُمِّيْتُ نَبِيًّا مِنَ اللّٰهِ عَلٰى طَرِيْقِ الْمَجَازِ لَا عَلٰى وَجْهِ الْحَقِيْقَةِ فَلَا تَهِيْجُ هٰهُنَا غَيْرَةُ اللّٰهِ وَلَا غَيْرَةُ رَسُوْلِهٖ فَاِنِّيْ اُرَبّٰى تَحْتَ جَنَاحِ النَّبِيِّ وَقَدَمِيْ هٰذِهٖ تَحْتَ الْاَقْدَامِ النَّبَوِيَّةِ -"

(استفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵)

یعنی میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاز کے طریق پر نبی رکھا گیا ہے نہ کہ حقیقت کے طریق پر - پس میری نبوت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی غیرت نہیں بھڑکتی - پس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو کے نیچے تربیت پا رہا ہوں - اور میرا یہ قدم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نیچے ہے۔

اس اعلان میں آپ نے نبوت کی اسی حقیقت کے حامل ہونے سے انکار کیا ہے جو عام علماء اور عوام الناس کے نزدیک نبوت و رسالت کی حقیقت ہے جس کے لئے یا تو جدید شریعت لانا یا بعض احکامِ شریعت کا منسوخ کرنا یا مستقل طور پر اور براہِ راست مقامِ نبوت کا حامل ہونا ہی ضرور ہوتا ہے - مگر آپ کی مراد اپنی نبوت سے صرف یہ تھی کہ آپ کثرتِ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امورِ غیبیہ کی نعمت سے مشرف ہیں - اور یہ مرتبہ آپ کو شریعتِ محمدیہ

کی پیروی کے واسطہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کے ذریعہ سے حاصل ہے۔ اس مرتبہ اور مقام کو اور اس حقیقت کو علماءِ زمانہ ہٰذا حقیقتِ نبوت یقین ہی نہیں کرتے تھے اور یہ مقام اُن کی معروف تعریفِ نبوت کی ذیل میں ہی نہیں آتا تھا۔ تو ایسی نبوت کا دعویٰ تو اِن علماء کی تعریفِ نبوت و حقیقتِ نبوت کے مقابلہ میں صرف ایک مجازی مرتبہ ہی قرار پا سکتا تھا۔ پس جب زمانۂ حال کے علماء کی اس تعریف کے ماتحت حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کو حقیقی نبی قرار ہی نہیں دیا جا سکتا تھا تو ایسی نبوت کے دعویٰ کی بنا پر جو علماء کی نبوت کی تعریف کے ذیل میں نہیں آتا تھا۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام پر ان علماء کا ختمِ نبوت کے منکر ہونے کا فتویٰ دینا سراسر ان علماء کا ظلم اور تعدّی اور تجاوز عن الحق تھا۔ کیونکہ

حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ نبوت کے ذکر میں فرماتے ہیں:۔

"فَالْمَنْزِلَةُ الْمَجَازِيَّةُ لَا تُوْجِبُ الْكُفْرَ وَ لَا الْبِدْعَةَ۔" (شرح شفا قاضی عیاض مؤلفہ امام علی القاری جلد ۲ صفحہ ۵۱۹)

یعنی نبوت کے مجازی مرتبہ کا دعویٰ نہ کفر کا موجب ہے اور نہ ہی بدعت ہے۔

یہ اسی لئے فرمایا کہ ایسا دعوئ نبوت اُن کے نزدیک ختمِ نبوت کے منافی نہیں۔ اُن کے نزدیک ختمِ نبوت کے منافی صرف تشریعی نبوت یا ایسی نبوت ہے جس کا مدعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے تئیں امتی قرار نہ دے یعنی وہ مستقلہ نبوت کا دعویٰ کرے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تشریعیہ اور مستقلہ نبوت کے دعویٰ کا افترا

جب غیر احمدی علماء نے دیکھا کہ ان کا ہاتھ دلائل کے ساتھ بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام پر نہیں پڑتا اور وہ اپنے دلوں میں محسوس کر لیتے ہیں کہ اُمتی نبی کے دعویٰ پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ اُسے تو حضرت پیرِ پیران سید عبدالقادر صاحب جیلانی قدس سرہٗ اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ وغیرہ جیسے بزرگانِ ملّت نے اُمت میں جاری مانا ہے اور کئی بزرگوں نے صرف تشریعی نبوت کو ختمِ نبوت کے منافی قرار دیا ہے نہ کہ غیر تشریعی نبوت کو تو پھر بعض علماء حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام پر یہ افتراء کرتے ہیں کہ آپ نے نبوت تشریعیہ کا دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد ادریس صاحب نے اپنی کتاب "ختم النبوۃ" میں اس افتراء کو بہت دوہرایا ہے اور مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے تو اپنی کتاب "ختم النبوۃ فی القرآن" ۳۲ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض عبارتوں کو پیش کر کے اس افتراء کو ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے اس لئے اُن کی پیش کردہ عبارتوں کی حقیقت بتانا اس موقعہ پر ضروری ہے، وہ عبارات یہ ہیں :—

(۱) "مجھے بتایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔" (اعجاز احمدی ص۷)

الجواب :- اس کے متعلق عرض ہے کہ تفاسیر[1] میں لکھا ہے کہ اس آیت کا تعلق مسیح موعود علیہ السلام سے بھی ہے۔ کیونکہ دینِ حق اور ہدایت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اس کا تمام ادیان پر غلبہ مسیح موعود کے زمانہ سے وابستہ ہے۔ آیت کے پہلے حصّے کا براہِ راست تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ دوسرے حصّہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سے مسیح موعود علیہ السلام کا تعلق خود مفسرین نے تسلیم کیا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کے اُٹھ جانے اور ایک رجل فارسی کے ایمان کو ثریا سے لانے کا ذکر بھی احادیث میں موجود[2] ہے۔ پھر مسیح موعود کے زمانہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:- يُهْلِكُ اللّٰهُ فِيْ زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا اِلَّا الْاِسْلَامَ[3]۔ کہ خدا تعالیٰ اس کے زمانہ میں اسلام کے سوا تمام مذاہب کو ہلاک کر دیگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ زمانہ حسب سنتِ انبیاء تین صد سال کا زمانہ ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تکمیلِ ہدایت تھا چونکہ مسیح موعود آپکا خلیفہ اور نائب ہے اس کا کام تکمیلِ اشاعتِ ہدایت ہے۔ مگر اس زمانہ میں جو کام ہوگا اس کا مرجع بھی دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اسی لئے مسیح موعود کا نام اس آیت میں نہیں لیا گیا۔ بلکہ یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی قرار دیا گیا ہے۔ یہ پیشگوئی ویسی ہی ہے جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں اپنے ہاتھ میں دیکھیں۔ مگر

---

[1] ابن جریر جلد ۱۵ ص۲۷ و جلد ۲۵ ص۵۴

[2] بخاری تفسیر سورۃ جمعہ

[3] ابوداؤد جلد ۲ ص۲۳۸

یہ فتوحات بظاہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ہوئیں - چونکہ حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے - اس لئے عند اللہ اس پیشگوئی میں ظلّی طور پر آپ مراد ہیں - اور آپ کے ہاتھوں کو اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ قرار دیا گیا ہے اور اس طرح یہ پیشگوئی ظلّی طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تعلّق رکھتی ہے - مگر حقیقی مرجع اس کامیابی کا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں (بخاری کتاب التفسیر)

(۲) "اگر کہو کہ صاحب الشریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری - تو اوّل تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے - خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی - ماسوا اسکے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے - جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے وہی صاحب شریعت ہو گیا - پس اس تعریف کے رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی - مثلاً یہ الہام قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَھُمْ - یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس[1] میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تیئس برس کی مدت بھی گذر گئی - اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی -" (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶)

(۳) "چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت

[1] یعنی براہین احمدیہ میں -

کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔" (اربعین ۴ حاشیہ ص ۳۶)

الجواب:- ان حوالہ جات کے متعلق عرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات جو اوامر و نواہی پر مشتمل ہیں بطور تجدید دین اور بیانِ شریعت کے ہیں جس پر فقرہ حوالہ ۳ شاہد و ناطق ہے اور جسے مولوی محمد شفیع صاحب نے خود بھی پیش کر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فقرہ ۲ ایک اعتراض کے جواب میں ہے۔ مولوی کہتے تھے۔ صرف وہ جھوٹا مدعی ۲۳ سال تک عمر نہیں پاتا جو صاحب شریعت ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ جواب دیتے ہیں کہ اے مولویو! تم لوگ کہتے ہو کہ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (الحاقہ) کی آیت کے رُو سے خدا تعالیٰ اُس جھوٹے مدعی کو ۲۳ سال کی مہلت نہیں دیتا (جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی عمر ہے) جو صاحب شریعت ہو۔ اوّل تو تمہارا یہ دعویٰ باطل ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے افتراء کے ساتھ شریعت کی قید نہیں لگائی۔ پھر الزامی رنگ میں بطور حجّت ملزمہ یہ جواب دیتے ہیں کہ جس امر کو تم شریعت کہتے ہو وہ اوامر و نواہی ہی ہوتے ہیں سو اوامر و نواہی بھی بطور تجدید دین کے (کہ کن احکامِ شریعت پر اس زمانہ میں زور دینا ضروری ہے) مجھ پر نازل ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب شریعت کے احکام پر مشتمل وحی بھی بطور تجدید دین مجھ پر نازل ہوتی ہے تو اگر میں مفتری ہوتا تو اس وحی کی وجہ سے مجھے اس آیت کے معیار کے مطابق ۲۳ سال کی لمبی مہلت نہیں ملنی چاہیئے تھی۔ اب مجھ پر تجدید دین کے طور پر شریعتِ محمدیہ کے اوامر و نواہی

نازل ہونے کی وجہ سے تم ملزم ہو۔ تمہیں میرے انکار کا کوئی حق نہیں رہا۔
اسجگہ یاد رہے جو شخص تجدیدِ دین کیلئے مامور ہو وہ بالواسطہ صاحب الشریعت ہی ہوگا۔ مگر صاحبِ شریعتِ جدیدہ نہیں ہوگا۔ جو امر دعویٰ کو تشریعی نبوت کا دعویٰ بناتا ہے وہ تو جدید اوامر و نواہی یا ناسخ شریعت احکام کا نزول ہے۔ اگر مجددِ دین بالواسطہ بھی صاحب شریعت نہ ہو تو اس نے تجدیدِ دین کیا کرنی ہے۔ پھر مستقلہ نبوت کے دعویٰ کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اُس شخص نے براہِ راست مقامِ نبوت پایا ہے نہ کہ شریعتِ محمّدیہ کی پیروی کے واسطہ سے۔ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمّدیہ کو نہ شریعتِ جدیدہ کا دعویٰ ہے نہ کسی حکم کو منسوخ کرنے یا اس میں ترمیم کا دعویٰ۔ اور نہ یہ دعویٰ ہے کہ آپ نے براہِ راست بغیر پیروی شریعتِ محمدیہ کے آزادانہ طور مقامِ نبوت حاصل کیا ہے۔ بلکہ آپؑ اسی طرح دعویٰ کے بعد بھی شریعتِ محمّدیہ کے تابع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی ہیں جس طرح پہلے تھے تو پھر آپؑ کے دعویٰ کو تشریعی نبوت کا دعویٰ قرار دینا ظلمِ عظیم ہے۔ دیکھو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اس عبارت کے آخر میں صاف فرمایا ہے :۔

"ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربّانی کتابوں کا خاتم ہے۔" (اربعین ۴ ص ۸)

یہ عبارت مولوی محمد شفیع صاحب نے مخفی رکھی ہے تا حق پر پردہ پڑا رہے۔ وہ منسوب تو آپ کی طرف یہ کرتے ہیں کہ " آپ نے کھلے بندوں نبوتِ مستقلہ اور شریعتِ جدیدہ کا دعویٰ کیا ہے۔" مگر خود وہ حق کو یوں چھپاتے ہیں کہ

اگلی عبارت جو اصل حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے اسے درج نہیں کرتے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

پس کسی غیر تشریعی امتی نبی کے الہامات میں قرآن مجید کے اوامر و نواہی کا بطور تجدید یا بیانِ شریعت پایا جانا ہرگز شریعت جدیدہ لانے کا دعویٰ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اور نہ مستقل نبوت کا دعویٰ قرار پا سکتا ہے۔

اولیاء اللہ پر قرآن کا نزول!

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ جب قرآن مجید کو ربانی کتابوں کا خاتم یقین کرتے ہیں تو انہیں تشریعی نبوت کا مدعی قرار دینا درست نہیں۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :—

"اَمَّا الْاِنْقَاءُ بِغَیْرِ التَّشْرِیْعِ فَلَیْسَ بِمَحْجُوْبٍ وَلَا التَّعْرِیْفَاتُ الْاِلٰہِیَّۃُ بِصِحَّۃِ الْحُکْمِ الْمُقَرَّرِ اَوْ فَسَادِہٖ وَکَذٰلِکَ تَنَزُّلُ الْقُرْاٰنِ عَلٰی قُلُوْبِ الْاَوْلِیَاءِ مَا انْقَطَعَ مَعَ کَوْنِہٖ مَحْفُوْظًا لَھُمْ وَلٰکِنْ لَھُمْ ذَوْقُ الْاِنْزَالِ وَھٰذَا لِبَعْضِھِمْ"

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۷)

یعنی غیر تشریعی الہام ممنوع نہیں اور نہ ایسا الہام ممنوع ہے، جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کسی پہلے ثابت حکم کی شناخت کرائے یا کسی حکم کے فساد یا خرابی کو ظاہر کرے۔ یہ دونوں قسم کے الہام منقطع نہیں۔ ایسا ہی قرآن کریم کا نزول اولیاء کے

قلوب پر منقطع نہیں - باوجودیکہ قرآن مجید اپنی اصلی صورت میں محفوظ ہے - لیکن اولیاء کو نزولِ قرآنی کا ذوق عطا کرنے کیلئے ایسا کیا جاتا ہے - اور ایسی شان بعض کو عطا کی جاتی ہے -

علماءِ امت کے نزدیک مسیح موعود کا کام وحی کے ذریعہ بیانِ شریعت

حضرت امام علی القاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۴ پر لکھتے ہیں :-

"اَقُوْلُ لَا مُنَافَاۃَ بَیْنَ اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیًّا وَّیَکُوْنَ تَابِعًا لِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیَانِ اَحْکَامِ شَرِیْعَتِہٖ وَاِتْقَانِ طَرِیْقَتِہٖ وَلَوْ بِالْوَحْیِ اِلَیْہِ کَمَا یُشِیْرُ اِلَیْہِ قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ اَیْ مَعَ وَصْفِ النُّبُوَّۃِ وَالرِّسَالَۃِ وَاِلَّا فَمَعَ سَلْبِہِمَا لَا یُفِیْدُ زِیَادَۃَ الْمَزِیَّۃِ"

ترجمہ :- میں کہتا ہوں کہ حضرت مسیح کے نبی ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو کر احکامِ شریعت کے بیان اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طریقوں کے پختہ کرنے میں کوئی منافات موجود نہیں خواہ وہ اس وحی سے یہ کام کریں جو اُن پر نازل ہو جیسا کہ اس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اشارہ کرتا ہے کہ اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ مراد یہ ہے کہ وصفِ نبوت اور رسالت کے ساتھ (میرے تابع ہوتے۔ ناقل) ورنہ سلبِ نبوت (نبوت چھینا جانے) کے ساتھ تابع ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی فضیلت کا فائدہ نہیں دیتا۔

حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ مسیح موعود کی وحی کو جو احکامِ شریعت پر مشتمل ہو بیانِ احکام شریعت ہی قرار دیا گیا ہے۔ اور اس وحی کے باوجود مسیح موعود کو تابع نبی ہی قرار دیا گیا ہے نہ کہ تشریعی نبی۔

اور امام عبد الوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۸۹ بحث ۴۷ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں:—

"فَیُرْسَلُ وَلِیًّا ذَا نُبُوَّۃٍ مُطْلَقَۃٍ وَیُلْہَمُ بِشَرْعِ مُحَمَّدٍ وَیَفْھَمُہٗ عَلٰی وَجْہِہٖ۔"

یعنی عیسٰی علیہ السلام نبوتِ مطلقہ کے ساتھ ولی کر کے بھیجے جائیں گے اُن پر شریعت محمدیہ الہاماً نازل ہوگی۔ وہ اس کو ٹھیک ٹھیک سمجھیں گے۔

اب دیکھو مسیح موعود پر شریعت محمدیہ کا الہاماً نازل ہونا بھی تسلیم کیا گیا ہے مگر اس کے باوجود انہیں غیر تشریعی اور تابع نبی ہی سمجھا گیا ہے اسی لئے انکو انبیاء الاولیاء میں شامل کیا گیا ہے۔ پس علماءِ امت کے نزدیک مسیح موعود اس طرح شریعت محمدیہ کے الہاماً پانے سے ان الہامات کے احکام شرعیہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ایک رنگ میں صاحب الشریعت تو ہؤا مگر اُسے صاحبِ شریعتِ جدیدہ نہیں سمجھا جاتا۔ اور نہ بعد از نزول تشریعی نبی قرار دیا جاتا ہے۔

اولیاء اللہ پر علومِ شرعیہ کا الہاماً کھلنا	حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ

فرماتے ہیں :-

"سچنانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آں علوم را از وحی حاصل مے کرد
ایں بزرگواں بطریق الہام آں علوم را از اصل اخذ مے کنند۔
علماء ایں علوم را از شرائع اخذ کردہ بطریقِ اجمال آوردہ اند
ہماں علوم چنانچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام را حاصل بود تفصیلاً
وکشفاً ایشاں را نیز بہماں وجوہ حاصل مے شود اصالت و
تبعیت درمیان است۔ بایں قسمِ کمال اولیائے کُمّل بعضے
از ایشاں را از قرون متطاولہ واز منۂ متباعدہ انتخاب مے
فرمائند۔" (مکتوبات جلد ۱ صفحہ ۴۷)

یعنی جیسے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ علوم وحی سے حاصل کئے
یہ بزرگانِ ملت الہام کے ذریعہ وہی علوم اصل یعنی خدا تعالیٰ سے
حاصل کرتے ہیں۔ اور عام علماء اُن علوم کو شریعتوں سے اخذ کرکے
بطریقِ اجمال پیش کرتے ہیں۔ وہی علوم جس طرح انبیاء کو تفصیلاً
اور کشفاً حاصل ہوتے ہیں ان بزرگوں کو بھی اسی طرح حاصل
ہوتے ہیں۔ صرف اصالت اور تبعیت یعنی اصل اور ظلّ کا فرق
درمیان ہوتا ہے۔ ایسے بزرگ لوگوں کو لمبے زمانہ کے بعد منتخب
کیا جاتا ہے۔

اس قول کی روشنی میں اصل اصلی طور پر صاحب الشریعت ہوتا ہے
تو ظلّ بالواسطہ طور پر صاحب الشریعت ہوتا ہے اس لئے ظلّ کا مرتبہ

شریعت جدیدہ لانیکا نہیں ہوتا، شریعت جدیدہ کے لئے اصالت شرط ہے۔
انبیاء کے تابعین بطریق الہام جو علوم اصل سے اخذ کرتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ الہام وحی کی قسم نہیں ہے بلکہ الہام کا لفظ وحی کے مقابل صرف غلط فہمی سے بچانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ اُسے وحی تشریعی نہ سمجھ لیں ورنہ حقیقت میں یہ الہام وحی غیر تشریعی ہی ہوتا ہے خواہ علوم شریعت یعنی اوامر و نواہی پر ہی مشتمل ہو یا امورِ غیبیہ پر

الہامِ الٰہی وحی ہے

چنانچہ سید اسمٰعیل صاحب شہید "منصبِ امامت" ص ۳۱ پر فرماتے ہیں :-

"باید دانست از انجملہ الہام است ہمیں الہام کہ بانبیاء اللہ ثابت است آنرا وحی گویند واگر بغیر ایشاں ثابت میشود اورا تحدیث مے گویند وگاہے در کتاب اللہ مطلق الہام را خواہ بانبیاء ثابت مے شود خواہ باولیاء اللہ وحی نامند۔"

یعنی خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک الہام بھی ہے۔ یہی الہام جو انبیاء کو ہوتا ہے اس کو وحی کہتے ہیں۔ اور جو انبیاء کے غیر کو ہوتا ہے تو اس کو تحدیث کہتے ہیں۔ کبھی مطلق الہام کو خواہ انبیاء کو ہو یا اولیاء کو قرآن مجید کے رو سے وحی کہتے ہیں۔

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں ؎

نے نجوم است و نہ رمل است و نہ خواب ٭ وحیِ حق واللہ اعلم بالصواب
از پے روپوشِ عامہ درمیاں ٭ وحیِ دل گویند اورا صوفیاں

یعنی جو باتیں اوپر کہی گئی ہیں یہ نجوم، رمل اور خواب کی باتیں نہیں
بلکہ یہ خدا کی وحی ہیں۔ اور اللہ تعالٰے خوب جانتا ہے عوام الناس
سے چھپانے کے لئے صوفی اسے دل کی وحی کہہ دیتے ہیں۔
(مثنوی دفتر چہارم صـ۱۵۱)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اگر امر و نہی والی وحی بطور تجدیدِ دین اور بیانِ شریعت نازل ہو تو اس سے شریعت جدیدہ کا دعویٰ لازم نہیں آتا۔ شریعت جدیدہ کے مدعی کو تو ترمیم و تنسیخ کا حق ہوتا ہے مگر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام تو صاف فرماتے ہیں:۔

"ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے تاہم خدا تعالٰے نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو۔ زنا نہ کرو۔ خون نہ کرو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیانِ شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔"
(اربعین ۴ صـ۸)

یہ وہ عبارت ہے جسے مولوی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب میں درج نہیں کیا تاکہ حقیقت پر پردہ پڑا رہے۔ اور وہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام پر شریعتِ جدیدہ لانے کے دعویٰ کا الزام لگا سکیں۔ مَیں بتا چکا ہوں کہ شریعتِ جدیدہ کا دعویٰ خالی امر و نہی کے الہام نازل ہونے سے

لازم نہیں آتا۔ امر و نہی کا نزول تو مسیح موعود پر ہونا بزرگانِ دین کو مسلّم ہے جیسا کہ قبل ازیں امام شعرانیؒ۔ محی الدین ابن عربیؒ اور امام علی القاریؒ وغیرہ کی عبارات سے دکھا چکا ہوں۔ شریعت جدیدہ کا دعویٰ شریعت میں ترمیم و تنسیخ کا حق رکھنے سے لازم آتا ہے۔ اور ایسا مدعیٔ نبوت ہی تشریعی نبی کہلاتا ہے۔ تجدید دین اور بیانِ شریعت کے طور پر امر و نہی کا نازل ہونا شریعتِ جدیدہ کا دعویٰ نہیں ہوتا اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا بلکہ آپ کے نزدیک ایسا دعویٰ کفر ہے۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا تشریعی نبوت اور مستقلہ نبوت سے انکار

چنانچہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی واضح عبارات اس بارہ میں موجود ہیں کہ آپ نے ہرگز تشریعی یا مستقلہ نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ایسے دعوائے نبوت کو آپ کفر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

(۱) "اور لعنت ہے اُس شخص پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے علیحدہ ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے۔ مگر یہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے نہ کوئی نئی نبوت۔ اور اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اسلام کی حقّانیت دُنیا پر ظاہر کی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی دکھلائی جائے۔"

(چشمۂ معرفت ص ۳۲۵)

(۲) "یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوتِ تشریعی کا دروازہ بعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مسدود ہے اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے۔ یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے۔ یا اس کی پیروی معطّل کرے بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔" (الوصیت صـ۱۲ حاشیہ)

پھر فرماتے ہیں :۔

(۳) "ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے۔ اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلا شبہ وہ بے دین اور مردود ہے۔" (چشمہ معرفت حاشیہ صـ۳۲۴)

(۴) "خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے۔ اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے۔" (چشمہ معرفت صـ۳۲۴ و صـ۳۲۵)

(۵) "نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرفِ مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدیدِ دین کے لئے مامور ہو۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لاوے کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک اس کو اُمتی بھی نہ کہا جائے۔

جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا ہے۔ نہ براہِ راست۔" (تجلیاتِ الٰہیہ صـ۹)

یہ سب تحریریں اربعین کے بعد کی ہیں اور صاف بتا رہی ہیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو تشریعی نبی ہونے کا ہرگز دعویٰ نہ تھا۔ آپؑ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی شخص تشریعی نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ بے دین اور مردود ہے۔

مضمون کا دوسرا حصّہ

خاتم النّبیّین کا مفہوم بلحاظِ سیاقِ آیت

خاتم النبیین کے مقام کے متعلق ایک عام تحقیقی بحث کے بعد اب میں اس مقام اور مرتبہ کی ٹھوس علمی تحقیق بتانا چاہتا ہوں۔ سو اس سلسلہ میں اس کی لغوی تحقیق سے پہلے میں سیاقِ آیت سے اس مفہوم پر روشنی ڈالتا ہوں۔

واضح ہو کہ آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ الآیۃ کا شانِ نزول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زیدؓ کے حضرت زینب رضی اللہ عنہا

کو طلاق دینے کے بعد منشاء الٰہی کے مطابق حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دلجوئی اور متبنّٰی کی رسم کو مٹانے کے لئے حضرت زینبؓ سے نکاح کر لیا تو مخالفین نے آپؐ پر یہ اعتراض کیا کہ آپ نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ کیونکہ آپؐ نے زیدؓ کو متبنّٰی بنا رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ کہ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ ہی نہیں۔ لہذا نہ زیدؓ آپؐ کا بیٹا ہے اور نہ زینب رضی اللہ عنہا آپؐ کی بہو تھیں۔ جن سے زیدؓ کے طلاق دینے پر آپؐ نے اپنا نکاح کیا ہے۔

گویا آیت کے اس حصّہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوّتِ جسمانی کی بلحاظ بالغ نرینہ اولاد رکھنے کے نفی کی گئی ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے حرف لٰکِنْ استعمال کرتے ہوئے فرمایا ہے وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ حرف لٰکِنْ استدراک کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی پچھلے کلام میں اگر کوئی شبہ یا وہم پیدا ہوتا ہو تو اس کے بعد لٰکِنْ کا لفظ ذکر کر کے جو کلام لایا جاتا ہے اس سے اس پیدا ہونے والے شبہ یا وہم کو دُور کرنا مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ شرح جامی میں جو عربی علم نحو کی مستند کتاب ہے لکھا ہے:۔

"لٰکِنْ لِلْاِسْتِدْرَاکِ مَعْنَی الْاِسْتِدْرَاکِ دَفْعُ تَوَھُّمٍ مِنْ کَلَامِ الْمُقَدَّمِ بَیْنَ کَلَامَیْنِ مُتَغَایِرَیْنِ نَفْیًا وَ اِثْبَاتًا مَعْنًی"۔

کہ لٰکِنْ کا لفظ استدراک کے لئے (یعنی تدارکِ مافات کیلئے)

استعمال ہوتا ہے اور استدراک کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ

کلامِ مقدّم سے جو وہم پیدا ہوتا ہے اس وہم کو دُور کرنا مقصود

ہوتا ہے اور لٰکِنْ سے مقدّم اور مابعد کلام آپس میں ایک دوسرے

سے نفی اور اثبات کی صورت میں معنیً مختلف ہوتے ہیں۔

اَب اسجگہ مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ منفی کلام سے

شبہ پیدا ہوتا تھا کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

ابتر ہونا اور نرینہ بالغ اولاد کے لحاظ سے آپؐ کا مقطوع النسل ہونا اور

لاوارث ہونا تسلیم فرمالیا ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے اِنَّ شَانِئَکَ

ھُوَ الْاَبْتَرُ کے قول میں کفّار کے اس اعتراض کی خود تردید کرچکا تھا کہ

(معاذ اللہ) آپؐ ابتر ہیں اور بتا چکا تھا کہ آپؐ کا دشمن ابتر ہے نہ یہ کہ

آپؐ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں یا آپؐ لاوارث ہیں اسجگہ اس شبہ کا ازالہ

لٰکِنْ کے مثبت کلام رَسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے الفاظ سے

کیا گیا ہے۔ رَسُوْلَ اللّٰہِ کے الفاظ سے تو اس شبہ کا ازالہ یوں کیا گیا

ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور رسول اپنی امّت کا رُوحانی باپ

ہوتا ہے۔ اس لئے گو آپؐ کی جسمانی بالغ اولاد موجود نہیں لیکن آپؐ کی روحانی

اولاد آپؐ کی اُمّت کی صورت میں تو ضرور موجود ہے۔ لہٰذا آپؐ ابتر اور مقطوعُ

النسل اور لاوارث نہیں۔ آپؐ کے وارث آپؐ کی امّت کی صورت میں آپؐ کے

روحانی فرزند موجود ہیں۔ پھر رَسُوْلَ اللّٰہِ کے لفظ پر خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

کا عطف کیا گیا ہے۔ اور عطف کرنے کے لئے ضروری ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف میں ایک پہلو سے مناسبت ہو اور دوسرے پہلو سے مغائرت۔ اس سے ظاہر ہے کہ خَاتَمَ النَّبِيِّيْن کے الفاظ سے اُبُوّتِ روحانی ہی ثابت کرنا مقصود ہے ورنہ معطوف علیہ اور معطوف میں مناسبت نہ رہے گی۔ اب مغائرت یوں ہی متصوّر ہو سکتی ہے کہ رَسُوْلَ اللّٰہِ کے الفاظ میں تو آپؐ کی اُبُوّتِ روحانی بلحاظ عمومیت مراد ہو اور خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ کے الفاظ میں بلحاظ خصوصیت ابوّتِ روحانی مراد ہو۔ تا تغائر کا پہلو بھی موجود ہو اور مناسبت کا پہلو بھی پایا جائے۔ اور چونکہ معطوف معطوف علیہ پر معنوں کی زیادتی پیدا کرتا ہے اس لئے بلاغتِ کلام مقتضی ہے کہ اسجگہ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ کا عطف رَسُوْلَ اللّٰہِ پر بطور تاسیس مع تاکید کے ہو (یعنی ابوّتِ روحانی کے معنوں میں زیادتی بھی پیدا کرے اور رَسُوْلَ اللّٰہِ کے الفاظ میں جو ابوّتِ روحانی ہے اس کی تاکید بھی کرے)

پس ماحصل رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ کا یہ ہے کہ رَسُوْلَ اللّٰہِ کے لفظوں میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امّت کا روحانی باپ قرار دیا گیا ہے اور خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ کے الفاظ میں اس ابوّتِ روحانی کو اس سے بڑی شان میں یوں پیش کیا گیا ہے کہ آپؐ نبیوں کے بھی باپ ہیں۔ پس آپؐ کے وارث صرف آپؐ کے عام امتی ہی نہیں ہونگے بلکہ انبیاء بھی آپؐ کے وارث ہونگے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی سیاقِ کلام کو مدّنظر رکھتے

ہوئے "دیوبند بر مباحثہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی و مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی" میں اس آیت کی ایسی ہی تفسیر بیان فرمائی ہے۔

حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ بانی مدرسہ دیوبند بھی ان معنوں کے مصدّق ہیں اور اس آیت کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء کا بھی باپ تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ خاتم النبیین کی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

"حاصل مطلب آیت کریمہ کا اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوّتِ معروفہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوّتِ معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے۔ اوصافِ معروض اور موصوف بالعرض (دونوں نقل) موصوف بالذات کی فرع ہوتے ہیں اور موصوف بالذات اوصافِ عرضیہ کا اصل ہوتا ہے اور وہ اُس کی نسل۔" (تحذیر الناس صفحہ ۱۰)

پس اس آیت کی تفسیر میں جب سیاقِ کلام کو مدنظر رکھا جائے تو خاتم النبیّین کے حقیقی معنوں کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی اور معنوی فرزندوں میں ایسے لوگ بھی ہونے چاہئیں۔ جو آپؐ کی پیروی اور آپؐ کے فیضان سے مقامِ نبوت پائیں۔

دائمی خاتم النبیّینؐ

اگر آپؐ کو پہلے انبیاء کا ہی باپ قرار دیا جائے اور آئندہ کے لئے

آپؐ کی ابوّتِ رُوحانی منقطع قرار دی جائے تو پھر آپؐ معاذ اللہ عالمِ جسمانی میں ظاہر ہونے کے بعد حقیقی معنوں میں قیامت تک خاتم النبیین نہیں رہتے۔ نیز اس دعویٰ پر بھی معترضین کے مقابلہ میں کوئی دلیل نہیں رہتی کہ آپؐ تمام انبیاء کے باپ ہیں کیونکہ دشمن کہہ سکتا ہے کہ اگر آپ انبیاء کے باپ ہیں تو اب کیوں آپؐ کی اُمت میں سے کوئی خاتم النبیین والی ابوّت کے اثر سے فرزندِ معنوی و روحانی تاقیامت پیدا نہیں ہو سکتا؟

پس اس دعویٰ کا کہ آپؐ تمام انبیاء کے باپ ہیں قطعی ثبوت مخالفینِ اسلام کے لئے یہی ہو سکتا ہے کہ آپؐ کی رُوحانی اور معنوی فرزندی میں آپؐ کے امتی کے لئے مقامِ نبوت پانا آپؐ کی پیروی اور افاضۂ روحانیہ کے واسطہ سے ممکن ہو۔ پہلے انبیاء تو براہ راست نبی تھے اور صرف آپؐ کی ختمِ نبوت کے نقطۂ نفسی سے اثر پذیر ہو کر مقامِ نبوت پا رہے تھے کیونکہ ابھی آپؐ کی شریعت نہیں آئی تھی کہ اس کی پیروی کا واسطہ شرط ہوتا۔ لیکن اب شریعت کاملہ تامہ محمدیہ کے آجانے اور اس شریعت کی کامل پیروی کرنے کے بعد اگر خاتم النّبیین کی ابوّتِ معنوی کا وہ اثر فیضانِ نبوت کی صورت میں منقطع ہو جائے تو اس بات کے سوائے اس کے کچھ معنے نہیں کہ آپؐ کی ابوّتِ رُوحانی بلحاظ خاتم النبیین ہونے کے پیچھے رہ گئی ہے اور اب قیامت تک اس کا اثر اور فیض اور افاضہ ظاہر نہ ہو گا۔ اب غور کرنیوالے حضرات سوچ لیں کہ کیا ایسا عقیدہ آپؐ کو خاتم النّبیین بمعنی ابو الانبیاء (نبیوں کا باپ) قیامت تک کیلئے ثابت کرتا ہے یا یہ کہ آپؐ صرف عالمِ جسمانی میں ظہور تک خاتم النبیین بنتے ہیں؟

اُبُوّتِ معنوی مانع توریث نہیں

مولوی محمد ادریس صاحب اپنی کتاب ختم النّبوۃ میں سیاقِ آیت کے رُو سے بحث کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ کہنے سے یہ شبہ پیدا ہُوا کہ شفقتِ پدری بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہیں رہی۔ اِس شبہ کا ازالہ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ کے الفاظ سے کیا۔ کہ آپؐ چونکہ اُمّت کے رُوحانی باپ ہیں اسلئے یہ شبہ باطل ہے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں رُوحانی باپ قرار دینے سے دوسرا وہم پیدا ہوتا تھا کہ اب آپ کا ورثہ چلے گا۔ سو ورثہ جاری ہونے کے وہم کا ازالہ خاتم النّبیین کہہ کر کر دیا۔

مولوی صاحب موصوف کا یہ خیال سراسر اُن کی ایجاد ہے جس کا سیاقِ مضمون سے بھی کوئی تعلّق نہیں۔ انکا یہ بیان سیاقِ کلام نصوص حدیثیہ اور اقوالِ بزرگانِ دین کے خلاف ہے کیونکہ اگر توریث کا وہم دُور کرنا مقصود ہوتا تو پھر رَسُوْلَ اللّٰہِ اور خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے درمیان ایک اور لٰکِنْ لایا جاتا جب نہیں لایا گیا تو معطوف اور معطوف علیہ کی مناسبت چاہتی ہے کہ جس شبہ کا ازالہ رَسُوْلَ اللّٰہِ کے الفاظ کر رہے ہیں اُسی کا ازالہ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے الفاظ سے کرنا مقصود ہے۔

مولوی محمد شفیع صاحب شفقتِ پدری کے زوال کے شبہ کے ساتھ ابتر ہونے کا شبہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ختم النبوۃ فی القرآن صـــ۲۴)
یہ ایک حقیقت ہے کہ شفقتِ پدری کے زوال کا شبہ اسجگہ قطعاً پیدا نہیں ہوتا

صرف ابتر اور لاوارث ہونے کا شبہ پیدا ہوتا تھا کیونکہ زیدؓ آپؐ کے متبنّٰی تھے اور عرب میں متبنّٰی وارث ہوتا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُبُوّتِ جسمانی کی نفی کر دی گئی تو یہ شبہ پیدا ہوا کہ آپؐ اب لاوارث رہ گئے۔ اس کے ازالہ کے لئے رَسُوْلَ اللّٰہِ اور خَاتَمَ النَّبِیّٖن کے الفاظ لائے گئے مگر مولوی محمد ادریس صاحب رَسُوْلَ اللّٰہِ کے الفاظ سے نیا شبہ یہ ایجاد کر رہے ہیں کہ اس سے وراثت کا شبہ ہوتا ہے۔ حالانکہ رَسُوْلَ اللّٰہِ کہہ کر تو اِس جگہ روحانی وراثت ثابت کرنا مقصود تھا۔ شبہ پیدا ہونے کے کیا معنے؟ شبہ ابتر اور لاوارث ہونے کا تھا۔ رَسُوْلَ اللّٰہِ کہہ کر وراثتِ عامہ جاری ثابت کی گئی اور خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کہکر وراثتِ خاصّہ یعنی نبوت میں بھی وراثت ثابت کی گئی۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ لوگ آنا مانتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے ساتھ ہی آئیں گے تو پھر وراثت کیسے بند ہوگی؟ جب اُن پر وحی کے ذریعہ شریعتِ محمّدیہ کا نزول بھی مسلّم ہے تو منصبِ نبوّت کے ساتھ اُن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہونا بھی مسلّم ہوا۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:—

"یُلْھَمُ بِشَرْعِ مُحَمَّدٍ وَیَنْزِلُ وَلِیًّا ذَا نُبُوَّۃٍ مُطْلَقَۃٍ" (دیکھو الیواقیت والجواہر مصنفہ امام شعرانی جلد ۲ صفحہ ۸۹)

یعنی حضرت عیسیٰؑ پر شریعتِ محمّدیّہ نازل ہوگی اور وہ نبوتِ مطلقہ کے ساتھ ولی ہو کر نازل ہونگے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ یعنی علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی ورثہ تو جاری ہے۔ ہر روحانی عالم اپنے ظرف کے مطابق علوم روحانیہ اور کمالات محمدیہ میں آپ کا وارث ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ کمالاتِ نبوت کا حصول پیروی اور وراثت کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔ (مکتوبات جلد اول مکتوب ۲۷۱ صـ ۴۳۲)

امام راغبؒ مفردات میں فرماتے ہیں:—

"یُسَمّٰی کُلُّ مَنْ کَانَ سَبَبًا فِیْ اِیْجَادِ شَیْءٍ اَوْ اِصْلَاحِهٖ اَوْ ظُهُوْرِهٖ اَبًا وَلِذٰلِكَ سُمِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبًا لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔"

یعنی ہر وہ شخص جو کسی شے کی ایجاد یا اصلاح یا ظہور کا سبب ہو وہ باپ کہلاتا ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوالمومنین ہیں۔ یعنی مومنوں کے موجد۔ اُن کے ظہور کا باعث اور مصلح ہونے کی وجہ سے اُن کے باپ ہیں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ تو امت کے لئے بطور روحانی باپ ہونے کے مسلّم ہے۔ مولوی محمد ادریس صاحب کے معنوی باپ مولوی محمد قاسم صاحب تو خاتم النبیین کے معنے ابوالانبیاء بیان فرماتے ہیں۔ مگر ان کے یہ معنوی فرزند اُن کے اُلٹ راہ اختیار کر رہے ہیں۔ چونکہ خاتم النبیین کہکر آپکو ابوالانبیاء قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے باپ کے معنے کے لحاظ سے آپ انبیاء کی ایجاد و ظہور

کا بھی تا قیامت موجب ہونگے۔ کیونکہ آپ قیامت کے دن بھی ضرور الوالانبیاء ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث نبوی میں وارد ہے۔ کہ ایک نبی قیامت کے دن بھی مبعوث کیا جائیگا۔ جیساکہ طریق الہجرتین لابن قیمؒ میں باسناد صحیح صـ۵۲۱ میں لکھا ہے:۔

"فَمِنْهَا مَا رَوَاهُ الْإِمَامُ اَحْمَدُ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَالْبَزَّازُ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ سَرِيْعٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعَةٌ يَحْتَجُّوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اَصَمُّ لَا يَسْمَعُ وَرَجُلٌ هَرِمٌ وَرَجُلٌ مَاتَ فِي الْفَتْرَةِ وَرَجُلٌ اَحْمَقُ - اَمَّا الْاَصَمُّ فَيَقُوْلُ رَبِّ لَقَدْ جَاءَ الْاِسْلَامُ وَاَنَا مَا اَسْمَعُ شَيْئًا - وَاَمَّا الْاَحْمَقُ فَيَقُوْلُ رَبِّ لَقَدْ جَاءَ الْاِسْلَامُ وَالصِّبْيَانُ يَحْذِفُوْنِيْ بِالْبَعْرِ - وَاَمَّا الْهَرِمُ فَيَقُوْلُ رَبِّ لَقَدْ جَاءَ الْاِسْلَامُ وَمَا اَعْقِلُ - وَاَمَّا الَّذِيْ فِي الْفَتْرَةِ فَيَقُوْلُ رَبِّ مَا اَتَانِيْ رَسُوْلٌ فَيَاْخُذُ مَوَاثِيْقَهُمْ لَيُطِيْعُنَّهٗ فَيُرْسِلُ اِلَيْهِمْ رَسُوْلًا (اَنْ اُدْخُلُوا النَّارَ) فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ دَخَلُوْهَا لَكَانَتْ عَلَيْهِمْ بَرْدًا وَّسَلَامًا - بروایت ابوہریرہؓ وَمَنْ دَخَلَهَا كَانَتْ عَلَيْهِ بَرْدًا وَّسَلَامًا وَمَنْ لَمْ يَدْخُلْهَا يُسْحَبُ اِلَيْهَا۔ مسند احمد حنبل و تفسیر روح المعانی جلد (۱۵)

ترجمہ:۔ ان روایات میں سے ایک روایت یہ ہے جسے امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور البزازؒ نے اسود بن سریع سے روایت...

کیا ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ چار آدمی قیامت
کے دن احتجاج کرینگے ایک بہرہ جو کچھ سُنتا نہیں تھا اور ایک بہت
بوڑھا اور ایک احمق آدمی ۔ اور ایک وہ جو فترۃ کے زمانہ میں
تھا (جبکہ کوئی نبی موجود نہ تھا) بہرہ کہے گا ۔ اے رب ! اسلام
آیا اور میں کچھ سُنتا نہ تھا ۔ اور احمق کہیگا ۔ اے رب ! اسلام آیا
تو بچے مجھے مینگنیاں مارتے تھے ۔ اور بوڑھا کہے گا ۔ اے رب !
اسلام آیا تو میں عقل نہیں رکھتا تھا ۔ اور وہ جو فترۃ کے زمانہ میں
تھا کہیگا ۔ اے رب ! میرے پاس کوئی رسول نہیں آیا ۔ اِس پر
خدا تعالیٰ اُن سب سے عہد لے گا ۔ کہ وہ اس کی ضرور اطاعت
کرینگے ۔ پس ان کی طرف ایک رسول مبعوث کریگا (کہ آگ میں
داخل ہو جاؤ) پس مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ
میں میری جان ہے کہ اگر وہ اس میں داخل ہو جاتے تو وہ
آگ اُن کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی کا باعث ہوتی ۔ بروایت ابوہریرہ
اِس حدیث میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد قیامت
کے دن ایک رسول کے مبعوث کیا جانے کی خبر دی گئی ہے ۔ اگر خاتم النبیین
کے معنے محض آخری نبی درست ہوتے تو پھر قیامت کے دن بھی آپؐ کے
ظہور کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہو سکتا ۔ پس خاتم النبیین کے معنے محض
آخری نبی اس حدیث کی روشنی میں درست نہیں ۔ کیونکہ آخری نبی کے بعد کسی
فرد کا انبیاء کے گروہ میں اضافہ نہیں ہو سکتا ۔ پس خاتم النبیین کے معنے

(بیہقی) جو اس میں داخل ہوگا اس کیلئے ٹھنڈک اور سلامتی ہوگی اور جو اس میں داخل نہ ہوگا اسکو اسکی طرف گھسیٹا جائیگا

نبوت میں مؤثر وجود کے ہیں ۔ نہ کہ محض آخری نبی ۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے نزدیک خاتم النّبیین کے حقیقی معنیٰ

خاتم النبیین کا لقب جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید میں ملقب کئے گئے ہیں تمام انبیاء پر آپؐ کی امتیازی شان اور شرف کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ لقب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُن تمام کمالات اور محاسن کا مظہر ہے جو آپؐ کی ذاتِ بابرکات میں جمع ہیں جس طرح عام مخلوقات میں سے انسان اشرف ہے اُسی طرح انسانوں میں سے انبیاء کرامؑ افضل و اشرف ہوتے ہیں۔ پھر انبیاء میں سے سید الاصفیاء والاتقیاء سیّدنا و مولٰنا فخرِ دو عالم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اشرف ہیں۔ خاتم النبیین کے لقب کے ذریعہ ہی آپؐ کا افضل النبیین اور اشرف الانبیاء ہونا بیان کیا گیا ہے۔

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام مراتبِ کمال اُسی طرح ختم ہو گئے جیسے بادشاہ پر مراتبِ حکومت ختم ہو جاتے ہیں۔ اسلئے بادشاہ کو خاتم الحکّام کہہ سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الکاملین اور خاتم النبیین کہہ سکتے ہیں۔"

گویا جس طرح آپؐ خاتم الکاملین ہیں ویسے ہی خاتم النبیین۔ اگر خاتم الکاملین کے بعد کامل پیدا ہو سکتے ہیں تو خاتم النبیین کے بعد نبی بھی پیدا ہو سکتے ہیں ہاں خاتم الکاملین اور خاتم النبیین کے فیض کے واسطہ سے

پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس کے بغیر نہیں۔

پھر فرماتے ہیں:۔

"حسب مثال خاتمیتِ بادشاہ خاتم وہی ہو گا جو سارے جہان کا سردار ہو۔ اس وجہ سے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل سمجھتے ہیں۔"

(حجۃ الاسلام مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب صفحہ ۳۴-۳۵)

پس خاتم النبیین کے معنے افضل النبییّن بھی ہوئے۔

جو ہستی کسی گروہ کی حقیقۃً خاتم ہو اس کے لئے واجب ہے کہ وہ اُس گروہ کے کمال کو اپنی ذات میں انتہائی نقطہ پر حاصل کرے۔ پس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری تھا کہ النّبیّین کا وصف جو نبوت ہے وہ آپؐ میں انتہائی کمال پر پہنچا ہوا ہو۔ اور نبوت کے مراتب میں سے جو انتہائی مرتبہ اِس دنیا میں کسی انسان کے لئے ممکن ہو سکتا ہے وہ آپؐ کو حاصل ہو۔ اور دوسرے انبیاء میں سے کوئی اس انتہائی نقطہ پر نہ پہنچا ہو اور نہ عملاً اس نقطہ پر پہنچنا کسی کے لئے ممکن ہو۔

پس خاتم النبیّین کے لئے ضروری ہے کہ نبوت کی حقیقت و ماہیت کو انتہائی کمال تک پہنچا دے۔ اس لئے خاتم النبیّین کے لئے خاتم النّبوۃ ہونا از بس ضروری ہے ورنہ اگر اس کے معنے محض آخری نبی ہوں تو خاتم النبیّینؐ کا خطاب ایک معمولی خطاب بن جاتا ہے۔ کیونکہ محض آخری ہونا کسی ذاتی کمال کا مشعر نہیں اسی لئے مولوی محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔" (تحذیر الناس ص)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اسی حقیقت کے پیش نظر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبوۃ ہونے یا بالفاظ دیگر آپ کی ختم نبوت (مہر نبوت) کی حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں :-

"وَلَا مَعْنٰی لِخَتْمِ النُّبُوَّةِ عَلٰی فَرْدٍ مِنْ غَیْرِ اَنْ تَخْتَتِمَ کَمَالَاتُ النُّبُوَّةِ عَلٰی ذٰلِکَ الْفَرْدِ وَ مِنَ الْکَمَالَاتِ الْعُظْمٰی کَمَالُ النَّبِیِّ فِی الْاِفَاضَةِ وَ هُوَ لَا یَثْبُتُ مِنْ غَیْرِ نَمُوْذَجٍ یُوْجَدُ فِی الْاُمَّةِ ـ"

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۶)

یعنی کسی فرد پر ختم نبوۃ کے معنے بجز اس کے کچھ نہیں کہ اس فرد پر کمالات نبوت ختم ہو جائیں یعنی انتہائی کمال کو پہنچ جائیں۔ اور نبوت کے بڑے کمالات میں سے نبی کا افاضہ میں کمال ہے جو بغیر اس کے ثابت نہیں ہو سکتا کہ اس (افاضۂ کمال) کا نمونہ امت کے اندر پایا جائے۔

گویا کسی نبی میں کمالات کا بدرجۂ اتم موجود ہونا اس بات کو چاہتا ہے کہ وہ اپنے افاضہ میں بھی انتہائی کمال رکھتا ہو۔ جتنا کسی میں کمال اعلیٰ ہوگا اُتنا ہی اس کے افاضہ سے وجود میں آنے والا نمونہ اعلیٰ ہوگا۔ پہلے انبیاء چونکہ صرف خاتم الاولیاء تھے اس لئے اُن کے افاضہ سے صرف ولی پیدا ہو سکتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم الانبیاء ہیں اسلئے آپ کے افاضۂ روحانیہ سے

آپ کا کامل اُمّتی مقامِ نبوت بھی پا سکتا ہے ۔ پس خاتم النّبوۃ کا طبعی نتیجہ یہ ہے کہ اس کے افاضہ سے نبی پیدا ہو سکیں ۔ اور یہی خاتم النبیین کا مفہوم ہے ۔ اسی طبعی نتیجہ کی وضاحت حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے یوں فرمائی ہے :۔

"اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو صاحبِ خاتم[۱] بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی ۔ اسی وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپؐ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپؐ کی توجّہ رُوحانی نبی تراش ہے اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی ۔" (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۹۷)

بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس خاتمیّتِ رُتبی کے ساتھ آپ کی خاتمیّت زمانی کے بھی قائل ہیں ۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :۔

"ختمِ نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تأخّر کی وجہ سے ہُوا بلکہ اِس وجہ سے بھی کہ تمام کمالاتِ نبوت آپؐ پر ختم ہو گئے ۔" (لیکچر سیالکوٹ ص۵)

گویا آپ کے نزدیک اِن معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور نبیٔ آخر الزمان بھی ہیں کہ آپؐ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں ۔ اور

---

[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا از روئے حدیث ایک نام صاحبِ خاتَم ہے (زرقانی شرح المواہب اللدنیہ جلد ۳ ص۱۳۵) خاتَم النبیین کی دوسری قرأت خاتِم النبیین کے لحاظ سے بھی آپ صاحبِ خاتم ہی ہیں ۔ یعنی نبیوں میں سے مہر والا نبی ۔

اب قیامت تک درحقیقت آپؐ ہی کی نبوت کا زمانہ ہے۔ امتی نبی اگر آپؐ کے فیض سے مقامِ نبوت پاتا ہے تو وہ آپ کے زمانہ کو ختم نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کی نبوت مستقل حیثیت نہیں رکھتی۔ مستقل اور شارع نبی کی حیثیت قیامت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل رہے گی۔

اِن تینوں عبارتوں میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے ختمِ نبوت کے حقیقی معانی کے متعلق اپنا نظریہ بیان فرما دیا ہے۔ اور اس کے ایک لازمی معنے خاتمیّت زمانی کا بھی ذکر فرما دیا ہے۔ اب مَیں خدا تعالیٰ کے فضل اور اُس کی دی ہوئی توفیق سے اس نظریہ کی تائید اوّل لُغتِ عربی سے پیش کرتا ہوں اور پھر دکھاتا ہوں کہ خاتم النبیین کے حقیقی لغوی معنی کے ساتھ کون کون سے معانی بطور لازمی معنوں کے جمع ہو کر خاتم النبیین کی حقیقتِ شرعیہ بتاتے ہیں۔

خاتم النّبیّین کے حقیقی لغوی معنٰی اور اس کے مجازی معانی

جب ہم خاتم النّبیین کے لقب کی لُغوی تحقیق کرتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ لفظ خَاتَم کا مادہ اور مصدر عربی زبان میں لفظ خَتْم ہے۔

"مفرداتِ راغب" جو قرآن مجید کی لُغت کی ایک یگانہ اور مستند کتاب ہے۔ اُس کے متعلق مولوی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند اپنی کتاب ختم النبوۃ فی القرآن صفحہ ۴۴ میں رقمطراز ہیں کہ :-

"یہ کتاب امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ کی وہ عجیب تصنیف ہے،

کہ اپنی نظیر نہیں رکھتی - خاص قرآن مجید کی لغات کو عجیب انداز سے بیان فرمایا ہے - شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے "اتقان" میں فرمایا ہے کہ لغاتِ قرآن میں اس سے بہتر کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی"۔

اِس بے نظیر اور یگانہ کتاب میں امام راغب علیہ الرحمۃ لفظ خَتْم کے معنے یوں لکھتے ہیں :-

"اَلْخَتْمُ وَالطَّبْعُ يُقَالُ عَلٰى وَجْهَيْنِ مَصْدَرُ خَتَمْتُ وَطَبَعْتُ وَهُوَ تَأْثِيْرُ الشَّيْءِ كَنَقْشِ الْخَاتَمِ وَالطَّابَعِ وَالثَّانِي الْاَثَرُ الْحَاصِلُ مِنَ النَّقْشِ وَيُتَجَوَّزُ بِذٰلِكَ تَارَةً فِي الْاِسْتِيْثَاقِ مِنَ الشَّيْءِ وَالْمَنْعِ مِنْهُ اِعْتِبَارًا بِمَا يَحْصُلُ مِنَ الْمَنْعِ بِالْخَتْمِ عَلَى الْكُتُبِ وَالْاَبْوَابِ نَحْوُ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَتَارَةً فِي تَحْصِيْلِ اَثَرٍ عَنْ شَيْءٍ اِعْتِبَارًا بِالنَّقْشِ الْحَاصِلِ وَتَارَةً يُعْتَبَرُ مِنْهُ بُلُوْغُ الْاٰخِرِ مِنْهُ قِيْلَ خَتَمْتُ الْقُرْاٰنَ اَیْ اِنْتَهَيْتُ اِلٰى اٰخِرِهٖ -"

(مفرداتِ راغب زیر لفظ خَتْم)

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ خَتْم اور طَبْع کی دو صورتیں ہیں - پہلی صورت یہ ہے (جو حقیقی معنوں کی صورت ہے) کہ ان دونوں لفظوں کے معنے تاثیر الشیء

(دوسری شئے میں اپنے اثرات پیدا کرنا) ہیں۔ جیسا کہ خاتَم (مُہر) کا نقش (دوسری شئے میں اپنے نقش اور اثرات پیدا کرتا ہے) اور دوسری صورت (جو مجازی معنیٰ ہیں اور پہلی صورت کی ظلّی صورت ہے) اس نقش کی تاثیر کا اثر حاصل ہے۔ اور یہ لفظ مجازاً کبھی تو خَتَم عَلَى الْكُتُبِ وَالْأَبْوَابِ (کتابوں اور بابوں پر مہر لگنے) کے لحاظ سے شئ کی بندش اور روک کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ (میں اس کا استعمال مجازی معنوں میں ہوا ہے۔) اور کبھی اس کے مجازی معنے نقش حاصل کے لحاظ سے کسی شئے کا دوسری شئے سے تحصیلِ اثر ہوتے ہیں۔ اور کبھی اس کے مجازی معنے آخر کو پہنچنا ہوتے ہیں اور انہی معنوں میں خَتَمْتُ الْقُرْاٰنَ کہا گیا ہے کہ میں (تلاوتِ قرآن میں) اس کے آخر تک پہنچ گیا۔ (یعنی میں نے قرآن مجید ختم کر لیا)

مفردات کے بیان کا ماحصل

مفرداتِ راغب کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ خَتْم اور طَبْع بلحاظ لغتِ عربی ہم معنے مصدر ہیں اور دونوں کے حقیقی معنے مہر کے نقش کی تاثیر کی طرح تاثیر الشئ ہیں۔ یعنی ایک شئ کا اپنے اثرات دوسری شئ میں پیدا کرنا اور مُہر کے نقوش کی تاثیر ختم کی تاثیر کی ایک مثال ہے۔ پس مہر کے حقیقی معنی

لہ ان معنوں کے مجازی ہونے پر یَتَجَوَّزُ بِذٰلِكَ تَارَةً کا فقرہ گواہ ہے۔ اسی کے ذیل میں تَارَةً فِيْ تَحْصِيْلِ اَثَرٍ عَنْ شَيْءٍ اِعْتِبَارًا بِالنَّقْشِ الْحَاصِلِ کے الفاظ لئے گئے ہیں۔ پس یہ دوسری صورت یعنی نقش حاصل بھی مجازی معنی ہیں نہ حقیقی معنیٰ!

یہ ہیں کہ وہ نقوش جو اس کے اندر موجود ہیں وہی نقوش دوسری شئے میں پیدا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ خَتْم مصدر اور اُس کے مشتقات کے جتنے اور معنے ہیں وہ سب مجازی ہیں۔

ایک مجازی معنے بند کرنا اور روکنا ہیں۔ دوسرے مجازی معنی کسی شئے کی تاثیر کا اثر حاصل ہیں۔ تیسرے مجازی معنے آخر کو پہنچنا ہیں۔ خَتَمْتُ الْقُرْاٰنَ کے معنے مَیں نے قرآن مجید کو پڑھ کر ختم کر لیا۔ آخر کو پہنچنے کے لحاظ سے تیسرے مجازی معنے ہیں۔

پنجابی، اردو اور فارسی زبان میں لفظ ختم، ختم کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اِن زبانوں میں یہ معنے عربی لفظ ختم کے مجازی معنوں سے منقول ہوئے ہیں۔ اور اس طرح حقیقت کا رنگ پکڑ گئے ہیں۔ اس لئے ہمارے سامنے جب ختم کا لفظ گو عربی زبان میں آئے تو سب سے پہلے ہم اُسے اپنی زبان کے معنے ہی دینا چاہتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ عربی کے لحاظ سے تو یہ معنے مجازی ہیں۔ نہ کہ حقیقی۔

"خاتم" کے معنی اردو و فارسی میں "مُہر"

قرآن مجید میں جہاں کہیں خَتْم مصدر کے مشتقات استعمال ہوئے ہیں اردو اور فارسی زبان میں اُن کا ترجمہ "مُہر" کے لفظ سے ہی کیا جاتا ہے خواہ وہ لفظ مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہو یا حقیقی معنوں میں۔ چنانچہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ کا ترجمہ "اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر مُہر

لگادی" کیا جاتا ہے۔ گو اسجگہ مفردات راغب کے بیان کے مطابق مجازی معنے ہی مراد ہیں۔

تفسیر بیضاوی کے حاشیہ پر بھی اس آیت کے متعلق لکھا ہے:-

"فَاطْلَاقُ الْخَتْمِ عَلَى الْبُلُوْغِ وَالْاِسْتِیْثَاقِ مَعْنیً مَجَازِیٌّ۔

کہ لفظ ختم کا بلوغ الآخر (آخری) اور بند کرنے کے معنوں میں استعمال مجازی معنے کے لحاظ سے ہے۔

شرح تعرف جس کے بارہ میں صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں کہ اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو لوگ تصوّف کو نہ سمجھ سکتے۔ اُس میں خاتم النبیین کے معنے "پیغمبروں کی مہر" ہی کئے گئے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:-

"اگر خَاتَم را بنصب خوانی مہرِ پیغمبران باشد و آخرِ پیغمبران۔ و چوں خَاتِم بجسر خوانی مہر کنندہ و آخر کنندہ"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اردو اور فارسی زبانوں میں خَاتَم کے معنے مہر ہی کئے جاتے ہیں۔ گو آگے مجازاً اس سے دوسرے معنیٰ مراد لیں۔ لیکن اگر حقیقی معنیٰ محال نہ ہوں تو مجازی معنے مراد لینا درست نہیں ہوتا۔ خاتم النبیین کے حقیقی معنیٰ محال ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہ حقیقی معنیٰ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیتِ تامہ اور اشرف الانبیاء ہونے پر دال ہیں۔ اور مجازی معنے "آخری نبی" کسی ذاتی فضیلت پر دال نہیں۔

خاتم یا مُہر کی اقسام

خاتم النّبیین کے معنے "نبیوں کی مہر" سے یہ خیال پیدا نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مادی مُہر کے ساتھ تشبیہہ دیکر آپ کو نبیوں کی مُہر قرار دے رہے ہیں۔ اس صورت میں تو اِن معنوں کے مجازی ہونے کا احتمال پیدا ہو جاتا ہے۔ پس خاتم کے معنے جو مہر کئے جاتے ہیں تو اس لئے کئے جاتے ہیں کہ ہماری اردو زبان میں خاتم کے لغوی معنوں کے لئے کوئی ایک لفظِ جامع مُہر کے سوا موضوع نہیں۔ آپ یوں سمجھیں کہ خاتم ایک جنس ہے جس کی چند انواع ہیں۔ چنانچہ ایک نوع خاتم یا مُہر کی مادی خاتم یا مُہر ہے اور دوسری نوع معنوی خاتم یا مُہر ہے۔

پھر معنوی خاتم یا مُہر کی آگے چند قسمیں ہیں۔ ایک قسم اس کی رُوحانی خاتم یا مُہر ہے خاتم النّبیین اور خاتم الاولیاء اِسی کے افراد ہیں۔ دوسری قسم علمی مُہر ہے۔ خاتم المحدثین، خاتم المفسرین، خاتم الفقہاء اور خاتم المحققین اور خاتم الشعراء وغیرہ اس کی اصناف ہیں۔ یہ سب خاتم کی انواع و اقسام جب دوسری شئے پر تاثیر کے معنے دیں تو حقیقی معنوں میں استعمال ہونگی اور اگر ان معنوں کے علاوہ کوئی اور معنے دیں تو یہ معنے مجازی ہونگے۔

یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ بعض علماء کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے مادی مہر کے ساتھ تشبیہہ دیکر خاتم النّبیین کے معنے نبیوں کی مُہر مراد لئے ہیں۔ ہاں مضمون کو ذہن سے قریب کرنے کیلئے

اگر کوئی شخص رُوحانی خاتم کو مادی خاتم سے تشبیہہ دیکر بھی رُوحانی خاتم کا مضمون سمجھائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رُوحانی خاتم اب مجازی خاتم بن گئی ہے کیونکہ رُوحانی خاتم کے حقیقی معنیٰ بھی مؤثر رُوحانی وجود ہیں۔ جیسے مادی خاتم کے حقیقی معنے مؤثر وجود ہیں۔ اگر ان دونوں قسم کی خاتموں کی اغراض ملتی جُلتی ہوں تو اُن اغراض کو سمجھانے کے لئے ایک حقیقی خاتم کو دوسری حقیقی خاتم سے تشبیہہ دینے سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ پہلی خاتم جو مشبّہ ہے وہ اب حقیقی نہیں مجازی خاتم بن گئی ہے۔ چنانچہ خَتْم مصدر کے حقیقی معنیٰ تاثیرُالشیٔ بیان کرنے کے بعد خود صاحب مفردات نے کَنَقْشِ الْخَاتَمِ کہکر ختم کے معنوں کے مضمون کو ذہنوں سے قریب کرنے کیلئے ہی مثال دی ہے کہ خَتْم کی یوں تاثیر ہوتی ہے۔ جیسے مہر اپنے نقوش دوسری چیز پر پیدا کرتی ہے پس اِس مثال سے ختم کے حقیقی معنوں کی تمثیل کے ذریعہ وضاحت مقصود ہے نہ کچھ اور ورنہ ختم مصدر کے معنے تَاْثِیْرُ الشَّیْءِ اس تمثیل سے حقیقی سے مجازی نہیں ہو جاتے۔

ایک عالِم کو جب دوسرے عالِم سے تشبیہہ دیں اور دونوں حقیقی عالِم ہوں تو مشبّہ عالِم اس تشبیہہ سے مجازی عالِم نہیں بن جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام سے رسول ہونے میں تشبیہہ دی گئی ہے تو کیا اِس سے یہ لازم آجاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں مجازی رسول ہیں؟ معاذ اللہ یہ خیال صریح باطل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام دونوں حقیقی رسول ہیں۔

لسان العرب اور خاتم

لسان العرب جو لغت کی معتبر کتاب ہے اُس میں خاتم کے متعلق لکھتے ہیں:- "تُفْتَحُ تَارَةً وَتُكْسَرُ لُغَتَانِ"

کہ خاتم کی تاء کی زبر اور زیر سے دو لُغتیں ہیں۔

پھر لکھتے ہیں:-

"وَالْخَتْمُ وَالْخَاتِمُ وَالْخَاتَمُ وَالْخَاتَامُ وَالْخِيْتَامُ مِنَ الْحُلِيِّ كَأَنَّهُ اَوَّلَ وَهْلَةٍ خُتِمَ بِهِ فَدَخَلَ فِيْ بَابِ طَابِعٍ ثُمَّ كَثُرَ اِسْتِعْمَالُهُ لِذٰلِكَ"۔

کہ یہ سب الفاظ ایک زیور (انگشتری) کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ گویا پہلی دفعہ اس زیور کے ذریعہ مہر لگائی گئی۔ اس لئے یہ طابع کے باب میں داخل ہو گیا۔ اور طابع کے معنوں میں کثرت سے استعمال ہونے لگا۔

اس سے ظاہر ہے کہ مادی مہر دراصل تو نگینہ کے نقوش ہیں اور ختم اُن کا فعل تھا۔ لیکن خیال کیا گیا کہ گویا وہ نگینہ جس کے نقوش کے ذریعہ پہلی دفعہ مہر لگائی گئی وہ انگشتری میں جڑا ہوا تھا۔ اس لئے انگشتری بھی اُس کی مجاورت (یعنی ساتھ ہونے) کی وجہ سے بطور مجاز مرسل خَتم یا خَاتَم یا خَاتِم وغیرہ کہلانے لگ گئی۔

اس سارے بیان سے امام راغب کے اس بیان کی تائید ہوتی ہے کہ ختم کے اصلی اور حقیقی معنے تاثیر الشئ ہیں جیسے کہ نگینہ کے نقوش آگے نقوش پیدا کرتے ہیں

خَاتَم اور خَاتِم کی بناوٹ میں فرق!

خَاتَم تاء کی زبر کے ساتھ خَتْم مصدر سے اسم آلہ بمعنی لِمَا یُخْتَمُ بِهٖ ہے، یعنی آلہ جس سے مہر لگائی جائے۔ جیسے عَالَم عِلْمٌ سے اسم آلہ بمعنی لِمَا یُعْلَمُ بِهٖ ہے۔ یعنی ایسی اشیاء جو خدا کی معرفت کا ذریعہ ہیں کیونکہ دُنیا کی ہر چیز معرفتِ الٰہی کا ذریعہ ہے اِسی لئے وہ عالَم میں داخل ہے۔ خَاتِم تاء کی زیر سے اسم فاعل ہے۔ خَاتَم آلہ کے معنے تاثیر کا ذریعہ ہیں تو خَاتِمْ اسم فاعل کے معنے اپنا اثر دوسری شئے میں پیدا کرنے والا صاحبِ خاتَم یعنی بدرجۂ کمال مؤثرہ کیفیت رکھنے والا ہیں۔ پس خاتَم اور خاتِم میں صرف بناوٹ کے لحاظ سے فرق ہے مفہوم میں نتیجہ کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا مفہوم یہی ہے کہ خَاتَم اور خَاتِم دوسری شئے میں مؤثر وجود کا نام ہے۔

خَاتَمَ النَّبِیّٖن کے حقیقی معنٰے!

خَتْم مصدر کے حقیقی معنے تو آپ معلوم کر چکے اور یہ بھی معلوم کر چکے ہیں کہ خَاتَمْ اور خَاتِم دونو لفظ اِسی سے مشتق ہیں۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ جب خَاتَمْ یا خَاتِم کسی گروہ یا جمع کے صیغے کی طرف مضاف ہو تو اس کے حقیقی معنے کیا ہونگے۔ سو واضح ہو کہ لفظ خَاتَم جب جمع کی طرف مضاف ہو جیسے خَاتَمُ الْاَوْلِیَاءِ تو جزء کے طور پر اس خطاب کے حامل میں یہ بات پائی جانی چاہیئے کہ وہ اس گروہ کے کمال کے انتہائی نقطہ پر پہنچا ہُوا ہو گویا

خاتم الاولیاء کو خاتم الولایۃ بھی ہونا چاہیئے۔ جب اُس میں یہ جُز ھ والے معنی پیدا ہونگے تو پھر وہ طبعی طور پر دوسرے میں تاثیر کا ذریعہ بنے گا مثلاً خاتم الاولیاءُ وہی ہوگا جس کی تاثیر یعنی افاضۂ روحانیہ سے ولی پیدا ہو سکیں۔

اِسی طرح خَاتَمُ النَّبِیّٖن کے لئے ضروری ہے کہ پہلے وہ خاتم النبوۃ ہو یعنی نبوۃ کا وصف جو پہلے انبیاء کو حاصل تھا خاتم النبیین میں اپنے انتہائی کمال پر پہنچا ہُوا ہو۔ اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف تمام انبیاء کے کمالات کے جامع ہوں بلکہ وصفِ نبوت میں ان سب کے مجموعی وصف سے بھی بڑھے ہوئے ہوں۔ علامہ ابنِ خلدونؒ اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

"یُمَثِّلُوْنَ الْوَلَایَۃَ فِیْ تُفَاوُتِ مَرَاتِبِھَا بِالنُّبُوَّۃِ وَیَجْعَلُوْنَ صَاحِبَ الْکَمَالِ فِیْھَا خَاتَمَ الْوَلَایَۃِ اَیْ حَائِزًا لِلْمَرْتَبَۃِ الَّتِیْ ھِیَ خَاتِمَۃُ الْوَلَایَۃِ کَمَا کَانَ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ حَائِزًا لِلْمَرْتَبَۃِ الَّتِیْ ھِیَ خَاتِمَۃُ النُّبُوَّۃِ۔" (مقدمہ صـــ۲۷۱ و صـــ۲۷۲)

یعنی صوفیاءؒ ولایت کی مثال نبوت سے دیتے ہیں۔ اور ولایت میں جامع کمالات کو خاتم الولایۃ کہتے ہیں۔ جیسے کہ خاتم الانبیاءؑ نبوت کے کمال اور مرتبہ کے پورے طور پر جامع ہیں"۔ اِس طرح خاتم النبوۃ ہونے کے بعد اب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے افاضۂ روحانیہ سے دوسرے شخص کو کمالِ نبوت پر پہنچا سکیں گے۔ کیونکہ جامعیتِ کمالاتِ نبوت کا یہ طبعی تقاضا ہے کہ خاتم النبیینؐ اپنی تاثیر سے دوسرے شخص میں کمالاتِ نبوت منتقش یا منعکس

کر سکنے کا ذریعہ ہو۔ جس طرح مادی مہر اپنے نقوش دوسری شئ میں منتقش یا منعکس کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ خاتم النبیین کے خاتم النبوۃ ہونے کی حقیقت کے پیش نظر ہی بانی سلسلہ احمدیہ نے الاستفتاء ص۱۶ کی عبارت میں ختم نبوت کے معنے جامعیت کمالات بیان فرما کر اُن کا طبعی تقاضا افاضہ بیان فرمایا ہے۔ اور خاتم النبیین کی تاثیر والی حیثیت کو مدنظر رکھ کر جو خاتم النبیین کے حقیقی معنے ہیں حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ :-

"آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ رُوحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔"
(حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۹۷)

خاتم النبیین کے معنے محض آخری نبی مراد لینا بالذات کسی فضیلت کو نہیں چاہتا۔ یہ بات مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کو "ختم النبوۃ فی القرآن" ص۸۱ و ۸۲ میں مسلّم ہے۔ اور مولوی محمد ادریس صاحب کو اپنی کتاب مسک الختام فی ختم النبوۃ ص۴۸ تا ۵۰ میں مسلّم ہے۔ یہی بات مولوی محمد قاسم صاحب نے تحذیر الناس ص۳ پر لکھی ہے کہ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی جو عوام الناس کے معنے ہیں یہ بالذات کسی فضیلت پر دال نہیں۔ اسی لئے انہوں نے خاتم النبیین کے مرتبی معنے یہ بیان فرمائے ہیں :-

"جیسے خاتم بفتح تاء کا اثر اور فعل مختوم علیہ پر ہوتا ہے ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوگا۔"
(تحذیر الناس ص۱۰)

گویا خاتم کے معنے تاثیری تسلیم کئے ہیں۔ اور اس تاثیر کو یوں قرار دیا ہے کہ تمام انبیاء نے آپؐ کے فیض اور اثر سے مقامِ نبوت حاصل کیا ہے۔ ہاں ان حقیقی معنیٰ کے ساتھ آخری نبی کے معنے بطور لازم معنیٰ جمع ہو سکتے ہیں۔ یعنی بمعنیٰ آخری شارع اور آخری مستقل نبی۔ انہی معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی کے قائل ہیں۔ اور انہی معنوں میں حضرت امام علی القاریؒ اور حضرت مولانا عبدالحیؒ لکھنوی اور حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ وغیرہ بزرگانِ دین جن کی عبارات قبل ازیں پیش کر چکا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَبُوْبَکْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ تو پھر آپ کو مطلق آخری نبی یا محض آخری نبی کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں آپؐ نے اپنی اُمت میں نبی کی آمد کا امکان تسلیم فرمایا ہے۔ شارع اور مستقل نبی کا نہ آسکنا تو دونوں فریق کو مسلم ہے لہٰذا اب اِلّا کے استثناء سے مستثنیٰ کی خود تعیین ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد غیر مستقل یا اُمتی نبی ہے۔

لغاتِ عربی اور آخری نبی کے معنیٰ!

عرب کی لغت کی کتابوں میں خاتم النبیین کے معنے آخر الانبیاء لکھے گئے ہیں۔ صاحبِ مفردات کے بیان سے آپ معلوم کر چکے ہیں کہ ختم کے معنی بند کرنا یا آخری ہونا یا ختم کرنا۔ یا اثر حاصل چاروں مجازی معنے ہیں۔ آخر الانبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجازی معنوں میں نہیں بلکہ حقیقی معنوں کے لازم معنوں

کے طور پر آخری نبی ہیں - یعنی آخری شارع اور آخری مستقل نبی - کیونکہ یہی معنیٰ حقیقی معنوں کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں - محض آخری نبی چونکہ مجازی معنے ہیں - اِن کا حقیقی معنوں کے ساتھ جمع ہونا محال ہے -

اہلِ لُغت نے آخرالانبیاء کے معنے لُغت کی کتابوں میں اپنے عقیدہ کے طور پر لکھے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تئیں آخرالانبیاء بھی قرار دیا ہے - مگر آپؐ نے اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا تھا وَاِنَّ مَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ (صحیح مسلم باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ) کہ میری مسجد مسجدوں میں سے آخری ہے - یہ فقرہ آپؐ نے اس لئے زائد کیا تھا کہ آخرالانبیاء کے لازمی معنے ہونے پر روشنی پڑے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا - بلکہ تابع نبی آسکتا ہے - جیسے کہ میری مسجد کے بعد اُن مساجد کا بنانا جائز ہے جو میری مسجد کے جو آخری مسجد ہے تابع ہوں اور اُن کا وہی قبلہ ہو جو اس مسجد کا قبلہ ہے - اور اُن میں وہی عبادات ہوں جو اس مسجد میں ادا کی جاتی ہیں - کیونکہ اس صورت میں وہ مساجد میری مسجد کے حکم میں ہونگی - اور میری آخری مسجد کا ظلّ ہونگی - اسی طرح میں آخری نبی ہوں - میری شریعت کے تابع میرا ایک کامل پیرو میری ظلّیت میں مقامِ نبوت پا سکتا ہے جس طرح تابع مساجد کا بننا مسجد نبویؐ کے آخری مسجد ہونے کے منافی نہیں ویسے ہی اُمتی نبی یا ظلّی نبی کا آنا میرے آخری نبی ہونے کے منافی نہیں -

لُغت نویسوں نے جب حدیثوں میں آخرالانبیاء کے الفاظ دیکھے تو انہوں نے خاتم النبیین کے معنوں میں اپنی کتابوں میں آخرالانبیاء کے الفاظ

لکھ دیئے اور عموماً یہ تصریح بھی نہ کی کہ یہ معنی مجازی ہیں یا لازمی یا حقیقی ۔حقیقی معنیٰ تو انہیں قرار دے ہی نہیں سکتے تھے ۔جیسا کہ آپ مفرداتِ راغب کے بیان سے دیکھ چکے ہیں ۔ مگر انہوں نے آخر الانبیاء کے لازمی یا مجازی معنے ہونے کی طرف بھی اشارہ نہیں کیا ۔ لہذا خاتم النبیین کے معنے آخر الانبیاء لُغت میں لکھے ہوئے دیکھ کر یہ حُکم ہرگز نہیں لگایا جا سکتا کہ یہ خاتم النبیین کے بلحاظ لغتِ عربی حقیقی معنیٰ ہیں ۔حقیقی معنے بلحاظ لُغت وہی ہیں جو میں بیان کر چکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اثر اور فیض سے نبوت کے مقام پر پہنچانے کا ذریعہ ہیں ۔ ان معنوں کے نتیجہ میں آپ کا ایک کامل اُمتی اور پیرو آپ کی ظلّیت میں مقامِ نبوّت پا سکتا ہے اور یہ شرف کسی اور نبی کو حاصل نہیں کہ اس کی تاثیر اور افاضہ سے کوئی شخص مقامِ نبوت پا سکے ۔

لُغت کی کتابوں کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ صرف حقیقی معنے ہی بیان کریں بلکہ لُغت نویس اکثر مجازی معنے بھی بغیر اس تصریح کے درج کر دیتے ہیں کہ یہ مجازی معنے ہیں یا حقیقی ۔ بعض لُغت نویسوں نے خاتم النبیین کے معنی بتانے کے لئے خاتم القوم کا محاورہ بھی آخر القوم کے معنوں میں درج کیا ہے ۔ حالانکہ اس محاورہ کا استعمال اہلِ عرب میں ان معنوں میں نہیں ملتا ۔ لیکن بالفرض اگر استعمال ہو بھی تو بہر حال یہ مجازی استعمال ہو گا جیسا کہ مفرداتِ راغب سے ظاہر ہے کہ خاتم کے معنے "آخری" مجازی معنی ہیں ۔ خداوند علیم و خبیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں میں خاتم النبیین قرار دیا ہے نہ کہ مجازی معنوں میں ۔ خاتم النبیین کے حقیقی معنیٰ اگر محض آخری نبی یا مطلق آخری نبی

قرار دیئے جائیں تو پھر افضلیت کے معنی مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ محض آخری کے مقابلہ میں یہ معنی مجازی ہیں۔ اس لئے یہ محض آخری کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ اور خاتم النّبیین کا لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل النبیین ہونے پر دالّ ہے۔

غیر احمدی علماء کا خاتَم النّبیین کے معنی افضل النبیین سے انکار

امتِ محمدیہ میں کئی بزرگوں کو خاتَم المحدّثین۔ خاتم المفسرین یا خاتم الاولیاء وغیرہ قرار دیا گیا ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ یہ بزرگ محدثیت۔ تفسیر دانی یا ولایت وغیرہ کے مرتبہ میں اکمل فرد ہیں اور ان کی شاگردی اور پیروی میں انسان محدث مفسّر اور ولی بن سکتا ہے۔ اس لحاظ سے خاتم المحدّثین۔ خاتم المفسرین یا خاتم الاولیاء کے معنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے افضل المحدّثین۔ افضل المفسرین یا افضل الاولیاء وغیرہ قرار پاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خاتم النبیین اسی لئے قرار دیا ہے کہ آپؐ تمام انبیاء کے کمالات کے جامع اور تمام انبیاء میں سے اکمل فرد ہیں۔ یعنی نبوت میں انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اور چونکہ آپؐ کا زمانہ قیامت تک ہے۔ اس لئے آئندہ کمالاتِ نبوت و مقامِ نبوت صرف آپؐ کی پیروی اور فیض سے ہی مل سکتا ہے لہٰذا خاتم النبیین کے ایک معنے یہ ہیں کہ آپؐ ہمیشہ ہمیش کے لئے افضل النبیین ہیں کیونکہ آپؐ نبوت میں انتہائی کمال پر پہنچے ہوئے ہیں۔

مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کو اپنی کتاب ختم النبوۃ فی القرآن صفحہ ۸۱ و ۸۲ میں اور مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی کو اپنی کتاب ختم النبوۃ

کے صفحہ ۴۸ تا ۵۰ میں خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین سے انکار ہے۔ ان دونوں کے نزدیک خاتم النبیین کے حقیقی معنے صرف آخری نبی ہیں اور افضل النبیین یا کوئی اور معنی مجازی ہیں۔ یہ دونوں معنے ایک ذات میں جمع نہیں ہو سکتے چنانچہ یہ دونوں صاحب لکھتے ہیں :۔

"خدا کے کلام کو کسی شاعرانہ مبالغہ یا مجاز پر محمول قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلا ضرورت حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو اختیار کرنا باجماع اصول عربیت ناجائز ہے۔"

مولوی محمد ادریس صاحب خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین کے ضمن میں لکھتے ہیں :۔

"یہ محاورہ اسی مقام پر استعمال ہوتا ہے کہ جہاں کسی کی افضلیت ثابت کرنی ہو۔ اور ظاہر ہے کہ افضلیت جب ہی ثابت ہو سکتی ہے کہ جب کمال اور افضلیت کا آخری اور انتہائی درجہ اس کے لئے ثابت کیا جائے۔ چونکہ بندہ اس قسم کے الفاظ کو اپنے علم کے مطابق استعمال کرتا ہے اس لئے اس قسم کے الفاظ کو مبالغہ اور مجاز پر محمول کیا جاتا ہے۔"

(ختم النبوۃ صفحہ ۴۸-۴۹)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

"یہ محاورہ یا تو بطور مبالغہ بولا جاتا ہے یا بطور تاویل کے کہ یہ اپنے زمانہ کے آخری محقق اور آخری محدث ہیں۔" (ختم النبوۃ صفحہ ۴۹)

اِس کے بعد تحریر فرماتے ہیں :۔

"اُس علیم و حکیم کا کلام تو حقیقت پر ہی محمول ہو گا۔"

پھر اپنی کتاب ختم النبوۃ صفحہ ۵۰ پر لکھتے ہیں :۔

"خاتم النبیین کے یہی (افضل النبیین۔ ناقل) عرفی۔ مجازی اور تاویلی معنی مراد لئے جائیں تو پھر آپ کی خصوصیت ہی کیا ہوئی؟ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو بھی اس عرفی معنیٰ کے اعتبار سے خاتم النبیین کہہ سکتے ہیں۔"

اِس بیان سے ظاہر ہے کہ ان مولوی صاحبان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین بمعنی افضل النبیین ہونے سے انکار ہے اور وہ ان معنیٰ کو عرفی اور مجازی قرار دیتے ہیں۔ اور حقیقی معنی اس کے آخری نبی قرار دیتے ہیں۔ ہم نے تفصیل سے اپنے اس مضمون میں بحث کی ہے کہ آخری نبی خاتم النبیین کے حقیقی معنے نہیں بلکہ مجازی معنے ہیں۔ بہر حال ان مولوی صاحبان کے نزدیک خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین مجازی۔ عرفی اور شاعرانہ مبالغہ ہیں اسلئے آخری نبی اسکے حقیقی معنی قرار دے کر ان کے ساتھ افضل النبیین کے معنوں کو وہ قبول نہیں کرتے کیونکہ یہ معنی ان کے نزدیک مبالغہ پر محمول ہیں اور خدا تعالیٰ کا کلام شاعرانہ مبالغہ پر محمول قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ تو درست ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو مبالغہ پر محمول قرار نہیں دیا جا سکتا اور خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین وغیرہ کے الفاظ بطور مبالغہ بھی کسی بزرگ کے لئے ایک انسان ان معنوں میں

استعمال کر سکتا ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں افضل فرد ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کو مبالغہ کی کیا ضرورت ہے اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اِن معنوں میں قرار دیتا ہے کہ آپؐ نبوت کے مراتب کے حصول میں انتہائی کمال پر پہنچے ہوئے ہیں۔ تو یہ کسی قسم کا مبالغہ نہیں ہو گا۔ بلکہ ایک حقیقت کا اظہار ہو گا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا ریب افضل النبیین ہیں اِس میں کوئی مبالغہ نہیں۔

مولوی محمد ادریس صاحب کے نزدیک اگر افضل النبیین معنے لئے جائیں تو جیسا کہ مَیں ان کی عبارت پیش کر چکا ہوں خاتم النبیین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی بلکہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام بھی اِن معنوں میں خاتم النبیین بن جاتے ہیں۔

اِس کے متعلق عرض ہے کہ ہم اسجگہ النبیین کا الف لام "استغراق" کا تسلیم کرتے ہیں اس لئے مراد یہ لیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ اور یہ خصوصیت نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔ اِس لئے یہ دونوں نبی ان معنوں میں خاتم النبیین قرار نہیں پا سکتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت میں کوئی خلل پیدا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ دونوں نبی تمام انبیاء کے کمالات کے جامع اور نبوت میں انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے نہیں۔ ان کو کوئی خاتم النبیین کہدے تو البتہ یہ شاعرانہ مبالغہ ہو گا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے نہ ان دونوں نبیوں کو خاتم النبیین کہا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور نبی کو۔ کیونکہ افضل النبیین

درحقیقت سرورِ کائنات فخرِ موجودات سید الاصفیاء والاتقیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجودِ باجود ہے لاغیر۔

علامہ فخر الدین رازیؒ صاف لکھتے ہیں :-

" اَلَا تَرٰی اَنَّ رَسُوْلَنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا کَانَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کَانَ اَفْضَلَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔ " (تفسیر کبیر جلد ۶ صـ ۳۴ مصری)

یعنی تم دیکھتے نہیں ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہیں اس لئے تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔

پس افضل النَّبِیّٖن کو خاتم النبیین کے مجازی معنے قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے جس سے ان مولوی صاحبان کو بھی انکار نہیں کہ مجازی معنے حقیقی معنوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے وہ خاتم النبیین کے حقیقی معنے آخری نبی قرار دے کر افضل النبیین کے معنی کو شاعرانہ مبالغہ اور مجاز قرار دیکر رد کر رہے ہیں۔ مگر امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین قبول کر رہے ہیں اور آنحضرتؐ کے خاتم النبیین ہونے سے آپؐ کے افضل النبیین ہونے کا استدلال کر رہے ہیں۔ اگر یہ معنے خاتم النبیین کے حقیقی معنیٰ کے لوازم میں سے نہ ہوتے بلکہ صرف مجازی معنیٰ ہوتے تو وہ خاتم النبیین سے افضل النبیین کا استدلال نہ فرماتے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خاتم النبیین کے معنیٰ افضل النبیین

ماسوا اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ختمِ نبوت کو تمام انبیاء پر

اپنی فضیلت کی دلیل قرار دیا ہے ۔ پس افضلیت اس کے مجازی معنے نہ ہوئے چنانچہ صحیح مسلم باب الفضائل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان فرماتے ہیں کہ :۔

"فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ ۔ رواہ مسلم فی الفضائل ۔" (مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین ص۵۱۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ کہ میں چھ باتوں میں تمام انبیاء پر فضیلت دیا گیا ہوں ۔ اوّل مجھے جوامع الکلم دیئے گئے ہیں ۔ دوم رعب سے نصرت دیا گیا ہوں ۔ سوم میرے لئے غنیمتوں کا مال حلال کیا گیا ۔ چہارم میرے لئے ساری زمین عبادت گاہ اور تیمم کے ساتھ پاک کرنے کا ذریعہ بنائی گئی ہے ۔ پنجم میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں ۔ ششم میرے ذریعہ انبیاء پر مُہر لگائی گئی ہے ۔

اب جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اپنے خاتم النبیین ہونے کو تمام انبیاء پر وجہ فضیلت قرار دیا ہے تو صاف ظاہر کہ آپؐ کے نزدیک خاتم النبیین کا لقب آپؐ کی افضلیت تامہ بر جمیع انبیاء کے معنوں پر بھی مشتمل ہے ۔ اب مولوی محمد شفیع صاحب اور مولوی محمد ادریس صاحب

سوچ لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے کن معنوں کو مدّ نظر رکھ کر اپنی افضلیتِ تامّہ کی دلیل قرار دیا ہے؟ کیونکہ محض "آخری نبی" کے معنوں کے ساتھ تو افضلیت کے مفہوم کا جمع ہونا اِن علماء کے نزدیک ناجائز اور اصولِ مسلّمہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ "آخری نبی" ان کے نزدیک خاتم النبیین کے حقیقی معنے ہیں اور افضل النبیین اس کے مجازی معنے ہیں اور مجازی معنے حقیقی معنوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

ہم سے پُوچھو تو ہمارا جواب یہ ہے۔ کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ رُوحانیہ کے واسطہ سے مقامِ نبوت کا ملنا خاتم النبیین کے حقیقی معنی ہیں اور یہ معنی آپ کے جامع کمالاتِ انبیاء ہونے کا طبعی نتیجہ ہیں اسلئے آپ نے خاتم النبیین کے مقام کو تمام انبیاء پر اپنی فضیلتِ تامہ کی دلیل قرار دیا ہے۔ اور "افضل النبیین" خاتم النبیین کے اِن حقیقی معنوں کے لوازم میں سے ہونے کی وجہ سے ایک لازمی معنے ہیں۔ نہ کہ مجازی معنی۔

حدیث ہٰذا میں چھ وجوہِ فضیلت بیان ہوئی ہیں جن میں آپ کی اُمّت بھی بالواسطہ اور ظلّی طور پر شریک ہے۔ چنانچہ امت بھی جوامع الکلم (قرآن مجید) رکھتی ہے۔ ۲ رُعب سے اُس کی نصرت کی گئی ہے۔ ۳ اموالِ غنیمت اس کیلئے حلال ہیں۔ ۴ ساری زمین اس کیلئے عبادت گاہ اور تیمم کے ساتھ پاک کرنیوالی ہے۔ یہ چاروں باتیں اُمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے حاصل ہیں۔ پانچویں بات تمام خلقت کی طرف مبعوث ہونا ہے۔ یہ بات مسیح موعود کو بالواسطہ حاصل ہے خواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہوں یا امت کے اندر پیدا ہونے والا

مسیح موعود مراد ہو۔ اب چھٹی صفت خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ کا بھی امت پر بالواسطہ اثر ہو گا اور امت کے اندر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض اور واسطہ سے ظلیت اور وراثت کے طور پر نبی کا ہونا ممکن ہو گا۔ اور یہ نبی چونکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل ظل ہو گا اسلئے ظلی خاتم النبیین ہو گا جس طرح کہ نقش پیدا کرنے والی مہر کے اثر سے جو نقش پیدا ہوتا ہے وہ بھی مہر ہی کہلاتا ہے مگر مجازی اور ظلی طور پر نہ کہ حقیقی طور پر کیونکہ اثرِ حاصل کو صاحب مفردات نے مجازی قرار دیا ہے۔ ظلی خاتم النبیین کا مفہوم چونکہ حقیقتِ نبوت کا حامل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ کامل ظلی نبی ہوتا ہے۔ جبتک خاتم النبیین کے یہ معنے تسلیم نہ کئے جائیں افضلیت تامہ بر انبیاء کے لئے خاتم النبیین کا مقام دلیل نہیں ہو سکتا۔ ولایت کا مقام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آنے والے انبیاء کے فیض واثر سے بھی اُن کے امتیوں کو ملتا رہا ہے

غیر احمدی علماء سے ایک اہم سوال

امام راغب علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے مطابق جو لغتِ قرآن کے مستند امام ہیں ختم کے معنی آخری یا بند کرنا یا ختم کرنا (دیکھو مفردات راغب زیر لفظ ختم) سب کے سب مجازی معنے ہیں۔ لیکن مولوی محمد شفیع صاحب اور مولوی محمد ادریس صاحب محض تحکم سے "آخری نبی" کے معنوں کو حقیقی معنے قرار دیتے ہیں۔ لہذا اب انکا فرض ہے کہ وہ بتائیں۔ اگر خاتم النبیین کے حقیقی معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محض آخری نبی ہیں تو پھر آپؐ نے اپنے اس مرتبہ کو افضلیت بر انبیاء

کی دلیل کس طرح قرار دیا ہے؟ اور کن معنوں کو مدّ نظر رکھ کر ان معنوں سے افضلیتِ تامہ کا مفہوم اخذ فرمایا ہے؟ کیونکہ محض "آخری نبی" کے معنوں سے تو یہ افضلیتِ تامہ کا مفہوم اخذ نہیں ہو سکتا اور نہ "آخری نبی" کے معنوں کے ساتھ افضلیتِ تامہ کے مجازی معنی جو ان علماء کے نزدیک شاعرانہ مبالغہ ہیں جمع ہو سکتے ہیں۔

یہ وہ سوال ہے جس کا جواب دینا اب ان علماء پر واجب ہے مگر میں بڑے وثوق اور کامل یقین سے کہتا ہوں کہ یہ علماء اپنے اِس مسلک پر قائم رہ کر اس سوال کا کوئی حل پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اپنے مسلک کے لحاظ سے وہ یہ تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی حقیقی چونکہ محض "آخری نبی" ہیں نہ کچھ اور۔ اس لئے خاتم النبیین کا لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیتِ تامّہ بر انبیاء کی دلیل نہیں ہو سکتا کیونکہ افضل النّبیّین کے معنے آخری نبی کے معنوں کے بالمقابل ان علماء کے نزدیک مجازی معنی ہیں اور مجاز کا حقیقت کے ساتھ جمع ہونا مسلّمہ طور پر محال ہے۔ پس جب تک وہ اپنے اِس مسلک کو نہ چھوڑیں فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ والی حدیث کی بنا پر جو سوال پیدا ہوتا ہے اس کا کوئی حل اُن کے پاس موجود نہیں۔

اب میرا ان علماء کو درمندانہ مشورہ ہے کہ وہ خَاتَمُ النّبیّین کے لقب کے افضل النّبیّین کے معنوں پر مشتمل ہونے سے انکار نہ کریں کیونکہ یہ خَاتَم النّبیّین کا ہی لقب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیتِ تامہ بر جمیع انبیاء کا روشن ثبوت ہے اور اسی بنا پر علّامہ فخرالدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر میں

لکھتے ہیں :-

" اَلَا تَرٰی اَنَّ رَسُوْلَنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا کَانَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کَانَ اَفْضَلَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔"

(تفسیر کبیر جلد ۶ صـ۳۱ مصری)

یعنی تم دیکھتے نہیں کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہیں اس لئے آپ سب نبیوں سے افضل ہیں۔

محققین علماء اور ائمہ کو کبھی اپنی بات کی غلطی ظاہر ہو جانے پر اُس سے رجوع کرنے میں تامّل نہیں ہوا۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ مولوی محمد شفیع صاحب اور مولوی محمد ادریس صاحب بھی اسی شیوہ کو اپنا دستور العمل بنائیں گے۔

اَب میرے اس سوال کے مقابلہ میں ان علماء کے سامنے صرف دو راستے کھلے ہیں۔

راہ اوّل یہ ہے کہ وہ مفرداتِ راغب کے خَتْم کے حقیقی معنے تأثیر الشیءِ کے مطابق خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے حقیقی معنے جامع جمیع کمالاتِ انبیاءؑ اور نبوت میں انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے اور اپنی تأثیر و افاضہ میں تمام نبیوں میں سے کامل فرد تسلیم کرلیں۔ آپؐ کے افاضہ کا کمال چاہتا ہے کہ آپؐ کی پیروی میں آپ کا اُمتی آپؐ کی ظلّیت میں مقامِ نبوت پا سکتا ہو۔ کیونکہ ولایت کا مقام تو سابقہ انبیاء کے افاضہ سے بھی مل سکتا تھا۔ کیونکہ ہر ایک اُن میں سے خاتم الاولیاءؑ تھا۔ اگر یہ معنے وہ اختیار کرنے کے لئے تیار ہوں تو اُن پر واضح ہو کہ ان حقیقی معنوں کے ساتھ آخری نبی کے معنے بھی بطور لازم معنی کے اس مفہوم میں جمع

جمع ہو سکتے ہیں کہ آپؐ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ لیکن اگر وہ یہ راستہ جو صحیح اور حقیقی راستہ ہے اختیار نہ کرنا چاہیں اور خاتم النبیین کے یہ لغوی اور حقیقی معنی تسلیم نہ کریں تو پھر اُن کے لئے دوسری راہ یہ کھلی ہے کہ خاتم الانبیاء کے معنیٰ "آخری نبی" بمفہوم آخری شارع اور آخری مستقل نبی بطور مجازی معنیٰ کے تسلیم کریں۔ اِن معنوں کے ساتھ افضل النبیین اور جامع جمیع کمالاتِ نبوت کے معنیٰ بطور عموم مجاز کے جمع ہو سکتے ہیں کیونکہ جو افضل النبیین ہوگا وہ بہرحال جامع جمیع کمالاتِ نبوت اور آخری شارع اور مستقل نبی ضرور ہوگا۔ یہ سب مجازی معنے اکٹھے خاتم النبیین کی حقیقتِ شرعیہ نبانے والے تسلیم کریں۔ جب خدا تعالےٰ نے خَتم مصدر کے مشتقات قرآن مجید کی دوسری آیات میں مجازی معنوں میں بھی استعمال کئے ہیں تو اسجگہ خاتم کا مجازی معنوں میں استعمال تسلیم کرنے میں اُنہیں کوئی دِقت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتم النبیین کے معنی افضل النبیین اور نبوت میں انتہائی کمال پر پہنچنے والا نبی میں کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں بلکہ ایک حقیقت کا اظہار ہے۔ اور محض "آخری نبی" ناقص معنی ہیں کیونکہ یہ بالذات کسی فضیلت پر دال نہیں کیونکہ آخری ہونا بالذات کسی فضیلت کو نہیں چاہتا۔ ہاں آخری شارع اور آخری مستقل نبی کا مفہوم چاہتا ہے کہ ایسا نبی افضل النبیین ہو اور اس کے بعد غیر مستقل نبی یا ظلّی نبی کا آنا ممتنع نہ ہو۔ یہ سارے معنی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کا کمال چاہتے ہیں جس کے نتیجہ میں آپؐ کے ایک کامل پیرو کے لئے نبوّتِ ظلیہ

یا غیر مستقلہ نبوت کا مقام پانا ممکن ہوگا۔

اِن دونوں راہوں میں سے جو راہ آپ اختیار کریں نتیجہ میں آپ اِس سچائی تک پہنچ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں نبوّت کا مقام مِل سکتا ہے اور مسیح موعود کو حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوتِ غیر مستقلہ اور ظلّیہ کے لحاظ سے ہی نبی اللہ قرار دیا ہے۔ مستقل نبی تو بموجب حدیث لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ آ نہیں سکتا۔ اگر یہ علماء اِن دونوں راستوں کو چھوڑ دیں تو پھر میرا دعویٰ ہے کہ ان کے پاس اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے میرے سوال کا جو حدیث فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ کی بناء پر پیدا ہوتا ہے کوئی حل موجود نہیں۔

خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کے حقیقی معنیٰ کے لوازم

اور

خاتم النبیّین کی حقیقتِ شرعیہ

ہماری تحقیق میں خاتم النّبیّین کے حقیقی معنی نبوّت میں مؤثر وجود کو بعض اور معانی بھی لازم ہیں۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النّبوّة ہیں یعنی ایسے نبی ہیں جن پر تمام کمالاتِ نبوت منتہی ہوگئے اور کوئی کمال نبوت کا ایسا باقی نہیں رہا جو آپ کی ذات میں نہ پایا جاتا ہو اس لئے افضل النبیین ہونا آپؐ کے خاتم النّبوّة ہونے کو ذاتی طور پر لازم ہے۔ پھر جو نبی اِس کمال کا ہو اُس کا زِيْنَةُ النَّبِيّٖنَ ہونا بھی

ضروری ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام ایسے باکمال فرد کو اپنے گروہ میں پاکر بالضرور اُس سے زینت پاتے ہیں۔ اسی طرح چونکہ آپؐ اِن معنوں میں آخر الانبیاء بھی ہیں کہ آپ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں اس لئے یہ بھی خاتم النبیین کے معنوں کو بدلالت التزامی لازم ہیں (لزوم بدلالتِ التزامی کی دلیل آگے بیان ہوگی) ہمارے نزدیک یہ سارے حقیقی اور لازمی معانی مل کر خاتم النبیین کی حقیقتِ شرعیہ بناتے ہیں۔

الحمدللہ یہی جماعتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حقیقی اور کامل خَاتَمَ النَّبِیّٖن مانتی ہے!

پس جو شخص اور جو جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام معنوں میں خَاتَمُ النَّبِیّٖن مانتی ہے وہی آپ کو درحقیقت کامل اور حقیقی خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔ ورنہ مُنہ سے کامل اور حقیقی خاتم النبیین ماننے کا دعویٰ تو وہ بھی کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین محض آخری نبی کے معنوں میں مانتے ہیں۔ جو معنے کہ بالذّات افضلیت اور جامعیتِ کمال کے متقاضی نہیں۔ بلکہ اِن معنوں کو حقیقی قرار دے کر ان سے جامعیتِ کمالات اور افضلیت کے معنے اخذ کرنا اصولِ مسلّمہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ محض "آخری نبی" کے مقابلہ میں یہ معنی مجازی ہیں جیسا کہ مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی اور مولوی محمد ادریس صاحب کو مسلّم ہے۔

آخر الانبیاء کے لازمی معنوں کا ثبوت بدلالتِ التزامی

خاتم النبیین کے معنے آخر الانبیاء اِس مفہوم میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع نبی اور آخری مستقل نبی ہیں بدلالتِ التزامی یوں ثابت ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورۃ مائدہ ع ۱)

یعنی آج مَیں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا ہے (اور اِس لحاظ سے) مَیں نے اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔

پس جب دینِ محمدی اکمل اور اتمّ ہوا تو یہ امر اس بات پر دلالت کریگا کہ اب اِس دین کے بعد کسی نئے دین اور نئی شریعت کی ضرورت نہ ہوگی جب نئے دین اور نئی شریعت کی حاجت نہ رہی تو پھر کسی شارع نبی کی بھی حاجت نہ رہی لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع نبی نہیں آسکتا۔ چونکہ شریعتِ کاملہ آجانے کی وجہ سے کمالاتِ نبوت کے حصول کیلئے اب شریعتِ محمدیہ کی پیروی کا واسطہ شرط ہوگا۔ لہٰذا کوئی مستقل نبی بھی اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی دلالت بھی اِسی بات پر ہے۔ جیسا کہ اقتراب الساعۃ صـ ۱۶۲ سے دکھایا جاچکا ہے کہ اِس کے "معنی نزدیک اہلِ علم کے یہ ہیں کہ کوئی نبی شرع ناسخ نہیں لائیگا۔" اور

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شریعت لانے والا نبی نہیں نہ یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔

"بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ۔"

بلکہ میری مراد یہ ہے کہ جب کبھی کوئی نبی ہو گا میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہو گا۔ (فتوحات مکیۃ جلد ۲ صـ۳)

مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :-

"سو اگر اطلاق اور عموم ہے تو تب تو خاتمیتِ زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزومِ خاتمیتِ زمانی بدلالتِ التزامی ظاہر ہے۔"

(تحذیر الناس صـ۹)

یعنی یا تو خاتم کو عام اور مطلق قرار دیکر رُتبی اور زمانی خاتمیت دونوں کو جمع مانو یا پھر خاتم النبیین کے معنی حقیقی خاتمیتِ رُتبی یعنی نبوت میں مؤثر وجود قرار دو اور خاتمیتِ زمانی کو بدلالتِ التزامی اِن معنوں کے ساتھ بطور لازمی معنوں کے تسلیم کرو"۔ مگر خاتمیت زمانی آپ کے نزدیک ایک محدود[عہ] معنوں میں ہے ۔ کیونکہ آپ مسیح نبی اللہ کی آمد کے قائل ہیں۔

خَاتَمَ النَّبِیّٖن کی دوسری قرأت

خَاتَمَ النَّبِیّٖن کی ایک دوسری قرأت خَاتِمَ النَّبِیّٖن خاتم کی تاء کی زیر سے بھی آئی ہے۔ گو یہ قرأت متواترہ نہیں اور نہ یہ کسی صحابی سے

عہ یہ معنی آخری شارع نبی اور آخری مستقل نبی ہیں۔ منہ

مروی ہے تاہم ہمیں اس کا بھی بہت احترام ہے - یہ قرأت بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی رحمت ہے جیسا کہ آگے چل کر آپ اس کا اثر معلوم کریںگے - اب ئیں اس قرأت کی حقیقت بیان کرتا ہوں -

ئیں مصدر خَتْم کے مفرداتِ راغب سے حقیقی معنے بیان کرتے ہوئے یہ بتا چکا ہوں کہ لفظ خَاتَم تاء کی زبر سے ہو یا خَاتِم تاء کی زیر سے دونوں کا مصدر خَتْم ہے - خَاتَم تاء کی زبر سے اسم آلہ ہے اور خَاتِم تاء کی زیر سے اسم فاعل ہے - گو مصدر سے ان کا اشتقاق کرتے ہوئے ان کی بناوٹ میں یہ فرق ہے مگر انجام اور نتیجہ کے لحاظ سے اِن دونوں کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں -

اگر خَاتَم بفتح تاء کے معنے مصدری معنے کے لحاظ سے تاثیر کا ذریعہ ہیں تو خَاتِم بکسر تاء کے معنے بلحاظ اسم فاعل تاثیر کرنے والا ہیں - ٹھیٹھ اردو زبان میں خَاتَمُ النَّبِيِّيْن کے معنے نبیوں کی مُہر ہیں تو خَاتِمُ النَّبِيِّيْن کے معنی مہر کرنیوالا یا صاحب خاتم یعنی مُہر والا نبی ہیں - پھر خَاتَم بفتح تاء کے مجازی معنے مفرداتِ راغب کے بیان کے مطابق بندش - روک اور آخری ہیں تو خَاتِم بکسر تاء کے مجازی معنے ختم کرنے والا ہیں -

لہٰذا حقیقی اور مصدری معنوں کے لحاظ سے دونوں قرأتوں کا مفہوم یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تاثیر قدسیہ کے ذریعہ نقوش انبیاء کو جن کو آپؐ اپنی ذات میں جمع رکھتے ہیں دوسرے شخص میں منعکس کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں - اور آپؐ کی کامل پیروی سے اور آپؐ کی محبت میں فنا ہو کر آپکا ایک کامل اُمّتی مقامِ نبوت کو بطور موہبتِ الٰہی حاصل کر سکتا ہے -

مَیں پہلے بتا چکا ہوں کہ جماعتِ احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں میں خاتم النّبیین مانتی ہے اور تمام لازمی معنوں میں بھی خاتم النبیین مانتی ہے۔ اِس قرأت کے حقیقی معنوں کے ساتھ تمام نبیوں کو ختم کرنے والے مجازی معنے تو جمع نہیں ہو سکتے البتہ جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں بدلالتِ التزامی تمام شارع اور مستقل نبیوں کو ختم کرنے والے معنیٰ بطور لازمی معنوں کے جمع ہو جاتے ہیں۔ مَیں بتا چکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی کا مفہوم کئی بزرگانِ ملّت نے یہی قرار دیا ہے۔ لیکن جو لوگ یہ مفہوم قرار نہ دیں ان کو خاتِمَ النبیین کی قرأت کے لحاظ سے تمام نبیوں کو ختم کرنے والے معنے کرنے پر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلحاظ حقیقتِ لغویہ کے حقیقی خاتم النبیین نہیں مانتے۔ کیونکہ خَتْم مصدر کے معنی ختم کرنا محض مجازی ہیں۔ اور خَاتِمْ یعنی ختم کرنے والا معنی بالذّات افضلیت بر انبیاء کے متقاضی نہیں۔ افضلیت بر انبیاء تو حقیقی معنوں کو لازم ہے۔

غیر احمدی علماء کے معنوں کا مفاد

نیز اگر غیر احمدی علماء اس قرأت کے معنے تمام نبیوں کو ختم کرنیوالا قرار دیں اور خاتَم النبیین بفتح تاء کی قرأت کے معنے محض "آخری نبی" کریں تو ان دونوں معنوں کا مفاد یہ ہوتا ہے کہ یہ معنے مسیح نبی اللہ کی آمد کی پیشگوئی کو جھٹلانے کے مترادف ہیں۔ کیونکہ ان دونوں قرأتوں کا مشترک مفاد یہ ہے کہ کوئی نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر نہیں ہو سکتا نہ پہلا اور نہ

پچھلا۔ آخری نبی سے مراد تو غیر احمدی علماء پیدائش کے لحاظ سے آخری نبیؐ کی تاویل کر کے کہہ دیتے ہیں کہ نیا نبی نہیں آسکتا پُرانا آسکتا ہے۔ لیکن دوسری قرأت کے معنے تمام نبیوں کو ختم کرنے والا ہے کر اب یہ توجیہہ بھی کام نہیں دے سکتی کیونکہ اس قرأت سے پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی سے بڑھ کر یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ اب کسی اَور نبی کا اِس دنیا میں کوئی حصّہ باقی نہیں۔ یہ دوسری قرأت ان کی اس توجیہہ کو باطل کر دیتی ہے کہ کوئی پہلا نبی آسکتا ہے۔ لہٰذا اب انہیں یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ آنے والا مسیح موعود محض ظلّی نبی ہے اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ہی بہ پیرایۂ جدید ایک تجلّی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دوسرے تمام نبیوں کی نبوت کو ختم کیا ہے نہ کہ اپنی نبوت کو بھی۔ اگر آپؐ نے اپنی نبوت کو بھی ختم کیا ہوتا تو پھر تو معاذ اللہ آپؐ خود بھی نبی نہ رہتے اور اپنے بعد آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے مسیح کو بھی نبی اللہ قرار نہ دیتے۔

تیسری قرأت

خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کی ایک تیسری قرأت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

"لٰکِنْ نَبِیًّا خَتَمَ النَّبِیّٖنَ۔"

اس قرأت کے حقیقی معنے میری اوپر کی تحقیقات کے لحاظ سے یہ ہونگے کہ آپ وہ نبی ہیں جنہوں نے اپنے اثر اور فیض سے انبیاء کو مقامِ نبوت تک پہنچایا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں اُن کی نبوت پر مُہرِ افاضہ لگائی ہے

اور اس کے لازمی معنے یہ ہونگے کہ آپ نے تشریعی نبوت اور مستقلہ نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا ہے۔ "تمام نبیوں کو ختم کر دیا ہے" اسکے محض مجازی معنے ہونگے جو حقیقی معنوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ معنے مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ الآیۃ اور حدیث اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ نَبِيًّا کے صریح خلاف ہیں۔ نیز یہ معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام انبیاء پر بالذّات فضیلت پر دال نہیں ہو سکتے اسلئے درست نہیں

اگر اسجگہ "تمام نبیوں کو ختم کیا" مجازی معنے ہی مراد لئے جائیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی امت محمدیہ میں نہیں آ سکتے۔ کیونکہ وہ تو سب نبیوں کے ساتھ ہی ختم ہو گئے۔ اس دنیا میں اب ان کا کوئی حصّہ باقی نہ رہا۔ اگر کچھ حصہ باقی ہو تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ختم نہیں کر سکے اس طرح تو ختم نبوت کے ان معنوں پر زد پڑتی ہے کہ معاذ اللہ وہ عمل میں ناقص رہی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے نبی تو ختم تھے ہی صرف ایک نبی بقول غیر احمدی علماء کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں باقی تھے مگر وہ آپؐ سے ختم نہ ہو سکے پس اِس قرأت کے "ختم کیا" معنے بیشک لو۔ مگر یاد رکھو اِس قرأت میں چونکہ ماضی کا صیغہ ہے۔ اِس لئے گذرے ہوئے انبیاء کو تو پورے طور پر ختم مانو۔ ان کی شریعتوں کو بھی اور انکی جسمانی حیات کو بھی۔ پھر آپ کو سمجھ آ سکتی ہے کہ آنیوالا مسیح موعود امتی نبی صرف اور صرف خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض رسانی سے ہی مقام نبوت پانے والا ہے اور اس کی یہ نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا پرتو اور عکس ہے جو دراصل آپؐ کی ہی نبوت کی ایک جدید پیرایہ میں

تجلّی ہے کیونکہ آپ نے اپنی نبوّت کو ختم نہیں کیا۔ پس اس کی تجلّیات قیامت تک مختلف مظاہر میں حسب استعداد قابلہ متجلّی ہو سکتی ہیں۔

فتاویٰ پر علماء کی مُہروں کا اثر

علماء کی فتاویٰ پر جو مُہریں ثبت ہوتی ہیں اُن کے ذریعہ ان فتووں کی تصدیق اُن کا جاری کرنا اور مستند کرنا مقصود ہوتا ہے۔ نہ اُن فتووں کا بند کرنا۔ اس سے بھی یہ ظاہر ہے کہ مُہر کی اصل حقیقت میں تاثیر کے معنوں کا بڑا دخل ہے پس کیا یہ عجیب بات نہیں کہ علماء کی مُہریں تو فتاویٰ کو جاری کرتی ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہرِ نبوت کو نبوت کا بند کرنے والا قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ مفردات میں بند کرنا ختم کے مجازی معنے ہیں۔ پس چونکہ مُہر کی تاثیر تصدیق کرنا اور مستند کرنا بھی ہے اس لئے خاتم النّبیین کے یہ معنے بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں کے مصدّق ہیں اور اُن کی نبوتیں آپ کی مہرِ نبوت سے مستند ہیں اور آئندہ بھی کوئی نبی آپکی سند اور فیضان اور تصدیق کے بغیر ظاہر نہیں ہو سکتا۔

حضرت مولانا رومؒ اور خاتم النّبیین کے معنی

سرتاج صوفیاء حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ اپنی مثنوی کی جلد ششم میں خاتم کے حقیقی معنی بایں طور بیان فرماتے ہیں ؎

بہرِ ایں خاتم شُدست او کہ بجود
مثلِ او نے بود نے خواہند بود

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کہ سخاوت یعنی افاضۂ روحانیہ میں نہ آپ جیسا کوئی ہوا ہے نہ ہوگا اسلئے گویا جامعیتِ کمالات اور افاضۂ روحانیہ خاتم النبیین کے معنے ہیں۔ یہی حقیقی معنے ہیں۔ اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جود وسخا اور افاضۂ روحانیہ اُمّتی کو صرف ولایت کے مقام تک ہی پہنچا سکتا ہو تو یہ کمال تو پہلے انبیاء کو بھی حاصل تھا۔ کیونکہ اُن کے افاضہ اور اثر سے کئی ولی اور محدّثین پیدا ہوئے پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ افاضۂ روحانیہ میں آپؐ جیسا نبی نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوگا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کا کمال یہ ہے کہ آپ کی شریعت کی کامل پیروی اور آپؐ کے افاضہ کے واسطہ سے آپ کا ایک اُمّتی مقامِ نبوت بھی پاسکتا ہے۔

پھر آگے فرماتے ہیں ؎

چونکہ در صنعت بَرَد استاد دست
تو نہ گوئی ختمِ صنعت بر تو است

یعنی جب کوئی کاریگر اپنی صنعت میں انتہائی کمال کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو اے مخاطب! کیا تو نہیں کہتا کہ تجھ پر کاریگری کی مُہر لگ گئی ہے یعنی تجھ پر کاریگری کمال کو پہنچ گئی ہے۔

خاتم النبیین کے حقیقی معنوں یعنی افاضۂ روحانیہ کا نتیجہ بھی مولانا رومؒ کے ذیل کے شعر سے خوب واضح ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

مکر کن در راہِ نیکو خدمتے ٭ تا نبوت یابی اندر اُمّتے

(مثنوی دفتر پنجم ص۵۳ شائع کردہ مولوی فیروزالدین صاحب)

یعنی اے انسان! نیکی کی راہ میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کوئی ایسی خدمت بجالا کہ تجھے امّت کے اندر نبوّت مل جائے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے خاتم النبیین کے یہ معنے کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے"۔ بالکل اسی طرح حضرت مولینا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے آپؐ کو ایسا صانع قرار دیا ہے جس پر صنعت انتہائی کمال کو پہنچ گئی ہے اور جس کی شریعت کی پیروی سے امت کے اندر نبوت مل سکتی ہے۔

خاتم النّبیّین کے معنی "نبیوں کی زینت" سے غیر احمدی علماء کا انکار

مولوی محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ اور مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کو اس بات پر شدّت سے اصرار ہے کہ خاتم الانبیاء کے معنی آخری نبی حقیقی معنے ہیں۔ لہذا اس کے معنی نبیوں کی زینت نہیں ہو سکتے۔ مولوی محمد ادریس صاحب کو تو صرف انکار پر اصرار ہے مگر مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی تو ان معنوں کو قرآن پر افتراء قرار دیتے ہیں (ختم النبوۃ فی القرآن صـ۵۳)

پھر صفحہ ۸۴ پر لکھتے ہیں:۔

"غرض کوئی جاہل سے جاہل بھی اس قسم کی تحریفات ماننے پر تیار نہیں ہو سکتا۔"

اب ذرا مولوی محمد شفیع صاحب کے اس بیان کی حقیقت ملاحظہ ہو۔
تفسیر فتح البیان جلد ۷ صفحہ ۲۸۶ میں لکھا ہے :-

"هُوَ صَارَ كَالْخَاتَمِ لَهُمُ الَّذِیْ یُخْتَمُوْنَ بِهٖ وَیَتَزَیَّنُوْنَ بِکَوْنِهٖ مِنْهُمْ۔"

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے لئے خاتَم کی طرح ہیں جس کے ذریعہ نبیوں پر مہر لگائی جاتی ہے اور وہ نبی اسوجہ سے زینت پاتے ہیں کہ آپ ان انبیاء کے گروہ کا ایک فرد ہیں۔

پھر امام زرقانی علیہ الرحمۃ شرح المواہب اللدنّیہ میں خَاتَمُ النَّبِیّٖن کے معنی لکھتے ہیں :-

"فَمَعْنَاهُ اَحْسَنُ الْاَنْبِیَاءِ خَلْقًا وَخُلُقًا لِاَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَمَالُ الْاَنْبِیَاءِ كَالْخَاتَمِ الَّذِیْ یُتَجَمَّلُ بِهٖ۔"

(زرقانی شرح المواہب اللدنّیہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۲ مصری)

یعنی خاتَم النّبیین کے معنے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ظاہری اور روحانی بناوٹ اور اخلاق میں سب سے زیادہ حسین ہیں۔ کیونکہ آپ جمال الانبیاء ہیں اُس انگشتری کی مثل جس سے زینت وجمال حاصل کیا جاتا ہے۔

اب یہ علماء بتائیں کہ کیا ان دونوں بزرگوں نے یہ قرآن مجید پر افتراء کیا ہے؟ کیونکہ یہ دونوں بزرگ علماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو نبیوں کی زینت

یا جمال الانبیاء قرار دے رہے ہیں۔

ہاں یہ یاد رہے کہ میرے نزدیک زینت کے معنے خاتم النبیین کے حقیقی معنی جامع جمیع کمالات انبیاء سے ماخوذ ہیں۔ نبیوں کی زینت اور جمال الانبیاء ہونا تو دراصل اس جامعیت کا ہی طبعی نتیجہ ہے۔ انگشتری کی مثال صرف مضمون کو قریب الفہم کرنے کے لئے دی جاسکتی ہے۔

علماء خاتم النبیین کے تاویلی اور مجازی معنوں کے قائل ہیں

مولوی محمد شفیع صاحب اور مولوی محمد ادریس صاحب خاتم النبیین کے معنی محض آخری نبی حقیقی معنی قرار دیتے ہیں۔ مگر تفسیر رُوح المعانی کے مصنّف علّامہ الوسیؒ اپنی تفسیر میں زیر آیت خَاتَمَ النَّبِیّٖن لکھتے ہیں:۔

"اَلْخَاتَمُ اٰلَةٌ لِمَا یُخْتَمُ بِهٖ کَالطَّابَعِ لِمَا یُطْبَعُ بِهٖ فَمَعْنٰی خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ اَلَّذِیْ خُتِمَ بِهِ النَّبِیُّوْنَ وَمَآلُهٗ اٰخِرُ النَّبِیّٖنَ۔"

یعنی خاتَم اسم آلہ ہے جس سے مُہر لگائی جاتی ہے جیسا کہ طابع جس سے نقوش پیدا کئے جاتے ہیں۔ پس خاتم النّبیّٖن کے معنی ہیں وہ شخص جس کے ذریعہ انبیاء پر مہر لگائی گئی ہو اور تاویل اس کی آخرالنّبیین ہے۔

پھر تفسیر ابن جریر میں علّامہ طبری جزو ۲۲ صلا پر رقمطراز ہیں:۔

"وَلٰکِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِیّٖنَ الَّذِیْ

خَتَمَ النُّبُوَّةَ فَطَبَعَ عَلَيْهَا فَلَا تُفْتَحُ لِاَحَدٍ بَعْدَہٗ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ بِنَحْوِ الَّذِیْ قَالَ اَھْلُ التَّاوِیْلِ۔"

ترجمہ:۔ لیکن آپؐ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں آپؐ نے نبوت پر مہر کر دی ہے۔ اس لئے وہ آپ کے بعد کسی کیلئے قیامت تک نہیں کھولی جائیگی جس طرح کہ اہلِ تاویل نے کہا ہے۔

پھر تفسیر بیضاوی کے حاشیہ پر لکھا ہے:۔

"فَاِطْلَاقُ الْخَتْمِ عَلَی الْبُلُوْغِ وَالْاِسْتِیْثَاقِ مَعْنًی مَجَازِیٌّ۔"

یعنی ختم کا استعمال بلوغ الآخر (آخری) اور بند کرنے کے معنوں میں مجازی معنوں کے لحاظ سے ہے۔

(دیکھو حاشیہ بر آیت خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ)

امام راغبؒ نے بھی خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ کی مثال دے کر ختم کا استعمال منع اور بندش کے معنوں میں مجازی قرار دیا ہے۔

ان تفاسیر سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کے حقیقی معنے آخری نبی نہیں بلکہ یہ صرف تاویلی معنے ہیں۔ جماعت احمدیہ حقیقی معنوں کی بھی قائل ہے جو جامعیتِ کمالات اور افاضۂ کاملہ ہیں۔ آخر الانبیاء کے تاویلی معنوں کو بھی بطور لازم معنی کے مانتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری شارع اور آخری مستقل نبی یقین کرتی ہے۔

بندش والی مہر پہلوں پر لگ سکتی ہے!

ان حوالہ جات سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ خاتم النبیین کے حقیقی معنی تو نبیوں کی مہر ہیں۔ مگر اس مہر کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ آپؐ نے نبیوں کو بالکل بند کر دیا ہے۔ یہ مہر کسی کے لئے نہیں کھلے گی۔ مگر تعجب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے یہ لوگ پھر اس مہر کو کھول لیتے ہیں اور اس طرح ختم نبوت کی مہر کا جو انکی نبوتِ مستقلہ پر لگی ہوئی ہے ٹوٹ جانا تسلیم کر لیتے ہیں۔

مولوی محمد ادریس صاحب نے اپنی کتاب میں خاتم النبیین بمعنی نبیوں کی مُہر کو اسی طرح بند کرنے والی قرار دیا ہے۔ اب اگر یہ مہر اس طرح بند کر رہی ہے کہ جو اس کے اندر آ گئے وہ قیامت تک نہیں نکل سکتے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا محال ماننا چاہیئے اور ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح نبی اللہ کی آمد کی جو خبر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح مسلم میں مروی ہے اور جس میں آپ نے چار دفعہ اس مسیح کو نبی اللہ قرار دیا ہے اس سے بموجب حدیث صحیح بخاری اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ امتی فرد ہی مراد ہو سکتا ہے جو امتی نبی کی حیثیت میں امت کا امام ہو گا۔ بندش کی مُہر تو صرف اُن نبیوں کیلئے تسلیم کی جا سکتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکے اور جو مستقل اور شارع نبی تھے۔ کیونکہ بندش والی مُہر خارج میں پائی گئی اشیاء پر لگتی ہے نہ کہ مقدرہ اشیاء پر۔ اگر بعد والا امتی نبی جو امت کا مسیح موعود ہے وہ بھی اس مہر کے اندر بند ہو چکا ہوتا تو پھر اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی اللہ کیوں قرار دیتے؟

مولوی شبیّر احمد صاحب عثمانی کے نزدیک خاتم النّبیین کے حقیقی معنی!

مولوی شبیّر احمد صاحب عثمانی رتبی اور زمانی دونوں معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:—

"بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں۔ اور جن کو نبوت ملی ہے آپؐ کی مُہر لگ کر ملی ہے۔" (قرآن مجید مترجم علامّہ عثمانی زیر آیت خاتم النبیین)

اِس سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب موصوف خاتم النبیین کے معنی مُہر لیکر اس کی تاثیر اور فیض رسانی سے تمام انبیاء کا مقامِ نبوت تک پہنچنا تسلیم فرماتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر کی فیض رسانی آپؐ کے عالمِ جسمانی کے ظہور پر کیوں بند ہو گئی ہے! شریعتِ کاملہ آجانے کی وجہ سے اگر شارع نبی کا آنا محال ہے تو غیر تشریعی نبوت کے مقام پر فائز کرنے میں اِس مُہر کے عمل میں اب کیوں روک پیدا ہو گئی اور کیوں ختمِ نبوت کے مرتبی معنوں کا اثر آئندہ کے لئے رُک گیا ہے؟ حضورؐ کے عالمِ جسمانی میں ظہور پر قیامت تک کیلئے یہ خاتمیتِ مرتبی کی مُہر کیوں عمل نہیں کر سکتی؟ خاتمیتِ زمانی سے امام علی القاری علیہ الرحمۃ کی طرح کیوں یہ مراد نہ لی جائے کہ آپؐ صرف شارع اور مستقل انبیاء کے لحاظ سے آخری نبی ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کیلئے حقیقی معنوں میں کامل خاتم النبیین ہیں تو خاتمیتِ مرتبی کا فیضان یعنی مُہر سے نبی بنانے کا فیضان بھی جاری رہنا چاہیے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بھی ہیں اور نبوت رحمتِ الٰہی ہے۔ پس آپ کے ذریعہ یہ رحمت بند نہیں ہو سکتی۔ امّت کو بہر حال اس سے ورثہ ملنا چاہیئے۔

مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے ایک سوال کا جواب

مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کا یہ سوال کہ اگر رحمۃ للعالمین کے یہ معنیٰ ہیں۔ تو پھر شریعت کیوں بند ہو گئی؟ قلّتِ تدبّر کا نتیجہ ہے انہوں نے سوچا نہیں کہ نئی شریعت تب آتی ہے جب پہلی شریعت زمانہ کی ضرورت کیلئے کافی نہ رہے یا اس میں تحریف و تغیّر سے بگاڑ پیدا ہو جائے۔ مگر نبی اُسوقت آتا ہے جب قوم میں سخت بگاڑ پیدا ہو جائے۔ چونکہ شریعتِ محمدیہ اکمل شریعت ہے، اور حسب وعدہ الٰہی قیامت تک محفوظ ہے اس لئے نئی شریعت کا آنا ایک لغو فعل اور تحصیل حاصل ہے لیکن امّت کی حفاظت کا اس طرح وعدہ نہیں بلکہ اس خطرناک بگاڑ کی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے بالشت در بالشت عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح ہو جانے کی خبر دی گئی ہے تو نبوت کی رحمت رحمۃ للعالمین کی آمد سے کیوں بند ہو؟ غیر تشریعی نبوت کے لئے تو رحمۃ للعالمینؐ دروازہ ہیں۔

خَاتَمُ النَّبِیّٖن کی تفسیر از روئے قرآن مجید

چونکہ بعض علمائے اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کی تاثیر کو حضورؐ کے عالمِ جسمانی میں ظاہر ہونے پر بند اور منقطع قرار دینے والے تھے۔ اس لئے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک کتاب قرآن مجید

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتیوں کے لئے آپ کی اِس تاثیرِ قدسیہ کے جاری رہنے کا اعلان خود فرمادیا ہے، اور اس طرح ختمِ نبوت کے مُثبت پہلو یعنی خاتم النبیین کے حقیقی معنے کی تفسیر خود بیان فرمادی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ (سورۃ النساء ع ۹)

ترجمہ :۔ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ اور الرسول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرینگے وہ شرف و مرتبہ میں ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ نبیوں میں سے صدیقوں میں سے شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ہیں بلحاظ رفیق ہونے کے (انکی رفاقت اعلیٰ قسم کی ہوگی جو شرف اور مرتبہ کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ کہ ادنیٰ قسم کی ظاہری معیّت) یہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص ہے اور کافی ہے اللہ خوب جاننے والا۔

اسجگہ ساتھ ہونے سے مراد انعام پانے میں ساتھ ہونا ہے جو معیّتِ رتبی پر دال ہے۔ پس آیت کے یہ معنی ہونگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے نبوت۔ صدیقیت۔ شہادت اور صالحیت کی چاروں نعمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کو مل سکتی ہیں۔ اگر معیّت سے مراد رتبی معیّت نہ لیں بلکہ صرف ظاہری طور پر (معیّت) ساتھ ہونا مراد لیں تو آیت کے یہ معنی بن جائینگے

کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والوں کو نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی صرف ظاہری معیّت حاصل رہیگی نہ کہ درجہ اور مرتبہ میں معیّت۔ اور ان معنوں کی خرابی اس سے ظاہر ہے کہ آیت کا ماحصل پھر یہ بن جاتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے سے کوئی شخص صدیق، شہید اور صالح کا مرتبہ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر صدیقوں کی معیّت سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے آپؐ کی امت میں صدیق پیدا ہو سکتے ہیں اور شہیدوں کی معیّت سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کی پیروی سے امتی شہداء کا مرتبہ پا سکتے ہیں اور صالحین کی معیّت سے یہ مراد ہے کہ آپؐ کے امتی صالح بن سکتے ہیں تو پھر نبیوں کی معیّت سے مراد بھی یہی ہو سکتی ہے کہ آپؐ کی پیروی سے آپؐ کا ایک امتی مقامِ نبوت بھی پا سکتا ہے۔

مفرداتِ راغب میں لفظ مَعَ کے معنے یوں لکھے ہیں:۔

"مَعَ یَقْتَضِی الْاِجْتِمَاعَ اِمَّا فِی الْمَکَانِ نَحْوُ ھُمَا مَعًا فِی الدَّارِ۔ اَوْ فِی الزَّمَانِ نَحْوُ وُلِدَا مَعًا۔ اَوْ فِی الْمَعْنٰی کَالْمُتَضَائِفَیْنِ نَحْوُ الْاَخِ وَالْاَبِ فَاِنَّ اَحَدَھُمَا صَارَ اَخًا لِلْاٰخِرِ فِیْ حَالِ مَا صَارَ الْاٰخِرُ اَخَاہُ۔ وَ اِمَّا فِی الشَّرْفِ وَالرُّتْبَةِ نَحْوُ ھُمَا مَعًا فِی الْعُلُوِّ۔" (مفردات)

یعنی لفظ مَعَ اجتماع کا تقاضا کرتا ہے اور یہ اجتماع چار صورتوں میں ہو سکتا ہے۔ اوّل دونوں ایک جگہ میں اکٹھے ہوں

یہ معیّت مکانی ہوگی ۔ دوم زمانہ میں دونوں اکٹھے ہوں ۔ یہ معیّت زمانی ہوگی ۔ سوم متضائفین کی صورت رکھتے ہوں جیسے بھائی دوسرے بھائی سے معیّت رکھتا ہے اور باپ بیٹے سے ۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ رتبہ اور شرف میں اکٹھے ہوں ۔

آیتِ زیرِ تفسیر میں یہ آخری صورت ہی مراد ہو سکتی ہے جو رتبہ اور شرف میں اکٹھے ہونے والی صورت ہے ۔ پہلی صورتوں میں اجتماع محال ہے ۔

قرآن مجید میں کئی جگہ مَعَ بمعنی مِنْ بھی استعمال ہوا ہے جو شرف اور مرتبہ کے معنوں میں ہی ہے جیسے تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (سورۃ آل عمران رکوع ۲۰) کہ ہمیں نیک بنا کر مار ۔ یہ معنی نہیں کہ ہم نیکوں کے ساتھ مر جائیں ۔

پھر منافقت سے توبہ کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ اُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ (پارہ ۵ رکوع آخری) اس سے صاف ظاہر ہے کہ کامل توبہ کرنے والے مومنوں کے گروہ میں داخل ہو جاتے ہیں ۔ اور معیّت سے مراد اسجگہ بھی شرف اور رتبہ کی معیّت ہے ۔

آیاتِ قرآنیہ سے نبی کی آمد کا ثبوت

کئی اور آیاتِ قرآنیہ سے بھی اُمتِ محمدیہ میں نبی کی آمد کا امکان ثابت ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۱) " یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا

خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (سورۃ اعراف رکوع ۴)

ترجمہ:- یعنی اے اولادِ آدم! جب کبھی تم میں سے رسول آئیں۔ جو تم پر میری آیات بیان کریں (یعنی نئی شریعت لانے والے نہ ہوں) تو جو لوگ متقی بن کر اپنی اصلاح کرینگے انہیں کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

اِس آیت کے سیاق والی آیات سے ظاہر ہے کہ یہاں کوئی پرانا قصہ بیان نہیں ہو رہا۔ بلکہ ان آیات میں وہ احکام مذکور ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بنی آدم کو دیئے جا رہے ہیں۔ اِس سے پہلے ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے:- یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ۔ عرب کے لوگ خانۂ کعبہ کا ننگے بدن طواف کرنا نیکی سمجھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے حکم دیا۔ کہ اے بنی آدم! تم عبادت کے وقت زینت اختیار کیا کرو۔ یعنی لباس پہنا کرو۔ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:-

"فَاِنَّہٗ خِطَابٌ لِاَھۡلِ ذٰلِکَ الزَّمَانِ وَلِکُلِّ مَنۡ بَعۡدَھُمۡ"

یعنی یہ خطاب اِس زمانہ کے لوگوں اور سب بعد کے لوگوں کو ہے (تفسیر اتقان جلد ۲)

(۲) سورۃ آلِ عمران ع ۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں نے تم کو کتاب و حکمت دی ہے۔ پھر اگر تمہارے پاس کوئی رسول آوے جو اس تعلیم کا مُصَدِّق ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لانا اور اُس کی مدد کرنا۔ پھر پوچھا۔ کیا تم نے اِس بات کا اقرار کیا ہے۔ اور اس پر پکا عہد کرتے ہو۔ اُن نبیوں نے کہا۔ ہم نے اقرار کیا ہے۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ تم گواہ رہو۔ اور مَیں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ جو لوگ اِس

عہد کو (جو انبیاء کے واسطہ سے اُنکی اُمتوں سے لیا گیا ہے) توڑ دیں گے تو وہ فاسق ہونگے۔ یہ عہد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام انبیاء کی اُمتوں سے انبیاء کے واسطہ سے لیا گیا ہے۔ پھر بالکل یہی عہد سورۂ احزاب کی آیت وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَاَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا میں مذکور ہے یعنی خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ جب ہم نے نبیوں سے اُن کا عہد لیا۔ اور تجھ سے بھی اور نوحؑ سے بھی اور ابراہیمؑ موسٰیؑ اور عیسٰی بن مریمؑ سے بھی عہد لیا۔ اور ہم نے اُن سے پکّا عہد لیا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے بھی آپؐ کی اُمّت کے لئے ایک نبی کے متعلق عہد لیا گیا ہے۔ کہ آئندہ جب وہ رسول آئے تو آپؐ کی امت اُس پر ایمان لائے۔ اِسی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح نبی اللہ کی اُمّتِ محمدیہ میں آنیکی پیشگوئی فرمائی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے انبیاء سے جو عہد لیا گیا تھا یہ انبیاء والا عہد صرف سورۃ آلِ عمران میں ہی مذکور ہے اور اس میں صرف ایک نبی اللہ پر ایمان لانے اور اُس کی مدد کرنے کا ہی عہد ہے۔ اس عہد کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف مسیح نبی اللہ کی آمد کی پیشگوئی فرمائی ہے۔

تفسیر حسینی میں اس آیت کے معنے یوں لکھے ہیں:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا یاد رکھو کہ لیا ہم نے مِنَ النَّبِیّٖنَ نبیوں سے مِیْثَاقَھُمْ عہد ان کا اس بات پر کہ خدا کی عبادت کریں اور خدا کی عبادت کی طرف بلائیں۔ اور ایک دوسرے کی تصدیق

کریں یا ہر ایک کو بشارت دیں اس پیغمبر کی کہ ان کے بعد ہوگا
اور یہ عہد پیغمبروں سے روزِ الست میں لیا گیا۔ وَمِنْكَ اور
لیا ہم نے تجھ سے بھی عہد اے محمدؐ!"
(تفسیر حسینی اردو جلد ۲ صہ ۲۵۶ مطبوعہ مطبع نولکشور)

(۳) پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا (سورۃ بنی اسرائیل ع ۷) یعنی کوئی بستی نہیں مگر ہم اُسے قیامت سے پہلے یا تو بالکل تباہ کر دیں گے یا اُسے عذاب شدید میں مبتلا کریں گے۔ گویا فرماتا ہے کہ بعض بستیاں بالکل تباہ ہو جائیں گی اور بعض بالکل تباہ تو نہ ہونگی۔ مگر شدید عذاب میں مبتلا ہونگی۔

پھر اُسی سورۃ میں فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل ع ۲) یعنی ہم اُس وقت تک عذاب (موعود) بھیجنے والے نہیں ہیں۔ جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

پہلی آیت میں عذاب شدید کے قیامت سے پہلے آنے کی خبر ہے تو دوسری آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا عذاب جو موعود اور عالمگیر ہو۔ رسول کے آنے کے بعد ہی آتا ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ خدا تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّا اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى (طٰهٰ ع ۸) یعنی اگر ہم نبی کے ذریعہ نشان دکھلانے سے پہلے ہی ان لوگوں پر عذاب نازل کر کے انہیں ہلاک کر دیتے۔ تو یہ لوگ کہہ سکتے تھے کہ اس ذلت اور رسوائی

سے پہلے ہماری طرف کیوں کوئی رسول نہیں بھیجا گیا۔ تاہم اس کی اتباع کرتے اور ذلّت اور رسوائی سے بچ جاتے۔

غرض یہ سنّتِ الٰہی ہے کہ موعود عذاب رسول کے بھیجے جانے سے پہلے نہیں آتا۔ اور قیامت سے پہلے سورۂ بنی اسرائیل میں ایک شدید عذاب کی خبر دی گئی ہے۔ پس اس عذاب سے پہلے ایک نبی کا آنا ضروری ہوا اور یہی نبی حسب احادیثِ نبویؐ مسیح موعود ہے۔

سراجِ منیر

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ احزاب میں سراج منیر قرار دیا گیا ہے۔ امام عبدالباقی زرقانیؒ لکھتے ہیں:۔

"قَالَ الْقَاضِی اَبُوْبَکْرِ بْنُ الْعَرَبِیّ قَالَ عُلَمَاءُ نَا سُمِّیَ سِرَاجًا لِاَنَّ السِّرَاجَ الْوَاحِدَ یُؤْخَذُ مِنْہُ السُّرُجُ الْکَثِیْرَۃُ وَلَا یَنْقُصُ مِنْ ضَوْئِہٖ شَیْءٌ۔"

(زرقانی شرح للمواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۱۷۱)

قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا ہے کہ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سراج (چراغ) اسلئے رکھا گیا ہے کہ ایک چراغ سے بہت سے چراغ روشن ہو سکتے ہیں اور اس سے اصل چراغ کی روشنی میں کوئی کمی نہیں آتی۔"

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سراج منیر ہونا چاہتا ہے کہ آپ کی ظلّیت اور فیضان سے آپ کے امتی کو مقامِ نبوت حاصل ہو سکے۔

امام راغبؒ کے نزدیک امّت میں نبی کا آنا

امام راغبؒ نے خاتم النبیین کی حقیقی علّت یہ بیان فرمائی ہے :۔

"لِاَنَّہٗ خَتَمَ النُّبُوَّۃَ اَیْ تَمَّمَھَا بِمَجِیْئِہٖ ۔"

(مفرداتِ راغب زیر لفظ خَتَم)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلئے خاتم النبیین ہیں کہ آپؐ نے نبوت پر مہر کی ہے یعنی اُسے اپنی آمد سے کمال پر پہنچا دیا ہے ۔ (یعنی آپؐ کامل شریعت لیکر آئے ہیں)

امام راغبؒ کے نزدیک، شانِ خاتم النبیین امتی کے لئے مانع نبوت نہیں چنانچہ آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ (نساء ع ۹) کی تفسیر میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت چاروں مراتب کا ملنا تسلیم کرتے ہیں ۔ اس طرح گویا خاتم النبیین کے حقیقی معنوں پر آیتِ قرآنیہ کی تفسیر سے روشنی ڈالتے ہیں ۔ چنانچہ تفسیر بحر المحیط میں آیت ہذا کی تفسیر میں لکھا ہے :۔

"وَالظَّاھِرُ اَنَّ قَوْلَہٗ مِنَ النَّبِیّٖنَ تَفْسِیْرٌ لِلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ فَکَاَنَّہٗ قِیْلَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ اَلْحَقَہُ اللّٰہُ بِالَّذِیْنَ تَقَدَّمَھُمْ مِمَّنْ

اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ - قَالَ الرَّاغِبُ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ الْفِرَقِ الْاَرْبَعِ فِی الْمَنْزِلَۃِ وَ الثَّوَابِ النَّبِیَّ بِالنَّبِیِّ وَالصِّدِّیْقَ بِالصِّدِّیْقِ وَالشَّھِیْدَ بِالشَّھِیْدِ وَالصَّالِحَ بِالصَّالِحِ - وَ اَجَازَ الرَّاغِبُ اَنْ یَّتَعَلَّقَ مِنَ النَّبِیّٖنَ بِقَوْلِہٖ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ اَیْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ مَنْ بَعْدَھُمْ۔" (تفسیر بحر المحیط جلد ۳ ص ۲۸۷ مطبوعہ مصر)

امام راغبؒ کے نزدیک امتی نبی کا امکان

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ مفسّر بحر المحیط لکھتے ہیں کہ مِنَ النَّبِیّٖنَ کا قولِ خدا اَلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ کی تفسیر ہے گویا یہ کہا گیا ہے کہ جو شخص تم میں سے اللہ اور الرسول یعنی حضرت محمد مصطفٰے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریگا اسے اللہ تعالیٰ ان پہلے لوگوں سے ملا دیگا جن پر اس نے انعام کیا ہے۔ امام راغبؒ نے کہا ہے۔ انعام یافتہ لوگوں سے جو چار گروہ ہیں ثواب اور مرتبہ میں ملا دیگا۔ نبی کو نبی سے، صدیق کو صدیق سے شہید کو شہید سے اور صالح کو صالح سے ملا دیگا۔ اور راغبؒ نے یہ معنے بھی جائز رکھے ہیں۔ کہ مِنَ النَّبِیّٖنَ کا تعلق خدا کے قول مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ سے ہو، جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرکے مقام نبوت پانے والے نبی، صدیق، شہید اور صالح انعام یافتہ گروہ میں شامل ہیں۔

اس تفسیر سے صاف ظاہر ہے امام راغبؒ نے خاتم النبیین ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے جو الفاظ لکھے ہیں اُن سے غرض انکی ختمِ نبوت کی علّت جامعیتِ کمال بیان کرنا ہی ہے جس کے اثر اور افاضہ سے ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے نبی ۔ صدیق ۔ شہید اور صالح کے مدارج بطور موہبت الٰہی حاصل کر سکتے ہیں ۔

خاتم النّبیین کے لامِ تعریف کی حقیقت !

خاتم النّبیین کی تحقیق میں میرا یہ مضمون تشنہ رہ جائیگا اگر میں یہ نہ بتاؤں کہ النّبیّین کا لام اس جگہ کس قسم کا ہے اور اس کے لحاظ سے خاتم النبیین کے معنوں پر کیا اثر پڑتا ہے ۔ سو واضح ہو کہ زبانِ عربی میں لامِ تعریف کی چار صورتیں ہیں ۔ اوّل جنس ۔ دوم عہد خارجی ۔ سوم اِستغراق اور چہارم عہدِ ذہنی ۔

جنس کے لامِ تعریف سے صرف شیٔ کی ماہیت اور طبعیت مراد ہوتی ہے نہ کہ افراد ۔ جیسے الانسان نوعٌ کا الف لام جنس کا ہے ۔ کیونکہ ماہیتِ انسانیہ کو نوع قرار دیا جاتا ہے نہ کہ افرادِ انسانی کو ۔ افرادِ انسانی تو شخصیات ہیں اس لئے یہ جزئی امر ہیں نہ کہ کلّی اور نوع امرِ کلّی ہوتا ہے ۔

اگر لامِ تعریف سے افراد مراد ہوں تو پھر اس کی تین صورتیں ہیں اگر تمام افراد مراد ہوں تو اِستغراقی کہلائیگا ۔ اس صورت میں کوئی فرد

باہر نہیں رہتا سوائے اس کے کہ اُس سے کسی فرد کو حرف استثناء سے مستثنیٰ کیا جائے۔ استغراق کی ایک صورت عرفی بھی ہے۔ یعنی عرف میں جتنے افراد مراد ہو سکتے ہوں لامِ تعریف سے وہ سب افراد مراد ہوں جیسے جَمَعَ اَلْاَمِیْرُ الصَّاغَۃَ - امیر نے سب زرگروں کو جمع کیا۔ مراد اِس سے شہر یا ملک کے زرگر ہونگے نہ دنیا کے۔ پھر اگر افراد سے بعض مخصوص اور معیّن افراد مراد ہوں اور یہ تخصیص کسی قرینہ سے صراحتًہ یا کنایۃً ثابت ہو تو لامِ تعریف عہدِ خارجی کا کہلاتا ہے۔ جیسے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ میں النّار اور الکافرین کا لامِ تعریف عہدِ خارجی کا ہے کیونکہ آگ سے مخصوص آگ جہنم کی مراد ہے۔ اور اَلنَّاس سے اسجگہ کافر مراد ہیں بقرینہ نَارَجَھَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْھَا اور بقرینہ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ۔

لیکن اگر افراد سے مراد غیر معیّن موجود افراد ہوں تو لامِ تعریف عہدِ ذہنی کا ہوتا ہے۔ اِس میں حقیقت تو ذہن میں ہوتی ہے اور اس سے بعض موجود غیر معیّن افراد مراد ہوتے ہیں۔ اگر مفرد لفظ پر آئے تو ایک غیر معیّن فرد مراد ہوتا ہے۔ اگر جمع پر آئے تو جماعت کا ایک حصّہ (Unknown) غیر معیّن مراد ہوتا ہے۔

جب لامِ تعریف جمع پر آئے تو عموماً اس سے افراد مراد ہوتے ہیں۔ مگر جنس بھی مراد ہو سکتی ہے۔

اب لامِ تعریف کی یہ چاروں صورتیں سمجھ لینے کے بعد ہم غور کرتے ہیں کہ خاتم النبیین میں لامِ تعریف کیسا ہے؟ چونکہ جنس کا الف لام بالعموم

جمع پر نہیں آتا اسلئے میں اس کے متعلق بحث کو چھوڑتا ہوں۔

اب اگر خاتم النبیین کا لامِ تعریف عہد خارجی کا لیں تو اس سے مراد انبیاء کے معیّن افراد ہونگے جنہیں متکلم اور سامع دونوں کسی خارجی قرینہ سے جانتے ہوں۔خاتم النبیین کا لامِ تعریف حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ اور دیگر بزرگانِ ملّت کے معنوں اور عقیدہ کے لحاظ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں بلکہ تمام غیر احمدی علماء کے عقیدہ کے لحاظ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے قائل ہیں صرف عہدِ خارجی یا استغراق عرفی کا ہی مراد ہو سکتا ہے۔یہ لامِ تعریف یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ کے لامِ تعریف کی طرح ہے کیونکہ یہودیوں نے سب نبیوں کو قتل نہیں کیا۔بلکہ بقرینہ فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ اُن کے ہاتھ سے بعض انبیاء کا قتل ہی مراد ہو سکتا ہے۔جب غیر احمدی علماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے قائل ہیں تو خاتَم النّبیین اور خاتِم النبیین کی دونوں قرأتوں کے مشترک مفہوم کے لحاظ سے اگر الف لام استغراقِ حقیقی کا اور معنی اِس کے تمام نبیوں کو ختم کرنے والا مراد لیں تو پھر مسیح کی آمد محال ٹھہرتی ہے۔کیونکہ انہیں ختم شدہ ماننا پڑتا ہے۔اس لئے خاتم النبیین کے معنی ختم کرنے والا لے کر انہیں الف لام عہد خارجی کا ماننے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ غیر احمدی علماء میں سے مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی اور مولوی محمد ادریس صاحب نے اس جگہ لامِ تعریف کے استغراقِ حقیقی کا ہونے پر زور دیا ہے مگر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ دونوں قرأتوں کے مشترک مفہوم کے لحاظ سے

الف لام استغراق کا مراد لے کر پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد تو محال قرار پاتی ہے۔ پس یہ لوگ منہ سے گو کہیں کہ ہم اس جگہ استغراق حقیقی تسلیم کرتے ہیں لیکن اُنکے عقیدہ کے لحاظ سے یہ بات حقیقت سے بہت بعید ہے اُن کے عقیدہ کے لحاظ سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف مخصوص انبیاء کو ختم کرنے والے قرار پاتے ہیں۔ لہٰذا لام تعریف اُن کے عقیدہ کے لحاظ سے عہد خارجی یا استغراقِ عرفی کا ہی ہو سکتا ہے:۔

ہاں ہمارے عقیدہ کے لحاظ سے لامِ تعریف استغراق حقیقی کا ہوگا کیونکہ خاتم النبیین کے حقیقی معنے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے کمالات کے جامع ہیں اور آپ کی تاثیر اور افاضہ سے ہی تمام انبیاء مقامِ نبوت پانے والے ہیں۔ سابقہ انبیاء اگر آپ کے نقطۂ نفسی کی تاثیر سے براہِ راست یعنی بغیر پیروی شریعتِ محمدیہؐ کے مقامِ نبوت پر پہنچے ہیں تو آئندہ پیدا ہونے والے نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپؐ کی شریعت کی کامل پیروی اور آپؐ کے افاضۂ روحانیہ کی تاثیر سے بطور موہبت مقامِ نبوت پانے والا ہو۔ یہ امر آپؐ کی جامعیتِ کمال کو چاہتا ہے۔ آپؐ کی ختمِ نبوت اگر آپؐ کے وجود میں جامعیتِ کمالاتِ نبوت میں انتہائی مقام پر پہنچنے میں مؤثر ہے تو دوسروں کے لئے فیضان کے لحاظ سے مؤثر ہے خواہ وہ نبی مستقل نبی ہوں یا غیر مستقل۔ اِس طرح کوئی فردِ نبی کا اِس استغراق سے باہر نہیں رہتا۔ خاتم النبیین کے حقیقی معنوں کو افضل النبیین اور زینۃ النبیین کے معنی بلزوم ذاتی لازم ہیں۔ جامعیتِ کمال بالذّات اِن معنوں کا تقاضا کرتی ہے۔ لیکن آخری نبی یا نبیوں کو ختم کرنیوالا

لازمی معانی بدلالتِ التزامی آخری شارع اور آخری مستقل نبی کے مفہوم میں ہیں۔
اس صورت میں ہم لامِ تعریف استغراق عرفی یا عہد خارجی کا تسلیم کرینگے۔ کیونکہ
آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ (سورۃ نساء ع ۹) اور خاتم النبیین کے
حقیقی معنے اِس صورت میں لامِ تعریف کے استغراقِ عرفی یا عہد خارجی ہونے
کے ہی مؤید ہیں۔

مولوی محمد ادریس صاحب کے ایک شُبہ کا ازالہ!

مولوی محمد ادریس صاحب اپنی کتاب ختم النبوۃ ص ۱۹ میں لکھتے ہیں۔ کہ
لام عہد خارجی کی صورت میں پس تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء
پر کوئی امتیاز نہیں رہتا۔ اِس معنیٰ کے لحاظ سے تو ہر نبی کو کسی خاص قوم اور
خاص خطّہ کے اعتبار سے خاتم النبیین کہہ سکتے ہیں۔ مگر ان مولوی صاحب نے
غور نہیں فرمایا کہ خاتم النبیین کے معنے آخری شارع یا آخری مستقل نبی لینے
سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ امتیازی شان حاصل ہے جو کسی نبی
کو حاصل نہیں۔ کیونکہ امتیاز اسی امر کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے کے مقابلہ میں
حاصل ہو۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ امتیاز تمام انبیاء کے مقابلہ
میں حاصل ہے کہ آپؐ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں تو اِن معنوں کے
ساتھ پھر الف لام عہدِ خارجی کا یا استغراق عرفی کا لینے میں کیا اشکال
رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی نبی آخری شارع اور آخری
مستقل نبی نہیں اور آپؐ کے سوا کوئی نبی شارع انبیاء اور مستقل انبیاء کو

ختم کرنیوالا نہیں۔ اگر یہ لوگ تمام نبیوں کو ختم کرنے والے معنوں کے ساتھ استغراقِ حقیقی قرار دیں تو اُن کے اپنے عقیدہ میں تضاد پیدا ہو جائیگا۔ کیونکہ یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا تسلیم کرتے ہیں پس اِس طرح سارے نبی تو ختم نہ ہوئے۔ کیونکہ پورے طور پر سب نبیوں کو ختم کرنے کا تقاضا تو یہ ہوگا کہ پہلوں میں سے نہ کسی نبی کی شریعت کا فیض واثر باقی ہو۔ نہ اُن کی نبوت کا اثر باقی ہو۔ اور نہ اُن کا زمانۂ حیات نبوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی ہو۔ پس غیر احمدی علماء جب تک لامِ تعریف عہدِ خارجی یا استغراقِ عرفی کا مراد نہ لیں۔ اُس وقت تک اُن کے عقیدہ کا تضاد دُور نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تمام نبیوں کو ختم کرنے والا معنی نہ کریں بلکہ نبیوں میں آخری شارع اور آخری مستقل نبی یا شارع اور مستقل نبیوں کو ختم کرنے والا نبی مراد لیں تو پھر تضاد تو دُور ہو جاتا ہے مگر یہ معنے اُمتی نبی کی آمد کو ممتنع قرار نہیں دیتے۔

میری تحقیق کے لحاظ سے واضح ہے کہ لامِ استغراقِ حقیقی کا صرف خاتم النبیین کے حقیقی معنوں میں ہی مراد ہو سکتا ہے چونکہ آخری نبی اور نبیوں کا ختم کرنے والا معنی بھی ہم بدلالتِ التزامی اس مخصوص صورت میں کہ آپؐ آخری شارع اور مستقل نبی ہیں اور شارع اور مستقل انبیاء کو ختم کرنیوالے ہیں تسلیم کرتے ہیں۔ اِس لئے اِن لازمی معنوں کے لحاظ سے الف لام استغراقِ عرفی یا عہدِ خارجی کا ہی ہو سکتا ہے حقیقی معنوں کے ساتھ استغراقِ حقیقی اور لازمی معنوں کے ساتھ استغراقِ عرفی یا عہدِ خارجی کا لامِ تعریف ہی خوب مناسب ہے۔

الف لام عہدِ ذہنی کا اسجگہ نہ ہمیں مسلّم ہے نہ غیر احمدی علماء کو۔ کیونکہ وہ بعض غیر معیّن افرادِ موجودہ کے لئے ہوتا ہے۔ پس یہ صورت لامِ تعریف کی اسجگہ خارج از بحث ہے۔

خاتم کا استعمال حدیثِ نبویؐ میں!

ابنِ مردویہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے:۔

"اٰمِیْنُ خَاتَمُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الْمُؤْمِنِیْنَ"۔

(نہایہ ابنِ اثیر و حاشیہ کشّاف مصری محشّی محمد الیان و فردوس دیلمی)

یعنی آمین رب العالمین کی مہر ہے جو اُس کے مومن بندوں پر لگتی ہے۔

اب آپ صاحبان غور فرمائیں کہ دُعا کے بعد آمین کہنے سے آمین کی جو مُہر رب العالمین کی طرف سے اس کے مومن بندوں پر لگتی ہے کیا اُس کے یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ اس مہر کے لگنے پر خدا کے مومن بندے پیدا ہونے بند ہو جاتے ہیں۔ کوئی معقول آدمی اسجگہ یہ معنے درست قرار نہیں دے سکتا۔

(۱) خاتم کا ربّ العالمین کی طرف مضاف ہونا بتاتا ہے کہ اسجگہ خاتم کے معنوں میں فیضانِ ربوبیت مدّنظر ہے اور ربوبیت کا یہ فیضان اِس طرح ہوتا ہے کہ آمین کے اندر اس سے پہلے مانگی گئی دُعا کے تمام نقوش جو اِسْتَجِبْ لَنَا (ہماری یہ دُعا قبول کر) کی صورت میں پائے جاتے ہیں ربّ العالمین کے ہاتھ میں مہر بن جاتے ہیں۔ اور جب یہ مہر مومن بندوں پر لگتی ہے تو وہ نقوش جن پر آمین مشتمل ہوتی ہے دُعا کی قبولیت کی صورت میں مومن بندوں

کے حق میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ اس خاتم کی تاثیر ہوتی ہے جو اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ مومن کو وہ تمام برکات اور نعمتیں مل جاتی ہیں جو وہ آمین کے ذریعہ طلب کرتا ہے۔

(۲) جس طرح خاتم النبیین کی مُہر خاتمیت بمعنی حقیقی مُہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف یا غیر امتی کے نبی بننے میں روک ہے ویسے ہی آمین کی خاتم کے فیض اور اثر کے ذریعہ عباد اللہ سے خدا تعالیٰ مطلوبہ برکات کے مخالف اثر کو روک دیتا ہے اور اس طرح حقیقی معنوں کے ساتھ منع اور استیثاق کا مفہوم بھی بطور لازمی معنے کے جمع ہو جاتا ہے۔

(۳) پھر اسجگہ خَاتَمُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الْمُؤْمِنِیْنَ میں زینت کے معنے بھی بطور لازم معنٰی کے چسپاں ہو سکتے ہیں کیونکہ آمین کی مُہر جب قبولیتِ دُعا کی صورت میں مومن بندوں پر لگتی ہے تو اس سے مومن بندے برکات حاصل کر کے رُوحانی اور جسمانی زینت پاتے ہیں۔

احادیثِ نبویہؐ سے ہمارے معنوں کی تائید

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے:۔

"اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ" کنز العمال جلد ۶ ص ۱۰۹

اِس کے معنے بھی یہی ہیں کہ آپؐ اپنی قیادت اور لیڈرشپ کے اثر کے ذریعہ اپنے کمالات کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ قائد کے لئے ضروری ہے کہ اُس کے تابعین ہوں۔ پس جو ہستی انبیاء کی قائد ہو اس کے بعد اس کے

اِس دعویٰ کے ثبوت کے طور پر کسی ایسے نبی کو بھی آنا چاہیئے جو اُس کی قیادت اور تابعیت کے ماتحت کام کرے ورنہ تمام انبیاء کا قائم ہونا ایک ایسا دعویٰ ہو گا جس پر مخالفین اسلام کے لئے کوئی دلیل قائم نہ ہو سکے گی۔

(۲) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

"اَنَا سَیِّدُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ النَّبِیِّیْنَ"

(رواہ الدیلمی)

یعنی مَیں تمام پہلے اور پچھلے انبیاء کا سردار ہوں۔

اِس حدیث کے مطابق آپؐ کے بعد بھی نبی آنے چاہئیں تا آپؐ آخرین کے سردار بھی قرار پائیں۔

(۳) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

"عُلِّمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ" (بحوالہ تحذیر الناس ص۴)

یعنی میں اوّلین اور آخرین کا علم دیا گیا ہوں۔

اِسجگہ بھی اولین اور آخرین سے مراد انبیاء ہی ہیں ورنہ محض اُمتیوں کا علم دیئے جانے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا فخر و شرف ہو سکتا ہے؟

(۴) پھر صاحبزادہ ابراہیمؓ کی وفات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"لَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا" (ابن ماجہ جلد ا کتاب الجنائز)

صاحبزادہ ابراہیمؓ کی وفات ۹ھ میں ہوئی۔ خاتم النبیین کی آیت ۵ھ میں نازل ہو چکی ہوئی تھی۔ اگر خاتم النبیین کے آپؐ کے نزدیک یہ معنے ہوتے کہ آپؐ کی پیروی میں بھی نبی نہیں آسکتا تو پھر تو یہ فرمانا چاہیئے تھا کہ ابراہیمؓ

اگر زندہ بھی رہتا تو نبی نہ ہوتا کیونکہ میں آخری نبی ہوں ۔ اسی حدیث کی بنار پر حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ نے موضوعات کبیر ص ۵۸، ۵۹ پر لکھا ہے کہ اگر صاحبزادہ ابراہیمؓ نبی ہو جاتے تو ان کا نبی ہونا خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ وہ آپؐ کے تابع ہوتے ۔ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو ۔ چونکہ صاحبزادہ ابراہیمؓ امتی نبی ہوتے لہٰذا اُن کی نبوت ختم نبوت کے منافی نہ ہوتی ۔

قصرِ نبوت والی حدیثِ نبویؐ کی تشریح !

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایک حدیث مروی ہے :—

اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضَعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیَعْجِبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ ۔"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسے شخص کی مثال کی طرح ہے جو ایک گھر بنائے اور اس کو اچھا اور خوبصورت بنائے ۔ سوائے ایک اینٹ کی جگہ کے جو ایک کونہ میں ہو ۔ پس لوگ اس

گھر کا طواف کریں اور حیران ہوں اور کہیں کہ یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی - فرمایا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) میں وہ اینٹ ہوں - اور میں خاتم النبیین ہوں -

(۱) اس حدیث کے متعلق سب سے پہلے یہ بات قابلِ غور ہے کہ اسجگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اور اپنے سے پہلے انبیاء کی ایک محل سے تمثیل دی ہے - نبوتِ تشریعی اور نبوتِ مستقلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اس نبوت کی آخری اینٹ ہیں اور ان معنوں میں آخری نبی ہیں - کہ آپؐ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا نبی چونکہ تابع اور غیر مستقل ہے - اس لئے وہ اسجگہ زیر بحث نہیں آسکتا - کیونکہ تمثیل میں پہلے انبیاء کا ذکر ہے جو مستقلہ حیثیت میں نبی ہیں - تابع اور امتی نبی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل ہے - اور اس کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی الگ نبوت ہی نہیں - ظلی اور امتی نبی کی نبوت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و برکات کے علیٰ وجہ الکمال پانے کا ہی نام ہے - پس یہ نبوت تو اس آخری نبی کا فیضان اور اس کا پرتو ہے - کوئی نئی نبوت نہیں پس آخری اینٹ آپؐ دراصل صرف محلِ شریعت کو کامل کرنے اور جامعیتِ کمال کے لحاظ سے ہیں -

(۲) دوسری بات اِس حدیث سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتے کیونکہ اس قصرِ نبوت

ہیں اُن کی نبوّت کی اینٹ جس جگہ لگی ہے تمثیل کے لحاظ سے اُس جگہ کے ساتھ والی جگہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اینٹ نصب ہوئی ہے۔ اب اگر حضرت عیسٰیؑ امت محمدیہ میں آئیں تو بنی اسرائیل والے مقام سے اُن کی اینٹ نکل کر بعد میں اسی طرح جگہ پا سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اینٹ کونہ سے ہٹ کر اور آگے ہو جائے اور حضرت عیسٰیؑ والی جگہ لے لے اور حضرت عیسٰیؑ کی اینٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اینٹ والی جگہ پر لگائی جائے۔ اِس طرح کونے کی اینٹ حضرت عیسٰی علیہ السلام بن جائیں گے اور خاتم النبیین ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت چھین لیں گے جو امرِ محال ہے۔ علاوہ ازیں تکمیلِ محلّ متقاضی ہے۔ کہ اس سے کوئی اینٹ اپنی جگہ سے ہلائی نہیں جا سکتی ورنہ وہ محل پھر ایک دفعہ نامکمل ہو گا۔

(۳) محققین علماء کے نزدیک، اس حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ نبوت جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں کمال کی انتہاء کا مقام حاصل کیا ہے۔ انہی معنوں میں آپؐ آخری اینٹ اور خاتم النبیین ہیں کہ نبوت آپ پر کمال کے درجہ پر پہنچی ہے۔ چنانچہ مقدمہ ابن خلدون صـ۲۷۱ پر لکھا ہے:۔

”یُفَسِّرُوْنَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ بِاللَّبِنَةِ حَتّٰی اَکْمَلَتِ الْبُنْیَانَ وَمَعْنَاهُ النَّبِیُّ الَّذِیْ حَصَلَتْ لَهُ النُّبُوَّةُ الْکَامِلَةُ“۔

یعنی "خاتم النبیین کی تفسیر اینٹ سے کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُس اینٹ نے عمارت کو مکمل کر دیا۔ معنی اس کے وہ نبی ہیں جس کو نبوت کاملہ حاصل ہوئی" یعنی آپؐ نے شریعت کو مکمل کر دیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجرؒ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں :۔

"اَلْمُرَادُ هٰنَا النَّظْرُ اِلَى الْاَكْمَلِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الشَّرِيْعَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ مَعَ مَا مَضٰى مِنَ الشَّرَائِعِ الْكَامِلَةِ."

(فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۸۰)

یعنی مراد اس تکمیلِ عمارت سے یہ ہے کہ شریعتِ محمدیہؐ پہلے گذری ہوئی کامل شریعتوں کے مقابلہ میں اکمل سمجھی جائے۔

یعنی اس مثال سے شریعت محمدیہؐ کا دوسری شریعتوں کے مقابلہ میں اکمل قرار دینا مقصود ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس حدیث میں اِن معنوں میں خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے کہ آپؐ نے شریعت محمدیہ کو دوسری شریعتوں کے مقابلہ میں اکمل بنا دیا ہے۔ گویا شریعت لانے والے انبیاء میں سے آپؐ اکمل نبی ہیں۔ پس اس حدیث کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ آپؐ کے بعد نبوتِ مطلقہ کا دروازہ اِس طرح بند کر دیا گیا ہے کہ غیر تشریعی امتی نبی بھی آپؐ کے بعد نہیں آ سکتا۔

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ فصوص الحکم میں فرماتے ہیں :۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کو خشت کی دیوار سے

تشبیہ دیا اور وہ دیوار نبوت کی سوائے ایک خشت کی جگہ کے پوری ہو چکی تھی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ خشتِ آخر تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک خشت ہی دیکھا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانِ مبارک سے فرمایا اور خاتم الاولیاء (یعنی امام مہدی علیہ السلام) کو یہ دیکھنا ضرور ہے کہ وہ بھی نبوت کو دیوار کے مشابہ پاتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تمثیل دی ہے اور خاتم الاولیاء نبوت کی دیوار میں دو اینٹ کی جگہ خالی پاتے ہیں۔ ایک اینٹ سونے کی اور دوسری اینٹ چاندی کی۔ پس دو اینٹ کے بغیر دیوار کو ناقص پاتے ہیں۔ ان دونوں سے یعنی سونے اور چاندی کی دو اینٹوں سے اس کو کامل پاتے ہیں۔ پس ضرور ہے کہ وہ اپنے نفس کو دونوں اینٹوں کی جگہ پر منطبع ہوتے ہوئے دیکھیں۔

اب خاتم الاولیاء ہی وہ دونوں اینٹ ہوئے۔ اور انہی سے وہ دیوار پوری ہوتی ہے۔ خاتم الاولیاء کے اس دو اینٹ دیکھنے کا یہ سبب ہے کہ وہ ظاہر میں خاتم الرسلؐ کی شریعت کے تابع تھے اور اسی متابعت سے وہ نقرئی خشت کے مرتبہ پر تھے۔ اور یہ ان کا ظاہری مرتبہ تھا

اور وہ اُن کے متابعتِ احکام کی صورت تھی - اور باطن میں خاتم الاولیاء ان چیزوں کو اللہ سے لیتے ہیں جس میں دوسروں کے امام اور متبوع ہیں - کیونکہ وہ امور کو اس کے اصلی حالات پر دیکھتے ہیں اور خاتم الاولیاء کو اس طرح دیکھنا ضرور ہے اسی سے باطن میں وہ طلائی خشت کے قائم مقام تھے۔ کیونکہ وہ اسی معدن سے لیتے ہیں جس سے جبریل لے کر رسول اللہؐ کے پاس وحی پہنچاتے تھے۔"

(ترجمہ فصوص الحکم مترجم مولوی عبد الغفور ابن مولوی اولاد علی بہادی صفحہ ۱۶ و ۱۷ فص شیشیہ ؑ۲)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کا یہ بیان اپنے مضمون میں واضح ہے اور کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں۔ آپ کے نزدیک اِس تمثیل میں خاتم الاولیاء بھی داخل ہے اور وہ ولایت کی نقرئی اینٹ کے علاوہ جو اُس کی اتباعِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت ہے باطنی کمالات کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل ظِلّ ہو کر آپؐ کی طلائی اینٹ کے قائم مقام ہے - اس سے ظاہر ہے کہ خاتم الاولیاء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود سے بلحاظ نبوت کوئی الگ وجود نہیں رکھتا۔ اس کی نبوت ظلّی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نبوت ہے۔ اس لئے وہ آخری اینٹ میں داخل ہے۔

ختمِ نبوت کی حقیقت کے بارے میں شیعوں کے مسلّمہ اقوال

شیعہ احباب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں میں خاتم النبیین ماننے کیلئے مجبور ہیں۔ کیونکہ تفسیر صافی میں ایک حدیث نبویؐ یوں وارد ہے :-

"فِی الْمَنَاقِبِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتَ یَا عَلِیُّ خَاتَمُ الْاَوْلِیَاءِ"۔

(تفسیر صافی زیر آیت خاتم النبیین صـ۱۱۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم الاولیاء اِن معنوں میں قرار نہیں دیا ہے کہ آپؓ کے بعد کوئی ولی نہیں ہو گا بلکہ اِن معنوں میں قرار دیا ہے کہ ان کی تاثیر قدسیہ اور افاضۂ روحانیہ سے اُن کے متبع کو مقامِ ولایت مِل سکتا ہے۔ یہی خاتم کے بلحاظ لغتِ عربی حقیقی معنی ہیں۔

پس جب خاتم الاولیاء کے یہ معنے ہوئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی پیروی سے مقامِ ولایت مِل سکتا ہے تو ہمیں خاتم الانبیاء کے بھی یہی معنی لینے پڑیں گے کہ آپؐ کی پیروی اور افاضۂ روحانیہ اور تاثیر قدسیہ سے آپؐ کے کامل امتی کو مقامِ نبوۃ مِل سکتا ہے۔ شیعوں کی لغت مجمع البحرین میں لکھا ہے :-

"مُحَمَّدٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ یَجُوْزُ فَتْحُ التَّاءِ وَکَسْرُهَا فَالْفَتْحُ بِمَعْنَی الزِّیْنَةِ مَاْخُوْذٌ مِنَ الْخَاتَمِ الَّذِیْ هُوَ زِیْنَةٌ لِّلَابِسِهٖ"۔

یعنی خَاتَمُ النَّبِیِّیْن تاء کی زبر اور زیر دونوں سے ہے۔ خَاتَم کے معنے زینت ہیں جو انگشتری سے ماخوذ ہیں جو پہننے والے کے لئے زینت ہوتی ہے۔

اس لحاظ سے حضرت علیؓ کے خاتم الاولیاء ہونے کے یہ معنے ہوئے کہ آپؑ اولیاء اللہ کی زینت ہیں اور خاتم الانبیاء کے معنے یہ ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کی زینت ہیں۔

پھر حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرماتے ہیں :-

"اَلْخَاتِمُ لِمَا سَبَقَ وَالْفَاتِحُ لِمَا انْغَلَقَ -"

(نہج البلاغہ ورق ۱۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے انبیاء اور اُن کے فیضان کے خاتم ہیں نیز جو مراتب اور کمالاتِ نبوت اس طرح بند ہوئے وہ اب آپؐ کے واسطہ سے ملا کرینگے کیونکہ آپؐ ان کے فاتح (کھولنے والے) بھی ہیں - گویا آپؐ کے فیضان سے مقامِ نبوت آپؐ کے اُمتی کو مل سکتا ہے۔

اسی طرح شیعہ اصحاب کی معتبر کتاب بحار الانوار جلد ۷ صفحہ ۳۴۵ میں لکھا ہے :-

"اِعْلَمْ اَنَّ مَا ذَکَرَہٗ رَحْمَۃُ اللّٰہِ مِنْ فَضْلِ نَبِیِّنَا وَاَئِمَّتِنَا صَلَوٰاتُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ عَلٰی جَمِیْعِ الْمَخْلُوْقَاتِ وَکَوْنِ اَئِمَّتِنَا عَلَیْھِمُ السَّلَامُ اَفْضَلَ مِنْ سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ ھُوَ

الَّذِیْ لَا یَرْتَابُ فِیْہِ مَنْ تَتَبَّعَ اَخْبَارَھُمْ۔"

یعنی امام رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے ائمہ صلوات اللہ علیہم کی تمام مخلوقات پر فضل و برگزیدگی کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ ہمارے ائمہ علیہم السلام تمام نبیوں سے افضل ہیں۔ اس بات میں وہ شخص شک نہیں کر سکتا جو ان ائمہ کے حالات تلاش کرے۔ (یہ ظاہر ہے کہ کوئی غیر نبی تمام نبیوں سے افضل قرار نہیں دیا جا سکتا)

شیعہ اصحاب حضرت امام مہدی علیہ السلام کے متعلق یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اپنے رسول ہونے کا ان الفاظ میں اعلان کریں گے:۔

"فَفَرَرْتُ مِنْکُمْ لَمَّا خِفْتُکُمْ فَوَھَبَ لِیْ رَبِّیْ حُکْمًا وَّ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔" اکمال الدین ص ۱۸۹

یعنی اے لوگو! جب میں تم سے ڈرا اور اس پر بھاگ گیا تو خدا تعالیٰ نے مجھے حکم عطا کیا اور مجھے رسولوں میں سے بنا دیا۔

پھر اکمال الدین ص ۲۷۵ پر ایک اصولی بیان درج ہے کہ:۔

"فَالْھُدَاۃُ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْصِیَاءِ لَا یَجُوْزُ اِنْقِطَاعُھُمْ مَا دَامَ التَّکْلِیْفُ مِنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ لَازِمًا لِلْعِبَادِ۔"

یعنی جب تک اللہ تعالیٰ کے بندے احکام ماننے کے مکلف ہیں اُس وقت تک انبیاء اور اوصیاء کا انقطاع جائز نہیں۔

پھر صافی شرح اصول کافی میں لکھا ہے:۔

"عَنْ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ وَلَایَۃُ عَلِیٍّ مَکْتُوْبَۃٌ فِیْ

جَمِیْعِ صُحُفِ الْاَنْبِیَاءِ وَلَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ رَسُوْلًا اِلَّا بِنُبُوَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَوَصِیَّۃِ عَلِیٍّ۔"

صافی شرح اصول کافی جزو سوم حصہ ۲ صفحہ ۱۴۲ مطبوعہ نولکشور)

یعنی امام ابوالحسن موسیٰ کاظم فرماتے ہیں، حضرت علیؓ کی ولایت تمام نبیوں کے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ آئندہ کسی کو ہرگز رسول بنا کر نہیں بھیجے گا سوائے اُس شخص کے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ سے نبوت ملے اور وہ حضرت علیؓ کی وصیت کا قائل ہو۔

چنانچہ آیت ھُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ کے بارہ میں بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ ۱۲ میں لکھا ہے کہ نَزَلَتْ فِی الْقَائِمِ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ یعنی یہ آیت امام مہدی علیہ السلام کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ غایۃ المقصود جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ میں لکھا ہے۔

"مراد از رسول دریں جا امام مہدیٔ موعود است۔"

یعنی رسول سے مراد اس جگہ (یعنی اس آیت میں) امام مہدی موعود ہے۔

یہ چند حوالہ جات اپنے منطوق پر خود ہی روشن گواہ ہیں کسی تشریح کے محتاج نہیں شیعہ اصحاب کے نزدیک حضرت امام مہدیؑ کا مرسلین میں سے ہونا ضروری ہے پس ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِن معنوں میں خاتم النبیین نہیں کہ آپؐ کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہو بلکہ اِن معنوں میں خاتم النبیین ہیں کہ آپؐ کے واسطہ سے نبوت کا مقام مل سکتا ہے۔

میرے نظریّہ اور تحقیق کے فوائد

تین بڑے فائدے

فائدہ اوّل خاتم النّبیین کی لغوی تحقیق جو مَیں نے پیش کی ہے اُس کو اچھی طرح سمجھ لینے سے تین فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس سے صاف کھل جاتا ہے کہ اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں میں خاتم النّبیین جماعت احمدیہ ہی تسلیم کرتی ہے۔ ہمارے مخالف علماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف مجازی معنوں میں ہی خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں۔

فائدہ دوم دوسرا فائدہ اس نظریّہ کو سمجھ لینے سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ میری تحقیق کے مطابق خاتم النّبیین کے حقیقی معنوں کے ساتھ اس کے تمام لازمی معانی بھی جمع ہو جاتے ہیں اس لئے ہم ہی یہ بات کہہ سکتے ہیں اور ہمیں ہی یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل خاتم النبیین صرف ہم یعنی جماعت احمدیہ ہی تسلیم کر رہی ہے نہ کہ ہمارے مخالف علماء

خاتم کے محاورات کی حقیقت اور قسمیں

فائدہ سوم میرے نظریّہ اور تحقیق کو پورے طور پر سمجھ لینے کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ وہ تمام محاورات جو خاتَم یا خاتِم کے کسی گروہ کی طرف مضاف ہونے کے متعلق استعمال ہوتے ہیں آپ ہی آپ موقعہ اور

مقام کے لحاظ سے اپنے معنے متعیّن کر دیتے ہیں۔

بزرگانِ دین اور اہلِ علم اصحاب نے کئی لوگوں کو خاتم الاولیاء یا خاتم المحدّثین یا خاتم الحُفّاظ یا خاتم المفسّرین یا خاتم الشعراء یا خاتم الاکابر قرار دیا ہے یا عقل کو خاتم الکُلّ کہتے ہیں یا بادشاہ کو خاتم الحکّام یا حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم انبیاء بنی اسرائیل لکھا ہے اور اپنے تئیں باپ کے گھر میں خاتم الاولاد۔

مَیں اپنی تحقیق میں بتا چکا ہوں کہ خاتَم یا خاتِم جب جمع کی طرف مضاف ہو تو اس کے حقیقی معنی تو یہ ہونگے کہ یہ شخص اس گروہ کے تمام کمالات کا جامع ہے اور اس کی تاثیر اور فیوض سے اس گروہ کے افراد جیسے افراد پیدا ہو سکتے ہیں۔ ہاں اس گروہ کا محض آخری فرد یا اس گروہ کو ختم کرنیوالا فرد محض مجازی معنی ہیں جن کا حقیقی معنوں کے ساتھ اجتماع محال ہے۔ اُس گروہ کی زینت اور اس گروہ کا افضل فرد حقیقی معنوں کے تابع معنیٰ اور لازمی معنیٰ ہیں اور کبھی ایک محدود اور معیّن صورت میں آخری فرد اور ختم کرنیوالا کے معنی بھی حقیقی معنوں کے ساتھ بطور لازم معنوں کے جمع ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ان معنوں کے لزوم پر کوئی قرینہ یا نصّ موجود ہو۔ ہاں اُس گروہ کا محض آخری فرد یا اس گروہ کو بالکل ختم کرنے والا یہ معنے محض مجازی ہیں جو حقیقی معنوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ مسلّم امر ہے کہ حقیقتِ لغویہ کے ساتھ مجازِ لغوی کا جمع ہونا محال ہے اور مجازِ لغوی وہاں ہی مراد لیا جا سکتا ہے جہاں حقیقتِ لغویہ متعذّر اور محال ہو۔

خاتم کے محاورات کا حل

اَب اِس تحقیق کو سامنے رکھ کر جب ہم دیکھتے ہیں تو خاتم الاولیاء خاتم المحدّثین، خاتم الحفّاظ، خاتم المفسرین، خاتم الشعراء، خاتم الاکابر، خاتم الحکّام اور عقل کا خاتم الکل ہونا ایسے القاب ہیں جن میں حقیقی معنے کا پایا جانا محال اور متعذر نہیں کیونکہ حقیقی معنیٰ کے لحاظ سے خاتم الاولیاء وہ ہوگا جو جامع کمالاتِ ولایت ہو اور اپنے زمانہ میں جس کی تاثیر اور افاضہ سے ولی پیدا ہو سکیں۔ خاتم المحدّثین والحفّاظ والمفسّرین وہ لوگ ہونگے جو اِن کمالات کے جامع ہوں اور جن کی تاثیر یعنی افاضہ سے اُن کے شاگردوں میں محدّث، حافظ اور مفسّر پیدا ہو سکیں۔ اور خاتم الشعراء وہ ہوگا جو اپنی تاثیر سے اپنے شاگردوں کو شاعر بنا سکے۔ اور خاتم الاکابر وہ ہوگا جس کے قرب واتباع سے بڑے آدمی پیدا ہو سکیں۔ اور خاتم الحکّام وہ بادشاہ ہوگا جس کے زمانہ میں اُس کی مُہر اور حکم سے دوسرے لوگ حاکم بن سکیں۔ اِن سب القاب میں حقیقی معنے چسپاں ہونگے۔ اور افضلیت کے معنے اِن حقیقی معنوں کے تابع ہونگے۔ اور اِن حقیقی معنوں کو لازم ہونگے۔ خواہ اس محاورہ کو استعمال کرنے والا اس حقیقت کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ عقل خاتم الکل اِس لئے ہے کہ اُس کی تاثیر سے دنیا میں بڑے بڑے کمالات ظاہر ہوتے ہیں۔ اسلئے عقل لازماً وجود، حیات اور قدرت وغیرہ نعمتوں کے مقابلہ میں افضل ہوگی۔ لیکن اگر کسی ایسے مرکّب اضافی کے حقیقی معنے نہ لئے جا سکتے ہوں تو

وہاں افضلیت کے معنے بھی ہرگز مراد نہ ہونگے۔

چنانچہ خاتمُ انبیاءِ بنی اسرائیل کا مرکب اضافی بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں صرف مجازی معنوں میں ہی استعمال کیا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے انبیاء کا آخری فرد ہیں۔ اِن الفاظ سے اُن کی صرف تاریخی حیثیت بتانا مقصود ہے نہ یہ بتانا کہ اُن کے افاضہ سے بنی اسرائیل میں بعض انبیاء پیدا ہوئے۔ کیونکہ یہ معنے تو واقعات کے خلاف ہیں۔ پس اسجگہ قرینۂ حالیہ حقیقی معنیٰ کے محال ہونے پر شاہد ہے۔ اِسی طرح اپنے متعلق آپ نے تریاق القلوب میں خاتم الاولاد کے الفاظ مجازاً استعمال کئے ہیں جس پر قرینہ یہ ہے کہ آپ نے خود وہاں یہ معنی بتا دیئے ہیں کہ آپ اپنے باپ کے گھر میں آخری فرزند ہیں۔ پس خاتم الاولاد کے الفاظ بھی اسجگہ محض ایک واقعہ کا تذکرہ ہیں اور تاریخی بیان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور مجازی استعمال ہیں۔ حقیقی معنوں میں استعمال نہیں ہوئے۔

پس جہاں پر ایسا مرکب اضافی حقیقی معنوں کا متحمل نہ ہو وہاں افضلیت کے معنے مراد نہ ہونگے آخری کے مجازی معنے مراد ہونگے اور خود حقیقی معنوں کا محال ہونا وہاں مجاز کے لئے قرینہ ہوگا۔ لیکن جہاں پر ایسا مرکب حقیقی معنوں کا متحمل ہو وہاں بالضرور ان حقیقی معنوں کے بالتّبع اس خاتَم یا خاتِم سے مراد اس گروہ کا افضل فرد ہوگا۔ اِسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ حقیقی خاتم النبیین ہیں اس لئے آپؐ افضل النبیین کے معنیٰ میں بھی خاتم النبیین ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ملفوظات جلد اوّل ص۳۲۸ میں خاتم المومنین اور خاتم العارفین قرار دیا ہے اور آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۶۳ میں خاتم الحسینین و المجملین لکھا ہے۔ چونکہ اسجگہ بھی یہ حقیقی معنیٰ چسپاں ہو سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کی تاثیر سے مومن عارف اور روحانی حسن وجمال رکھنے والے لوگ پیدا ہوتے ہیں اس لئے ان معنوں کے بالتبع آپؐ افضل المومنین، افضل العارفین اور افضل الحسینین اور افضل الجمیلین ہیں۔

مسیح موعود اور خاتم الخلفاء کا مقام

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی ص۲۰۱ پر اپنے تئیں خاتم الخلفاء اور آخری خلیفہ قرار دیا ہے کیا اب آپ کے بعد کوئی خلیفہ نہ ہوگا؟ اگر یہ معنی ہیں تو کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی کے معنوں میں خاتم النبیین نہ سمجھا جائے۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی حقیقی معنوں میں خاتم الخلفاء ہیں۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی معنوں میں خاتم الانبیاء ہیں۔ خاتم النبیین کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور افاضۂ روحانیہ کے طفیل مقامِ نبوت آپؐ کے ایک کامل اُمتی کو مل سکتا ہے۔ اسی طرح خاتم الخلفاء کے یہ معنیٰ ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کامل متبعین کو اب آپؐ کے واسطہ سے ہی مقامِ خلافت حاصل رہے گا۔ آپؐ کا منکر اب منصبِ خلافت پر سرفراز نہیں ہو سکتا۔

پھر جس طرح خاتم النبیین کے حقیقی معنوں کے ساتھ آخری نبی کے معنی بطور لازمی معنوں کے جمع ہیں ویسے ہی خاتم الخلفاء کے حقیقی معنوں کے ساتھ آخری خلیفہ کے لازمی معنے بھی جمع ہیں۔ خاتم النبیین کے یہ لازمی معنے یہ مفہوم رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں نہ کہ مطلق آخری نبی۔ اسی طرح خاتم الخلفاء کے لازمی معنے یہ ہیں کہ مسیح موعود وہ آخری خلیفہ ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے مقامِ خلافت پایا ہے۔ چونکہ آپ حقیقی معنوں میں خاتم الخلفاء ہیں اس لئے آئندہ اس مقام کو پانے کے لئے مسیح موعود کا واسطہ شرط ہوگا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے مسیح موعود کے دمشق کے مشرق میں منارۃ البیضاء کے پاس نزول کے بیان پر مشتمل حدیث کی تشریح میں فرمایا ہے:۔

"ثُمَّ یُسَافِرُ الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ اَوْ خَلِیْفَةٌ مِنْ خُلَفَائِہٖ اِلٰی اَرْضِ دِمَشْقَ۔" (حمامۃ البشریٰ ص۳۷)

یعنی مسیح موعود خود یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ سفر کر کے دمشق میں جائیگا اور منارۃ البیضاء کے پاس بحیثیت نزیل اُتریگا۔

اس سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ کے خلفاء ہونگے۔ یہ پیشگوئی ۱۹۲۴ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کے سفرِ دمشق سے پوری ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

خاتم المہاجرین والی حدیث نبویؐ کی تشریح

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مکہ سے مدینہ منورہ کو آخر میں ہجرت کی۔

چنانچہ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۶۶۸ میں ہے هَاجَرَ قَبْلَ الْفَتْحِ بِقَلِيْلٍ وَ شَهِدَ الْفَتْحَ کہ حضرت عباسؓ نے فتح مکہ سے تھوڑا عرصہ پہلے ہجرت کی اور وہ فتح مکہ کے وقت مہاجرین میں موجود تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب آخر میں ہجرت کی تو انہیں احساس پیدا ہوا کہ میری ہجرت پورا ثواب نہ پانے کے لحاظ سے ناقص رہی ہے کیونکہ میں نے آخر میں ہجرت کی ہے۔ اس سے وہ بہت پریشان تھے اور گھبرا رہے تھے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا:۔

"اِطْمَئِنَّ يَا عَمِّ فَإِنَّكَ خَاتَمُ الْمُهَاجِرِيْنَ فِي الْهِجْرَةِ كَمَا أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ فِي النُّبُوَّةِ۔" (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۸)

یعنی اے چچا! آپ مطمئن ہو جائیں۔ کیونکہ آپ ہجرت میں خاتم المہاجرین ہیں۔ جیسے میں نبوت میں خاتم النبیین ہوں۔

اس حدیث کو پیش کر کے غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت عباسؓ آخری مہاجر تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو آخری مہاجر ہونے کے لحاظ سے خاتم المہاجرین قرار دیکر اپنے خاتم النبیین ہونے کے ساتھ تشبیہ دی ہے لہذا معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاتم النبیین بمعنی محض آخری نبی ہیں نہ کہ بمعنی افضل النبیین۔

میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی معنوں میں بھی خاتم النبیین ہیں جو جامعیتِ کمالاتِ انبیاء اور تاثیر اور افاضۂ روحانیہ ہیں۔ ان معنوں کے علاوہ آپ آخری نبی کے معنوں میں بلحاظ آخری شارع

اور آخری مستقل نبی ہونے کے آخری نبی بھی ہیں - یہ خاتم النبیین کے لازمی معنی ہیں جو بدلالتِ التزامی ثابت ہیں - پھر خاتم النبیین کے حقیقی معنی کے مفہوم میں افضلیت کے معنے بھی شامل ہیں اور آخری نبی کے لازمی معنوں کے ساتھ صرف حقیقی معنوں کی وساطت سے جمع ہیں - اس حدیث میں خاتم النبیین کے آخری نبی صرف لازمی معنی مراد ہیں اور ان لازمی معنوں سے حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کے آخری مہاجر ہونے کو تشبیہ دی گئی ہے - نہ کہ افضلیت کے معنوں میں - جو خاتم النبیین کے حقیقی معنوں "نبوت میں مؤثر وجود" کے ایک دوسرے لازمی معنے ہیں -

خاتم المہاجرین والی حدیث کا سیاق

اِس حدیث کے سیاق سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِس قول سے مقصود حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کو یہ اطمینان دلانا تھا کہ تمہاری ہجرت ناقص نہیں بلکہ تم ہجرت کا پورا ثواب حاصل کرو گے - گو تم واقعہ کے لحاظ سے مکّہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے آخری فرد ہو - جس طرح میں آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہوں -

سیاق کلام بتاتا ہے کہ اسجگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کو ہجرت میں محض آخری فرد قرار دینا نہ تھی - ایسا تو وہ خود اپنے آپ کو خیال کر رہے تھے اور اپنے تئیں آخری مہاجر سمجھنے کی وجہ سے ہی تو وہ پریشان ہو رہے تھے کہ میری ہجرت ناقص رہ گئی ہے اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن کو مہاجرین کا محض

آخری فرد قرار دینا مقصود ہوتا تو اس سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کیسے اطمینان حاصل ہو سکتا تھا۔ انہیں تو اطمینان اور تسلّی تبھی ہو سکتی تھی جب کہ یہ الفاظ اُنکے کے حق میں کسی طرح محلِ مدح میں استعمال کئے گئے ہوں۔ اِطْمَئِنَّ یَا عَمِّ! اے چچا! آپ تسلّی پائیں کے الفاظ اِس بات کے لئے قوی قرینہ ہیں کہ خاتم المہاجرین کے الفاظ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کے حق میں محلِ مدح میں استعمال ہوئے ہیں۔

اسجگہ ایک اور امر پر بھی غور کرنا ضروری ہے تاکہ ہم یہ امر صحیح طور پر معلوم کر سکیں کہ خاتم المہاجرین جو مشبّہ ہے اُس کو خاتم النبیین مشبّہ بہ سے کس بات میں تشبیہ دی گئی ہے۔ وجہِ شبہ (وہ امر جس میں تشبیہ دی گئی ہے) دریافت کرنے میں ہمیں اس امر کو ملحوظ رکھنا ہو گا کہ حدیث میں صرف خاتم المہاجرین کو خاتم النبیین سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ خَاتَمُ الْمُهَاجِرِيْنَ فِي الْهِجْرَةِ کو خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ فِي النُّبُوَّةِ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب تھے لہٰذا آپؐ کے کلام میں خاتم المہاجرین کے ساتھ الھجرۃ اور خاتم النبیین کے ساتھ النّبوّۃ کے الفاظ بلا وجہ قرار نہیں دیئے جا سکتے بلکہ ان کا اس تشبیہ کے سمجھانے میں بڑا دخل ہے۔ اب واضح ہو کہ خَاتَمُ الْمُهَاجِرِيْنَ فِي الْهِجْرَةِ کے یہ معنے ہیں کہ مکّہ سے مدینہ کی طرف جو ہجرت مخصوصہ خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہوئی ہے اس کے لحاظ سے حضرت عبّاس رضؓ سے کہا گیا ہے کہ وہ ہجرت کرنے والوں میں سے آخری فرد ہیں نہ کہ آپ علی الاطلاق مہاجرین کے محض آخری فرد ہیں۔ کیونکہ اس مخصوصہ ہجرت کے بعد

بعض اور بھی ہجرتیں ہونے والی تھیں جیسا کہ ہمارے موجودہ زمانہ کی ہجرت ہے، جو تقسیمِ ہند کے وقت کرنا پڑی ہے۔ پس حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ اس ہجرتِ مخصوصہ کے لحاظ سے مہاجرین کے آخری فرد ہیں نہ کہ مطلق مہاجرین کا آخری فرد۔ جس طرح میں النّبوّۃ یعنی نبوت مخصوصہ تشریعیہ اور مستقلہ کے لحاظ سے انبیاء کا آخری فرد ہوں نہ کہ محض آخری نبی۔ گویا آپ کے بعد بھی نبی کی آمد کا امکان ہے گو اب کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا چنانچہ خود غیر احمدی علماء بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی آمدِ ثانی کے قائل ہیں اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آخری تابع نبی قرار دیتے ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کے رو سے خاتم النبیین بمعنی مطلق آخری نبی قرار نہیں دیئے جاسکتے بلکہ اِن معنوں میں آخری نبی قرار دیئے جاسکتے ہیں کہ آپؐ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ ورنہ خاتم النبیین کے ساتھ فِی النُّبُوَّۃِ کی قید بے فائدہ ہو جائیگی حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام زوائد سے پاک ہوتا ہے۔ پس جس طرح خَاتَمُ الْمُهَاجِرِيْنَ فِي الْهِجْرَةِ میں الھجرۃ سے مکّہ سے مدینہ کی مخصوص ہجرت مراد ہے اسی طرح النّبوّۃ سے مراد نبوتِ مخصوصہ یعنی تشریعی اور مستقلہ نبوت ہے۔ اسی کے لحاظ سے آپؐ خاتم النبیین بمعنی آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں یہ معنی خاتم النبیین کے حقیقی معنی کو لازم ہیں۔

قرائن وجہ تشبیہ

قرینہ اُولیٰ یہ بات سمجھ لینے کے بعد اب وجہِ تشبیہ کا سمجھ لینا آسان ہے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ اپنی ہجرت کو

ناقص سمجھتے تھے اور مقصود امر اس تشبیہ سے یہ تھا کہ اُن کو اطمینان دلایا جائے کہ اُن کی ہجرت ناقص نہیں بلکہ وہ ہجرت کا پورا ثواب پانے والے ہیں۔

قرینہ ثانیہ پھر مطلوب امر یہ نہ تھا کہ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ افضل المہاجرین ہیں کیونکہ اس سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما چکے ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم المہاجرین بمعنی افضل المہاجرین ہونے سے تو کسی معقول آدمی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ جب یہ ظاہر ہے کہ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ ان بزرگواروں سے ہجرت میں افضل نہیں قرار دیئے جا سکتے تھے تو یہ امر بھی اس بات کیلئے قوی قرینہ ہے کہ خاتم المہاجرین فی الھجرۃ اور خاتم النّبیین فی النّبوّۃ میں وجہ شبہ ایک خاص معنوں میں آخری ہونے کے ساتھ محض صفتِ کمال میں ہے نہ افضلیت میں کیونکہ جو فرد آخری شارع نبی اور آخری مستقل نبی ہو وہ کامل نبی تو بہر حال ہو گا۔

قرینہ ثالثہ قرینہ ثالثہ خود لفظ اِطْمَئِنَّ ہے۔ اگر افضلیت میں تشبیہ مراد ہوتی تو بلاغت کا تقاضا یہ ہوتا کہ آپؐ لفظ اَبْشِرْ وغیرہ استعمال فرماتے۔ تسلّی تو صرف اُسے دلائی جاتی ہے جسے کمی رہنے کا احساس ہو اور اُسے یہ بتانا مقصود ہو کہ تم اس پہلو میں کم نہ رہو گے۔

قرینہ رابعہ اسجگہ تشبیہ خاتم المہاجرین کو خاتم النّبیّین کے حقیقی معنوں سے نہیں دی گئی بلکہ لازمی معنوں سے دی گئی ہے اگر خاتم النبیین کے حقیقی معنوں سے تشبیہ مقصود ہوتی تو ساتھ فی النبوّۃ

کی قید بے فائدہ ہوتی اور افضل کے معنے خاتم النبیین کے حقیقی معنوں کو لازم ہیں نہ آخری نبی کے لازمی معنوں کو اور النّبوّۃ کا لفظ صرف خاتم النبیین کے لازمی معنوں کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہی استعمال کیا گیا ہے جو آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔

قرینہ خامسہ اِن چاروں قرینوں کے علاوہ اسجگہ ایک اور حقیقت بھی پائی جاتی ہے جو خاتم المہاجرین کے معنے افضل المہاجرین مراد لینے میں روک ہے وہ حقیقت یہ ہے کہ خاتم کا لفظ جب جمع کی طرف مضاف ہو تو اس مرکب اضافی میں افضلیت کے معنے اس مرکب کے حقیقی معنوں کے لازم معنوں کے طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن جہاں پر ایک ایسا مرکب اضافی صرف مجازی معنوں میں استعمال ہو رہا ہو جیسے خاتم المہاجرین کے الفاظ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کے حق میں استعمال ہوئے ہیں تو جب اُسے ایسے مرکب اضافی سے تشبیہہ دی جائے جو حقیقی معنوں میں بھی خاتم ہے اور لازمی معنوں میں بھی تو اُس وقت تشبیہہ صرف لازمی معنوں سے ہوگی۔ چونکہ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کی ذاتی ہجرت کا آئندہ ہونے والی ہجرتوں کے مہاجرین پر کوئی اثر اور افاضہ مقصود نہیں ہو سکتا اس لئے خاتم المہاجرین کی تشبیہہ خاتم النبیین کے لازمی معنوں سے ہوگی نہ کہ حقیقی معنوں سے۔ اِسی لئے خاتم النبیین کے ساتھ فِی النبوّۃ کی قید لگائی گئی ہے تاکہ صریح طور پر تشبیہہ لازمی معنوں سے سمجھی جائے نہ کہ حقیقی معنوں سے۔ ھٰذا ما اُلقِیَ فی رَدِّ عجیٍّ و ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

جب یہ بات واضح ہو چکی کہ ان پانچوں قرائن کی وجہ سے خاتم المہاجرین کی تشبیہ خاتم النبیین کے ایک لازمی معنوں سے ہے جو آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ نیز تشبیہ صرف صفتِ کمال میں ہے نہ کہ افضلیت میں۔ تو خاتم المہاجرین والی حدیث کے یہ معنے ہوئے کہ "اے چچا! آپ مطمئن ہو جائیں کہ آپ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنے والے لوگوں میں سے آخری مہاجر تو ہیں مگر آپ کی یہ ہجرت ناقص نہیں بلکہ آپ اِس کا پورا ثواب حاصل کرنے والے ہیں جس طرح مَیں نبوتِ تشریعیہ اور نبوتِ مستقلہ کے لحاظ سے آخری نبی ہونے کے باوجود سابق انبیاء کے مقابلہ میں کسی سے کم نہیں بلکہ کامل نبی ہوں۔"

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کوئی شخص اسجگہ یہ کہے کہ جب خاتم النّبیین فی النّبوۃ کے تابع نبی کا آنا مانتے ہو تو کیوں خاتم المہاجرین کے تابع بعد کے مہاجرین کو قرار دیکر خاتم المہاجرین کو ان بعد والوں سے افضل قرار نہ دیا جائے؟ تمہارے بیان کردہ قرائن اگر پہلوں سے افضل ہونے میں روک ہیں تو بعد کے مہاجرین سے حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کو افضل المہاجرین تسلیم کرنے میں تمہیں کیا عذر ہے؟

اِس سوال کے جواب میں عرض ہے کہ مَیں پہلے بتا چکا ہوں کہ خاتم المہاجرین کے مرکب اضافی میں افضلیت کے معنے صرف اُسوقت تسلیم کئے جا سکتے ہیں جبکہ بعد والے مہاجرین پر خاتم المہاجرین کا اثر متصوّر ہو سکے۔ لیکن بعد کی ہجرتوں کے مہاجرین پر چونکہ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کی ذاتی ہجرت کا کوئی اثر متصوّر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے خاتم المہاجرین کو اسجگہ افضل المہاجرین کے معنوں میں

جو صرف حقیقی معنوں کو لازم ہو سکتے ہیں تسلیم نہیں کیا جا سکتا بلکہ خاتم المہاجرین کے الفاظ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کے حق میں محض مجازی معنوں (یعنی مکہ سے مدینہ کی ہجرت میں آخری مہاجر کے معنوں) میں ہی استعمال ہوئے ہیں۔ اگر بعد کی ہجرتوں کے مہاجرین کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بلا دلیل تابع قرار دیکر ان کو خاتم المہاجرین بمعنی افضل المہاجرین قرار دیا جائے تو پھر اُنکی ہجرت اُن سے پہلے صحابہؓ کی ہجرت کے تابع قرار دی جا سکے گی اور اس وجہ سے افضل نہیں رہے گی کیونکہ افضل المہاجرین اُن سے پہلے ہجرت کرنے والے قرار پا جائیں گے۔

پھر سچی بات یہ ہے کہ خاتم المہاجرین حقیقی معنوں میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آپؐ کے بعد جس قدر مسلمان قیامت تک ہجرت کرنے والے ہیں اُن سب کی ہجرت دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کا اثر اور ظِلّ ہو کر ہجرت کا مذہبی تقدّس حاصل کرنے والی ہے۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو چونکہ حقیقی معنوں میں خاتم المہاجرین قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اُن کی ذاتی ہجرت کا بعد کے مہاجرین کی ہجرت پر کوئی اثر نہیں اس لئے وہ خاتم المہاجرین بمعنی افضل المہاجرین تسلیم نہیں کئے جا سکتے۔ نہ پہلے مہاجرین سے نہ پچھلوں سے۔ افضلیت کا مفہوم تو صرف خاتم کے حقیقی معنوں کو لازم ہے۔ اور حقیقی معنی حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کے حق میں تسلیم نہیں کئے جا سکتے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تسلیم کئے جا سکتے ہیں۔

خاتم کے انسانی القاب اور خدائی لقب میں فرق

خاتم الاولیاء۔ خاتم المحدثین، خاتم المفسرین وغیرہ القاب سے جو امت کے بزرگوں کیلئے استعمال کئے گئے ہیں خاتم النبیین کا لقب اس بات میں تو اتفاق رکھتا ہے کہ ان القاب سے افاضۂ کمال اور افضلیت کا اظہار مقصود ہوتا ہے لیکن انسانی القاب اور خدا تعالیٰ کے دیئے گئے لقب میں ایک فرق کا ملحوظ رکھنا بھی از بس ضروری ہے۔ ایک انسان جب کسی کو خاتم الاولیاء یا خاتم المحدثین یا خاتم المفسرین قرار دے تو اُس کا ایسا کرنا محض اجتہاد اور قیاس پر مبنی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اردگرد کے دوسرے لوگوں کو جو اس گروہ سے تعلق رکھتے ہوں دیکھکر اپنی سمجھ کے موافق اُن کے کمالات کی تحقیق کر کے کسی کو ایسے القاب دے دیتا ہے۔ اُس کی نظر اتنی وسیع نہیں ہو سکتی کہ تمام پہلوؤں اور آئندہ قیامت تک آنے والے افراد کو مدّنظر رکھ کر ایک شخص کو خاتم الاولیاء یا خاتم المحدثین وغیرہ کا لقب دے کیونکہ وہ عالم الغیب نہیں۔ پھر انسان کا اپنے زمانہ کے باکمال لوگوں کو ایسا لقب دینا بعض اوقات مبالغہ پر بھی مبنی ہو سکتا ہے اور اس وجہ سے وہ ہرگز حقیقت پر محمول نہیں ہو سکتا۔

حضرت پیر پیران قدس سرہٗ خدا تعالیٰ کی محبت میں پورے فنا ہونیوالے کو فرماتے ہیں۔ بِكَ تُخْتَمُ الْوَلَايَةُ۔ کہ تو خاتم الاولیاء ہو جائے گا۔

شیخ عبدالحق صاحب محدّث دہلوی اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں :-

"در زمانِ تو مرتبۂ ولایت و کمالِ تو فوقِ کمالاتِ ہمہ باشد۔ و قدمِ تو بر گردنِ ہمہ اُفتد۔" (فتوح الغیب ص۲۳)

یعنی تیرے زمانہ میں تیرا ولایت کا مرتبہ اور کمال سب لوگوں سے بالا ہوگا اور تیرا قدم سب کی گردن پر ہوگا۔"

اس سے ظاہر ہے کہ انسان جب ایسا لقب کسی کے لئے استعمال کرتا ہے تو اُس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ مثلاً یہ خاتم الاولیاء اپنے زمانہ کے لوگوں سے میری نگاہ میں افضل ہے۔ گویا الف لام اسجگہ عہد خارجی کا ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہے اس لئے اگر وہ کسی کو منفرد طور پر خَاتَمُ النَّبِیّٖن قرار دے تو اس لقب کے حامل کا تمام انبیاء سے افضل ہونا ضروری ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی نظر سب پہلوں اور پچھلوں پر ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے استعمال میں اس جگہ الف لام استغراق کا ہوگا۔

خاتم الاولیاء اور خاتم المحدّثین کے انسان کی طرف سے دیئے گئے القاب میں یہ بھی مدّنظر نہیں ہوتا کہ یہ شخص اولیاء یا محدّثین کا محض آخری فرد ہے۔ بلکہ اس کے مدّنظر صرف اظہارِ افضلیت ہوتا ہے۔ ہاں جہاں صرف تاریخی حیثیت بیان کرنا مقصود ہو وہاں چونکہ خاتم کا استعمال مجازی معنوں میں ہوتا ہے اس لئے وہاں پر خاتم سے اس گروہ کا محض آخری فرد مراد ہوگا جس کی طرف وہ مضاف ہوا ہو۔ مگر مجازی معنوں کے لئے قرینہ چاہیئے۔ افضلیت کے معنی حقیقی معنوں کو بہر حال لازم ہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص افضلیت کے معنوں کا خاتم کی اصل وضع سے لزوم نہ جانتا ہو تو وہ خاتم کو افضل کے معنوں میں استعمال کرنے کے لئے صرف محلّ مدح کو مدّنظر رکھے گا یا خاتم کے مجازی معنی آخری لے کر پھر آخر کو آگے مجاز در مجاز کے طور مجازی معنوں میں افضل قرار دیگا۔

کیونکہ آخر کا لفظ بھی عربی زبان میں افضل کے معنوں میں مجازاً استعمال ہوتا ہے ۔ لیکن اس وقت آخری کے اسجگہ حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے ۔ چنانچہ ایک شاعر آخر کو افضل کے معنوں میں استعمال کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

شَرٰی وُدِّیْ وَشُکْرِیْ مِنْ بَعِیْدٍ لِاٰخِرِ غَالِبٍ اَبَدًا رَبِیْعٌ

(حماسہ باب الادب)

یعنی " ربیع بن زیاد نے میری دوستی اور شکر دُور بیٹھے ایسے شخص کے لئے جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کیلئے عدیم المثال ہے خرید لیا ہے ۔ " (ترجمہ از مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی)

ایک اعلان

اَب مَیں اپنے مضمون کے آخر میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ میری تحقیق یہ ہے کہ خاتم کا لفظ انسان جہاں جمع کی طرف مضاف کرکے استعمال کرے جیسے خاتم الاولیاء ، یا خاتم المحدّثین کے القاب ہیں اور ایسے مقام پر خاتَم یا خاتِم کے حقیقی معنے اپنی تاثیر سے دوسرے کو اپنے کمالات سے متاثر کرنا اور اپنے افاضہ سے کمال تک پہنچانا چسپاں ہو سکتے ہوں تو پھر یہ خاتَم یا خاتِم اس گروہ کا اپنے زمانہ میں افضل فرد قرار دیا گیا ہو گا ۔ نہ کہ اُس گروہ کا محض آخری فرد ۔ اور خاتَم یا خاتِم کے معنے محض آخری فرد وہاں لئے جائیں گے جہاں یہ حقیقی معنے چسپاں نہ ہو سکتے ہوں ۔ مَیں اِس تحقیق پر بڑے وثوق سے علیٰ وجہ البصیرت قائم ہوں اور بڑی تحدّی سے

یہ دعویٰ رکھتا ہوں کہ اس قاعدہ کے خلاف محاورات زبان عربی میں سے کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ میں اس قاعدہ کے خلاف مثال پیش کرنے والے کا تہِ دل سے ممنون ہوں گا اور اپنا اعلانؑ واپس لے لوں گا۔ مگر کیا اہل علم اصحاب میں سے کوئی ایسی مثال پیش کرنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ مجھے یقین ہے ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں کیونکہ میرا یہ دعویٰ خدا کے فضل سے تحقیق کی ایک مضبوط چٹان پر مبنی ہے۔

اِس اصل کے مطابق خاتم النبیین کا لقب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے اور جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر آپ کی افضلیت تامہ پر دال ہے صرف اسی وجہ سے دال ہے کہ خاتم النبیین کے حقیقی معنی اپنی تاثیر اور افاضہ سے دوسرے کو نبوت کے مقام پر فائز کرنے والا نبی اسجگہ چسپاں ہیں۔ خاتم النبیین کے معنی محض آخری نبی تو بالذات افضلیت کو نہیں چاہتے جیسا کہ مولٰنا محمد قاسم صاحب مناظرۂ عجیبہ ص۴۹ میں فرماتے ہیں:۔

"تاخر زمانی افضلیت کے لئے موضوع نہیں۔ افضلیت کو مستلزم نہیں۔ افضلیت سے اس کو بالذات کچھ علاقہ نہیں۔"

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین بمعنے افضل النبیین بھی ہیں۔ اِس لئے خاتم النبیین کے حقیقی معنی اپنی تاثیر سے دوسروں کو مقامِ نبوت پر

ؑ کتاب ہذا کے دو ایڈیشن اس سے پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ تیسرا ایڈیشن ہے اِسوقت تک کوئی عالم میرے بیان کردہ قاعدہ کے خلاف کوئی مثال پیش نہیں کر سکا۔ منہ

پہنچانے کا ذریعہ یا پہنچانے والا نبی اسے گہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ ان حقیقی معنوں کے تسلیم کرنے پر جماعت احمدیہ پر منکرِ ختمِ نبوت کا الزام دینا سراسر ظلم اور تحکّم ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوّتِ یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصّہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں۔ وہ اِس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختمِ نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سُنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختمِ نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانیکا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جسکو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختمِ نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذّت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔ بجز اُن لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اوّل صفحہ ۳۴۷)

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ضمیمہ "شانِ خاتم النبیین" (ملحقہ ایڈیشن اوّل)

خاتم النّبیّین کی تفسیر مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک

مولوی محمد قاسم صاحب بانیٔ مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس ص۳ میں لکھتے ہیں:-

"عوام کے خیال میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپؐ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپؐ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخرِ زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقامِ مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النّبیین فرمانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔"

پھر مناظرۂ عجیبہ ص۴۹ پر لکھتے ہیں:-

"تاخرِ زمانی افضلیت کیلئے موضوع نہیں، افضلیت کو مستلزم نہیں، افضلیت سے اِس کو بالذّات کچھ علاقہ نہیں۔"

پھر وہ خاتم النبیین کے معنیٰ یہ بیان کرتے ہیں:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور سوا آپؐ کے اَور نبی موصوف بوصفِ نبوت بالعرض۔ اَوروں کی نبوت آپؐ کا فیض ہے مگر آپؐ کی نبوّت کسی اَور کا فیض نہیں۔ اسطرح آپؐ پر سلسلۂ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔ غرض جیسے آپؐ نبی اللہ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔"
(تحذیر الناس ص۳-۴)

پھر اِن معنوں کے لحاظ سے شانِ خاتم النبیین یہ بیان فرماتے ہیں:-

"انبیاء کے افراد خارجی (سابقہ انبیاء) پر ہی آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی

افراد مقدرہ (جن کا آنا تجویز کیا جائے) پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائیگی۔ بلکہ بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمّدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔" (تحذیر الناس صفحہ ۲۸)

بعض لوگ جیسا کہ مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی کہتے ہیں کہ مولوی محمد قاسم صاحب کی یہ عبارت بطور فرض محال کے ہے کیونکہ وہ خاتمیتِ زمانی کے بھی قائل ہیں کیونکہ وہ لکھتے ہیں۔ "خاتمیتِ زمانیہ اپنا دین و ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ علاج نہیں۔" (دیکھو مناظرہ عجیبہ صفحہ ۳۹) نیز لکھتے ہیں:۔ "امتناع بالغیر میں کسے کلام ہے اپنا دین و ایمان ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں۔ جو اس میں تامّل کرے اُسکو کافر سمجھتا ہوں۔" (مناظرہ عجیبہ صفحہ ۱۱۳)

بیشک مولوی محمد قاسم صاحب خاتمیتِ زمانی کے بھی قائل ہیں مگر خاتمیت زمانی سے مراد اُنکی یہ ہے کہ کوئی شارع نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ اِسی کو وہ ممتنع بالغیر سمجھتے ہیں اور ایسی نبوت کے مدعی کو ہی کافر سمجھتے ہیں۔

مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک خاتمیتِ زمانی کی غرض!

چنانچہ مولوی صاحب موصوف خاتمیتِ زمانی کی غرض مناظرہ عجیبہ صفحہ ۱۴۰-۱۴۱ میں یہ بیان کرتے ہیں:۔

"غرض خاتمیتِ زمانی سے یہ ہے کہ دینِ محمّدی بعد ظہور منسوخ نہ ہو۔ علوم نبوت اپنی انتہا کو پہنچ جائیں۔ کسی اور نبی کے دین یا علم کی طرف پھر بنی آدم کو احتیاج باقی نہ رہے۔"

اِس سے ظاہر ہے کہ ممتنع بالغیر اور کفر اُن کے نزدیک ایسی نبوت کا دعویٰ

ہو گا جو خاتمیت زمانی کی اس غرض کے منافی ہو۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی نبوت خاتمیتِ زمانی کی اس غرض کے منافی نہیں کیونکہ وہ تابع اور امتی نبی ہونے کے مدعی ہیں۔ آپ کے نزدیک شریعت محمدیہ کامل شریعت ہے اور قیامت تک اُسکا کوئی نقطہ اور شوشہ منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اور کسی نئے دین اور علم کی ضرورت نہیں۔ پس جب خاتمیتِ زمانی کی غرض مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک یہ ہوئی کہ شریعت محمدیہ منسوخ نہ ہو تو ایسے نبی کی بعثت جو ناسخ شریعت محمدیہ نہ ہو اور نئے دین اور علم لانے کا مدعی نہ ہو، آپ کے نزدیک ممتنع بالغیر نہ ہوئی۔ ناسخ شرع محمدی ہونیکا دعویٰ اور مستقلہ نبوت کا دعویٰ تو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے نزدیک بھی کفر ہے۔

مولوی محمد قاسم صاحبؒ مولوی عبد العزیز صاحب کے جواب میں لکھتے ہیں:-

"اسے بھی جانے دیجئے آپ خاتمیتِ مرتبی کو مانتے ہی نہیں۔ خاتمیتِ زمانی کو ہی آپ تسلیم فرماتے ہیں۔ خیر اگرچہ اس میں در پردہ انکار افضلیتِ تامہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم لازم آتا ہے لیکن خاتمیتِ زمانی کو آپ اتنا عام نہیں کر سکتے جتنا ہم نے خاتمیتِ مرتبی کو عام کر دیا تھا۔" (مناظرہ عجیبہ صفحہ ۴۰)

پس خاتمیتِ زمانی انکے نزدیک نسبتاً ایک محدود صورت رکھتی ہے اسی لئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی کے قائل ہوتے ہوئے مسیح نبی اللہ کے امتِ محمدیہ میں آنے کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتمیتِ مرتبی کے لحاظ سے ابو الانبیاء قرار دینے کے بعد آپؐ کی تصدیق کی غرض کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"بعد نزول حضرت عیسیٰؑ کا آپؐ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے۔ اِدھر رسول اللہؐ کا ارشاد عُلِّمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ

وَالاَٰخِرِیْنَ بشرطِ فہم اسی جانب مشیر ہے۔" (تحذیر الناس ص۴)

پس جب حضرت عیسیٰؑ نبی اللہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے لئے آنا اُنکے نزدیک جائز ہے اور اُن کی آمد ان کے نزدیک بوجہ نئی شریعت اور نیا دین و علم نہ لانے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی کے خلاف نہیں تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسی تابع نبوت جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا اور امتی رہنا لازم ہو اور اس طرح وہ نبوت کسی نئے علمِ دین و شریعتِ جدیدہ کی حامل نہ ہو بلکہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور تجدید اسلام اور اصلاحِ خلق اور اشاعتِ اسلام ہی اس کی غرض ہو وہ مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک خاتمیتِ زمانی کی غرض کے خلاف نہ ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی کے بھی منافی نہیں جیسا کہ وہ آپؐ کی خاتمیتِ مرتبی کے منافی نہیں۔ وھٰذا ھوالمراد

اللہ تعالیٰ مولوی محمد قاسم صاحب کو جزائے خیر دے۔ کیونکہ انہوں نے بلاخوفِ لومۃِ لائم خاتم النبیین کی حقیقت پر ایک حد تک نہایت عمدگی سے روشنی ڈالی ہے۔ ایسے ہی علمائے محققین اُمّت کے لئے باعثِ فخر ہیں۔

تمّت بالخیر

خاکسار

قاضی محمد نذیر لائل پوری

پرنسپل جامعہ احمدیہ

ربوہ

ضمیمہ "شانِ خاتم النّبیین" صلی اللہ علیہ وسلم ملحقہ ایڈیشن دوم

جلسہ سالانہ ۵۲ء میں جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل پرنسپل جامعہ احمدیہ نے ختمِ نبوت کی حقیقت پر جو تقریر کی تھی اُسے توسیع دیکر کتابی صورت میں "شانِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے ۱۹۵۴ء میں شائع کیا گیا۔ اِس کتاب نے ایسی قبولیت عامہ حاصل کی ہے کہ اب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا جا رہا ہے۔

امسال ۲۸ دسمبر ۵۴ء کو بھی محترم قاضی صاحب موصوف کی جلسہ سالانہ ربوہ میں "شانِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم" کے موضوع پر ایک محققانہ تقریر ہوئی جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

الناشر

آپ نے فرمایا:- "جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۵۲ء میں بھی مَیں نے اس موضوع پر ایک خاص ترتیب سے تقریر کی تھی جس سے اِس مضمون کو آسانی سے لوگوں کے ذہنوں میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ میری یہ تقریر خدا تعالیٰ کے فضل سے امسال بعض احباب کی تحریک پر "شانِ خاتم النبیین" کے نام سے شائع ہو گئی ہے۔

آج مَیں اِس مضمون کو ایک جدید ترتیب سے احباب کے سامنے رکھتا ہوں کہ اِس ترتیب سے بھی یہ مضمون مفید ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب کی آیت مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مرتبے اور مقام بیان فرمائے ہیں۔ اوّل رسول اللہ اور دوم خاتم النبیین۔ رسالت کو لوگ بالعموم جانتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی عام شان یوں بیان فرمائی ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (سورۃ جمعہ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت کے چار کام بیان فرمائے ہیں۔

اوّل تلاوتِ آیات۔ دوم تزکیۂ نفوس۔ سوم تعلیم کتاب یعنی بیانِ شریعت اور چہارم تعلیمِ حکمت یعنی فلسفۂ شریعت کا بیان کرنا اور سمجھانا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اس منصبِ رسالت کی بھی تفسیر اور تشریح خود فرمائی ہے جس میں آپ کے ساتھ دوسرے انبیاء اور رسول شریک ہیں اور جس منصب کو بالعموم ایک حد تک سمجھا جا رہا تھا تو خاتم النبیین کا مرتبہ اور مقام جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم تمام انبیاء سے منفرد ہیں اور جس مرتبہ اور منصب کا دنیا کو پہلے علم نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی تفسیر کا بیان کیا جانا زیادہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اس منصب کی تفسیر و تشریح کو لوگوں پر نہیں چھوڑا۔ بلکہ القرآن یفسّر بعضہٗ بعضًا کے مطابق سرورِ کائنات فخرِ موجودات سیّد ولد آدم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس یگانہ اور امتیازی مقام اور ارفع اور اعلیٰ اور اتم منصب کی حقیقت خود ہی بیان فرما دی ہے۔

یاد رہے کہ قرآن کریم میں خاتم النّبیین کا ہی لقب ایک ایسا لقب ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان امتیازی صفات کا قائم مقام ہے جو صفات آپؐ کی قرآن کریم نے تفصیل سے بیان کی ہیں۔ صرف یہی ایک اصطلاحی لفظ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امتیازی اور ارفع اور اتمّ شان کا مظہر ہے۔

عقلی طور پر یہ حقیقت مسلّم ہے کہ خدا تعالیٰ سے قرب پانے میں ایک رُوحانی انسان جس مقام پر ہوگا۔ اُتنا ہی وہ خدا تعالیٰ سے فیض لیگا۔ اور جو روحانی انسان قربِ الٰہی کے انتہائی مرتبہ پر پہنچا ہوا ہوگا اور دوسرے تمام لوگوں سے قربِ الٰہی میں امتیازی شان رکھتا ہوگا اتنی ہی اس کی شانِ استفاضہ یعنی فیض لینے کی شان بلند ہوگی۔ اور پھر جتنی اس کی شانِ استفاضہ بلند ہوگی۔ اُتنی ہی اُس کی شانِ افاضہ یعنی فیض رسانی کی شان بھی بلند ہوگی۔ شانِ استفاضہ اور شانِ افاضہ میں باہم لازم و ملزوم کا تعلق ہے اور یہ ایسا تعلق ہے کہ اگر

ایک چیز پائی جائے تو دوسری کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔ کبھی ملزوم کو لازم کے ذریعہ ثابت کیا جاتا ہے اور کبھی لازم کو ملزوم کے ذریعہ۔ پس استفاضہ کی بلندی افاضہ کی بلندی پر دال ہوگی۔ اور افاضہ کی رفعتِ شان استفاضہ کے کمال پر دلیل ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ استفاضہ و افاضہ از روئے قرآن کریم

اب ہم قرآن کریم سے دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ استفاضہ و افاضہ کا مقام کتنا بلند ہے تا خاتم النبیین کی شان کا ہمیں حقیقی تصور ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آپ کی شان اور مرتبہ کے کمال کو بیان کرنے کے لئے فرماتا ہے:۔

"دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی" (سورۃ نجم)

یعنی آپ خدا تعالیٰ سے قریب ہوئے یعنی اُس سے فیض لیا اور پھر مخلوق کی طرف جھکے یعنی مخلوق کو فیض پہنچایا۔ خدا تعالیٰ سے قرب کا مرتبہ آپکا یہ تھا جس طرح دو کمانوں کا وتر اکٹھا ہو کر ایک دکھائی دے۔ بلکہ خدا تعالیٰ سے آپ کا قرب اِس سے بھی بڑھا ہوا تھا۔

خدا تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی بارگاہ میں مقرب ہونے کی تمثیل قاب قوسین یعنی دو کمانوں کے وتر سے دی ہے۔ اِس طرح کہ ایک طرف قوسِ الوہیت ہے اور دوسری طرف قوسِ محمدیت۔ اور ان دونوں قوسوں کا وتر بالکل ایک دوسرے کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے۔

پھر خدا تعالیٰ بتاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا مقام دراصل اس تمثیل سے بھی بالا ہے۔ عربی زبان میں تمثیل کے ذریعہ انتہائی قرب سمجھانے کی مثال قاب قوسین سے بہتر نہیں مل سکتی۔ لیکن یہ تمثیل بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قربِ الٰہی کے مرتبہ کا پورا تصور نہیں دلا سکتی اس لئے اس سے

بالاتر تصوّر دلانے کیلئے اوادنٰی کے الفاظ استعمال کئے گئے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ اس شان و مرتبہ اور کمال کا انسان بلحاظ حقیقت کے نہ اب تک کوئی گذرا ہے اور نہ آئندہ کوئی ہوگا یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قربِ الٰہی کے اس انتہائی نقطہ پر قرار دیتی ہے جو اس دنیا میں کسی انسان کو حاصل ہو سکتا تھا۔ پس جب آپؐ قربِ الٰہی کے پانے میں ایسے ارفع اور امتیازی مقام پر کھڑے ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ آپؐ کی شان اِستفاضہ (فیض لینے کی شان) بھی تمام انبیاءؑ اور مرسلینؑ کے مقابلہ میں اتم اور اکمل ہے جب آپؐ کی شانِ استفاضہ میں یہ کمال ہے تو اِس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ آپؐ اپنی شانِ افاضہ (فیض رسانی) میں بھی تمام انبیاءؑ اور مرسلینؑ سے بڑھے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اگر پہلے انبیاءؑ کی پیروی اور افاضہ سے اُن کے اُمتیوں کو قربِ الٰہی میں ولایت کے مدارجِ مختلفہ صدیقیت۔ شہادت اور صالحیت حاصل ہو سکتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ افاضہ کے لحاظ سے آپؐ کے اُمتیوں کو ولایت کے اِن مقامات سے بڑھ کر نبوت کا مقام بھی حاصل ہونا چاہیئے۔ کیونکہ صدیقیت سے بالا مقام صرف نبوت کا مقام ہے۔ اگر یہ مرتبہ اور مقام ہر پہلو سے منقطع قرار دیا جائے تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں شانِ افاضہ کے لحاظ سے حقیقی برتری نہیں رہتی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے مقرب ہونے کے لحاظ سے سب سے بلند مقام پر قرار دیا ہے اس لئے اُس نے آپؐ کی شانِ افاضہ کو بھی قرآن کریم میں امتیازی حیثیت کے ساتھ پیش فرمایا۔ چنانچہ سورۃ نساء کے رکوع ۹ میں فرماتا ہے:-

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (نساء ع ۹)

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ اور الرّسول یعنی خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے۔ وہ شرف و رتبہ پانے میں ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں سے۔ اور یہ لوگ رفاقت کے لحاظ سے اچھے ہیں۔

اس آیت میں الرّسول سے مراد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چونکہ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ اَلشَّیْءُ اِذَا ثَبَتَ ثَبَتَ بِلَوَازِمِہٖ۔ کہ جب ایک شئے ثابت ہو یا پائی جائے تو اپنے تمام لوازم کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس جگہ الرّسول سے مراد خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو خاتم النبیین کی شان لازم ہے اور جب اس رسالت کا کمال بیان کرنا مقصود ہوگا تو وہ دراصل شانِ خاتم النبیین کا کمال ہوگا۔ لہٰذا اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ختمِ نبوت کی فیض رسانی کا یہ کمال بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ کی پیروی کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ آپ کا امتی انبیاء کے گروہ کا ایک فرد بن سکتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اس کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تمام انبیاء کے کمالات کا جامع ہو سکے۔

مفرداتِ راغبؒ اصفہانی میں جو لغتِ قرآن کی ایک مستند کتاب ہے مَعَ کے چار معنی بیان کئے گئے ہیں۔ اوّل معیّتِ مکانی جیسے دو شخص ایک جگہ میں اکٹھے ہوں۔ مثلاً ایک گھر میں ہوں۔ دوم معیّتِ زمانی جیسے دونو اکٹھے پیدا ہوں۔ سوم معیّتِ متضائفین۔ یعنی ایسی دو حقیقتوں کو سمجھنے میں معیّت جن میں ایک کا سمجھنا دوسری کے سمجھنے پر موقوف ہو۔ جیسے باپ اور بیٹا کی حقیقت کو ایک دوسرے کے ساتھ

یعنی ایک دوسرے کے ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے۔ معیّت چہارم کے متعلق وہ فرماتے ہیں:- وَاِمَّا فِی الشَّرْفِ وَالرُّتْبَۃِ کہ چوتھی قسم کی معیّت وہ ہے جو شرف اور رتبہ کے لحاظ سے ایک کو دوسرے کا رفیق بنا دے۔

اس آیت میں مع کے صرف چوتھے معنے ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ پہلے تین معنے مراد نہیں ہو سکتے۔ مع کا لفظ قرآن کریم نے مِنْ کی بجائے اختیار کرنے میں معجزانہ بلاغت کا ثبوت دیا ہے۔ اگر اسجگہ مع کی بجائے مِنْ کا لفظ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النبیین کا بلحاظ اِفاضہ کے صرف اتنا تصوّر ہوتا کہ آپؐ کی پیروی سے ایک شخص زمرۂ انبیاء میں داخل ہو سکتا ہے اور زمرۂ صدیقین اور زمرۂ شہداء اور زمرۂ صالحین میں داخل ہو سکتا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النبیین کا تصوّر بلحاظ اِفاضہ اس مقام سے بھی بالا تھا اسلئے مع کا لفظ اختیار کیا گیا جو آپؐ کی اس شان کا تصوّر دلاتا ہے کہ آپؐ کی پیروی سے آپؐ کا اُمتی صرف انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے گروہ کا ایک فرد ہی نہیں بنتا بلکہ اِس سے بڑھ کر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے تمام کمالات کا جامع بھی ہو سکتا ہے۔ اگر مِنْ کا لفظ ہوتا تو جامعیت کا یہ مفہوم آیت سے اخذ نہ ہو سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ کا تصوّر اس سے کم درجہ کا ہوتا جو خدا تعالےٰ مَعَ کے ذریعہ دلانا چاہتا ہے۔ مَعَ کے لفظ سے جو تصوّر اللہ تعالےٰ دلانا چاہتا ہے مِنْ کے مفہوم کا تصوّر خود اس کے اندر آ جاتا ہے کیونکہ

جو شخص ان چاروں مراتب میں سے کسی مرتبہ کا پورے طور پر جامع ہو وہ زمرہ میں بدرجہ اولیٰ داخل ہو گا۔ پس یہ شان خاتم النبیین کے اِفاضہ کا کمال ہے کہ وہ آپؐ کے امتی کو جامعیتِ کمال کے ساتھ اس مقام پر کھڑا کر سکتا ہے کہ وہ یہ اعلان کرے ؎

آدمم نیز احمدِ مختار ‌‌ در برم جامۂ ہمہ ابرار

لیکن جامعیت کا یہ شرف اُس کو چونکہ ظلّی اور طفیلی طور پر ملے گا۔ اس لئے ساتھ ہی وہ یہ اقرار کرنے پر مجبور ہو گا ؎

لیک آئینہ ام ز ربِّ غنی ‌‌ از پئے صورتِ مہِ مدنیؐ

اِس طرح امتی کا وجود خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئینہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور امتی کے تمام کمالات خواہ وہ جامعیت کی حد تک پہنچ جائیں ہمیشہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلّ اور عکس ہی ہوتے ہیں۔

اگر ہم کسی اور سادہ مثال کے ذریعہ خاتم النبیینؐ کی شان کا تصوّر دلانا چاہیں تو کسی حد تک اس بات سے بھی اس مرتبہ کا تصوّر ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیثیت روحانیت کے لحاظ سے شہنشاہ کی ہے اور باقی تمام انبیاء کی حیثیتِ روحانی بادشاہ کی۔ یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت میں مقامِ نبوت بھی مل سکتا ہے اور کمالاتِ انبیاء بھی حاصل ہو سکتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو تمام انبیاء کے مقابلہ میں ممتاز قرار دیتا ہے۔ اور جماعت احمدیہ کے اس عقیدہ سے ظاہر ہے کہ اس جماعت کے نزدیک سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اتنی بلند ہے کہ جب سے دنیا بنی ہے اور جب تک قائم رہے گی اِس شان میں حقیقت کے لحاظ سے کوئی آپؐ کا شریک نہیں۔ صرف ظلّی طور پر کمالات و انوارِ نبوت کا وارث ہو سکتا ہے۔

خاتم النبیین اور لغتِ عربی

اگر لغتِ عربی کے لحاظ سے شانِ خاتم النبیین کی حقیقت پر غور کیا جائے تو لغتِ عربی قرآن کریم کے اس مضمون کی تصدیق کرتی ہے۔ جو خاتم النبیین کی تفسیر میں قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے۔ امام راغبؒ اصفہانی مفردات راغب میں لفظ "ختم" کے دو پہلو بیان فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں لفظ ختم اور طبع دونوں خَتَمْتُ اور طَبَعْتُ کا مصدر ہیں۔ اور اس طرح تاثیر الشئ کے معنے رکھتے ہیں۔ جیسے انگوٹھی کا نقش مؤثر ہوتا ہے۔ اور دوسرا پہلو اس کا اس نقش کا اثر حاصل ہے۔ اور مجازاً یہ لفظ ان دوسرے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور بندش کے معنوں میں بھی اور آخر کو پہنچنے کے معنوں میں بھی۔ مَیں یہ حوالہ تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "شانِ خاتم النبیین" میں پیش کر چکا ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ختم کے حقیقی معنے تاثیر شئ کے ہیں اور لغت میں اس کے علاوہ بیان کردہ جو معنے ہیں وہ سب مجازی ہیں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونیکا مفہوم بلحاظ تحقیق لغوی یہ ہوگا کہ آپؐ کی تاثیر اور افاضہ سے مقام نبوت حاصل ہو سکتا ہے اور آپؐ کا ایک اُمتی آپؐ کی شریعت کاملہ کی پیروی سے کمالاتِ نبوت سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ خاتم النبیین کے ان معنوں کو آخر الانبیاء کے معنے لازم ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان معنوں میں آخری نبی ہیں کہ آپؐ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ چنانچہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ[1] کہ نبوت میں سے صرف المبشرات باقی ہیں۔ یہ حدیث زمانہ محمدی کے لئے آیت خاتم النبیین کی ایک لطیف تفسیر ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اس حدیث کی ترکیب لَمْ یَبْقَ مِنَ الْمَالِ اِلَّا الدَّنَانِیْرُ کی طرح ہے کہ مال میں سے دیناروں کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ ظاہر ہے کہ دینار بھی مال کی ایک قسم ہیں۔ منہ

نے نبوتِ مطلقہ میں سے صرف المبشرات کو باقی قرار دیا ہے اور نبوت کی دوسری اقسام نبوتِ تشریعیہ اور نبوتِ مستقلہ کو منقطع قرار دیا ہے۔ اور المبشرات کو نبوت میں سے قرار دیکر بتا دیا ہے کہ یہ کوئی ادنیٰ قسم کا مقام نہیں بلکہ جس شخص کو مبشرات والی وحی اور رؤیا صالحہ حاصل ہوں وہ ایک خاص حالت میں نبی کہلانے کا مستحق بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ امتِ محمدیہ کے اندر آنے والے مسیح موعودؑ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح مسلم کی ایک حدیث میں جو خروج الدجال کے باب میں مذکور ہے چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امتِ محمدیہ کے اندر آنے والے مسیح موعود کی نبوت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف یہی ہے کہ وہ المبشرات کے حامل ہونگے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اُن کو بکثرت امورِ غیبیہ سے مطلع کریگا۔ کیونکہ جو نبوت لَمْ یَبْقَ کے الفاظ سے منقطع ہو چکی ہے اس کا حامل امتِ محمدیہ میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ جو نبوت اس حدیث میں قیامت تک باقی قرار دی گئی ہے مسیح موعود صرف اسی کا حامل ہو سکتا ہے اور یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النبیین کا افاضہ اور برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ میں آپؐ کے ایک رُوحانی فرزند حضرت میرزا غلام احمدؑ قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعود قرار دیکر آپؐ کی پیروی کی برکت سے آپؐ کی ختمِ نبوت کی شان کے افاضۂ کمال کو ظاہر کرنے کیلئے مقامِ نبوت سے سرفراز فرمایا ہے اور جَرِیُ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ کا لقب عطا فرمایا ہے۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد و علیٰ اٰل محمّد و بارک و سلّم انّک حمید مّجید۔

ضروری یادداشت

کتاب ہذا کے صفحہ ۱۰۳ پر بحوالہ "نشر الطیب فی ذکر الحبیب" مؤلفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اردو ترجمہ کے طور پر ایک حدیث درج ہے۔ مجھے حلیہ ابونعیم میں اس حدیث کو تلاش کرنے پر اس کی جلد ۶ کے صفحہ ۴۹ مطبوعہ مصر مطبع السعادۃ میں ذیل کے عربی الفاظ ملے ہیں۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امتِ محمدیہ کے فضائل سننے کے بعد اُن میں اور خدا تعالیٰ میں بطور سوال و جواب درج ہیں:۔

"قَالَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا رَبِّ اجْعَلْنِیْ نَبِیَّھُمْ قَالَ اِنَّ نَبِیَّھُمْ مِنْھُمْ۔ قَالَ رَبِّ اَخِّرْنِیْ حَتّٰی تَجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ. قَالَ اِنَّکَ لَنْ تُدْرِکَھُمْ۔"

اِس عبارت میں پانچوں جگہ ھُمْ ضمیر غائب کا مرجع امّتِ محمدیّہ ہے۔ یہ حدیث نوف بن ابی فضالہ البکالی سے مروی ہے۔ (من المصنّف)

صحت نامہ

صحیح لفظ	صفحہ	سطر	صحیح لفظ	صفحہ	سطر
ردح دروان	۶	۱۸	رؤیائے صالحہ قرار دینا صحیح ہے	۱۲۳	۱۷
مال میں سے	۲۱	۳	وحی اخبارِ غیبیہ پر مشتمل ہوتی ہے شریعت جدیدہ پر مشتمل نہیں		
نبوتِ غیر تشریعی اُس نبی میں ...	۴۶	۱۳	ہوتی۔	۱۲۸	۶
صلح کے	۸۳	۱۲	اَلْمُبَشِّرَاتُ	۱۲۹	۵
عکس	۸۸	۹	عِیْسَی ابْنَ	۱۳۱	۱۰
قَرَّدَ	۹۶	۱۴	فضیلت بر انبیاء	۱۳۷	۷
			محال	۱۸۳	۳

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتب ہم سے طلب کیجیئے:۔
احمد برادرز گول بازار ربوہ ضلع جھنگ

تقاریظِ بزرگانِ سلسلۂ عالیہ احمدیہ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی

(ماخوذ از تقریر جلسہ سالانہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۴ء)

"اب مَیں جماعت کو اشاعتِ لٹریچر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اس سال کچھ نئی کتابیں اور لٹریچر شائع ہوا ہے جن میں سے ایک کتاب مسئلہ ختمِ نبوت پر قاضی محمد نذیر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے لکھی ہے۔ مَیں نے اب تو یہ کتاب نہیں دیکھی لیکن جب انہوں نے یہ مضمون لکھنے کا ارادہ کیا تھا تو وہ اس کے ہیڈنگ بنا کر میرے پاس لائے تھے اور مجھ سے انہوں نے مشورہ کیا تھا۔ میرا اثر یہی ہے کہ یہ کتاب اچھی اور اس زمانہ کے لحاظ سے مفید ہو سکتی ہے۔ مَیں نے اُن کو سمجھایا تھا کہ ہمارے ہاں پہلے جو طریق رہا ہے کہ بعض بے احتیاطیوں کی وجہ سے لوگوں کو خواہ مخواہ ٹھوکر لگی۔ اس سے آپ کو بچنا چاہیئے۔ جب صداقت پہلے بھی آپ لوگ پیش کرتے تھے اور اب بھی پیش کرتے ہیں تو کیوں نہ ایسے الفاظ میں پیش کیا جائے جو دوسروں کے لئے تکلیف دہ نہ ہوں۔ یا کم سے کم اُن کو پیچھے پھرانے والے نہ ہوں۔"

(مطبوعہ الفضل ۲۵ر اکتوبر ۱۹۵۵ء جلد ۴۴/۹ نمبر ۲۴۹)

از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے سلّمہ اللہ تعالیٰ

قاضی محمد نذیر صاحب کی تصنیف "شانِ خاتم النبیّین"

حال ہی میں ایک کتاب "شانِ خاتم النبیّین" مصنفہ محترمی قاضی محمد نذیر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ شائع ہوئی ہے۔ دراصل یہ کتاب قاضی صاحب موصوف کی ایک تقریر کی توسیع ہے جو انہوں نے سالانہ جلسہ ۱۹۵۲ء کے موقعہ پر کی تھی اور مَیں نے اس تقریر کے خاتمہ پر محترم قاضی صاحب کو اس کامیاب تقریر پر مبارکباد دیتے ہوئے تحریک کی تھی کہ اگر اس تقریر کو مناسب نظرِ ثانی کے بعد کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے تو انشاء اللہ بہت مفید ہوگا اور مجھے دلی خوشی ہوئی کہ بالآخر یہ تقریر ایک مستقل رسالہ کی صورت میں شائع ہوگئی ہے۔

قاضی صاحب نے اس دلچسپ اور علمی تصنیف میں حضور سرورِ کائنات خاتم النّبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ ختمِ نبوت کے متعلق بہت سیر کُن بحث کی ہے۔ اور دلائل نقلیہ وعقلیہ کی رُو سے یہ بات ثابت کی ہے کہ حضور سرورِ عالم کا مقامِ ختمِ نبوت ایک ایسا بلند اور ارفع مقام ہے جو نہ صرف تمام دوسرے نبیوں کے لئے گُلِ سرسبد کا حکم رکھتا ہے بلکہ حقیقتہً یہ ایک عدیم المثال قدرتی آبشار ہے جس سے پانی حاصل کر کے تمام پہلی اور پچھلی نہریں روحانی کھیتوں کو سیراب کر رہی ہیں۔ ضمناً اس کتاب میں یہ بحث بھی کافی صورت میں آگئی ہے کہ ختمِ نبوت کے مقام کا جو تصور آجکل دوسرے لوگوں کے ذہنوں میں پایا جاتا ہے وہ اس عجیب وغریب مقام کی صحیح اور حقیقی تشریح نہیں ہے۔ اور نہ اس میں اس غیر معمولی بلندی کا نظریہ موجود ہے جو اس عدیم المثال مقام کا مرکزی نقطہ ہے۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ ہمارے دوست اس مفید رسالہ کی اشاعت میں زیادہ سے زیادہ حصّہ لے کر وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرنے میں ہاتھ بٹائیں گے۔

(دستخط) مرزا بشیر احمد ۲۳ $\frac{۱۲}{۵۴}$

از علّامہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی

مکرم ومحترم قاضی محمد نذیر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کی تقریر متعلقہ عقیدہ ختمِ نبوت مَیں نے ۵۴ء کے سالانہ جلسہ ربوہ کے مقام میں مجمع کثیر میں سُنی جو کئی پہلوؤں کے انکشافات کے لحاظ سے کشف الغطاء کی شان نمایاں رکھنے والی تھی۔ پھر اس کے بعد بھی مکرم ومحترم قاضی صاحب نے اپنا مسودہ تیار کردہ سُنایا جس کے بعض حصص ہی بوجہ قلّتِ وقت جستہ جستہ مقامات سے سُنے جا سکے۔ طبیعت ان شاندار حقائق سے بہت ہی مسرور ہوئی۔ مجھے امید ہے کہ طالبانِ ہدایت اس حقیقت افروز مضمون کے ذریعے خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے مسئلہ ختمِ نبوت کی حقیقت سمجھنے کے متعلق بہت سے نئے معلومات کا اضافہ حاصل کر سکیں گے۔

خاکسار غلام رسول راجیکی ۲ $\frac{۳}{۵۴}$

از سید حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری

الحمد للہ کہ مَیں نے جو کتاب کبھی بصورت مسودہ دیکھی اور سُنی تھی آج وہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر نور افزائے نظر اور راحت بخشِ دل ودماغ ہے۔ اس تصنیفِ لطیف کے مضامین نہایت اہم ۹۰ عنوانوں کے ذیل میں ۲۰۸ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں[۵] ان میں

[۵] اب نیا ایڈیشن کئی جدید حوالہ جات کے اضافہ کے ساتھ ۲۸۶ صفحات میں شائع ہوا ہے۔ اور اس کے ۱۳۰ عنوانات ہیں۔ (مصنف)

جو بحثیں کی گئی ہیں وہ آیاتِ قرآنیہ حدیثِ نبویہ ۔ تفاسیرِ معتبرہ ۔ لُغت و محاورۂ عرب اور اقوالِ ائمہ کو ملحوظ رکھ کر کی گئی ہیں ۔ یوں تو اس کتاب کی تمام بحثیں نہایت فاضلانہ و محققانہ ہیں ۔ لیکن الفاظ خاتم النبیین کے حقیقی و مجازی معنوں کی تحقیق اور آیت شریفہ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ الخ کی تفسیر سے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ خصوصیت سے قابلِ دید ہے ۔

اس کتاب میں قیمتی معلومات اور گرانقدر حوالہ جات کا اچھا کافی ذخیرہ موجود ہونے کے علاوہ مولوی محمد شفیع صاحب مفتیِ دیوبند اور مولوی محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعۂ اشرفیہ لاہور کے ان خاص خاص اعتراضات و شبہات کا ازالہ بھی بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے کیا گیا ہے جو حضراتِ موصوف الصدر نے الفاظ خاتم النبیین کے معنوں پر وارد کر کے اور بہت قوی و اہم اور قابلِ جواب سمجھ کر بڑے ناز اور تعلّی کے ساتھ بغرضِ جواب اپنی کتاب میں پیش کئے تھے ۔

اس کتاب میں حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اور اسی مفہوم کی اور احادیث پر بھی سیر کن بحث کر کے دکھایا ہے کہ سیاقِ عبارت سے اس کے کیا معنے ظاہر ہوتے اور صحابۂ کرامؓ و اکابر علمائے اُمت نے اِن کا مطلب کیا سمجھا اور بیان کیا ہے اور اس کے خلاف جو مطلب اب بیان کیا جاتا ہے وہ تو قرآن و حدیث کے علاوہ خود بیان کرنے والوں کے مسلّمات کے بھی خلاف ہے ۔

جو اصحاب الفاظ خاتم النبیین کے معنوں کی علمی تحقیق کا ذوق رکھتے ہوں اُن کے لئے عموماً اور جن حضرات کی نظر سے علمائے موصوف الصدر کی کتب یا اسی موضوع پر کسی اور عالم کی تصنیف گذری ہو اُن کے لئے خصوصاً اس کتاب "شانِ خاتم النبیین" کا مطالعہ بھی ضروری ہے ۔ دلی تمنّا و دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی اِس خدمت کو قبول فرمائے اور اُن کی کتاب کو نافع الناس بنائے اور کثیر سے کثیر مخلوق الٰہی اس سے فائدہ اٹھائے ۔ آمین یا رب العالمین ۔

خاکسار مختار احمد شاہجہان پوری عفا اللہ عنہ

از علامہ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب سابق استاد تاریخ الادیان در کلیہ صلاح الدین ایوبی بیت المقدس

گذشتہ سال پروفیسر قاضی محمد نذیر صاحب سے بھی مَیں نے دو تین عنوانوں پر رسالہ لکھنے کی فرمائش کی تو آپ نے فرمایا کہ وہ ختمِ نبوت کے متعلق ایک کتاب تصنیف کر رہے ہیں

تیار ہونے پہ وہ انشاء اللہ اس موضوع پر ضرورتِ مطلوبہ کو کما حقہٗ پورا کریگی ۔ مکرم صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے قلمِ مبارک سے جو تبصرہ الفضل میں شائع ہوا ہے اُس سے مجھے علم ہوا کہ وہ ایک علمی پایہ کی تصنیف ہے ۔ چنانچہ مَیں نے بھی اس کا مطالعہ کیا ہے ۔ اور پڑھتے وقت اپنی کتاب پر نشان کرتا چلا گیا کہ قاضی صاحب موصوف سے اس کی مزید وضاحت کرنے کے لئے کہونگا ۔ مگر مجھے جلدی ہی وہ وضاحت اِسی کتاب میں حاصل ہوتی چلی گئی ۔ قاضی صاحب موصوف کی یہ تصنیف یقیناً ایک وسیع مطالعہ نظرِ بلیغ اور بڑی محنت کا نتیجہ ہے اور قابلِ قدر و شکریہ ہے ۔ جزاہ اللہ خیراً ۔ مجھے بعض اہلِ قلم دوستوں کے مقالات میں عموماً ایک خلا محسوس ہوتا ہے ۔ وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے نفسِ مضمون کو واضح کرنے کے لئے جو اقتباسات ضروری ہوتے ہیں وہ ان میں کم نظر آتے ہیں ۔ مگر قاضی صاحب موصوف نے اپنی اس تصنیف میں اس کمی کو پورا کر دیا ہے ۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ جگہ جگہ جہاں اولیاء اللہ و علمائے ربانی کے حوالہ جات بکثرت دئے ہیں وہاں اس کے ساتھ ساتھ امام العارفین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں سے دُرِ بیبہا سے اپنی کتاب کو مزیّن کر دیا ہے ۔ احباب خصوصاً مبلغینِ سلسلہ اِس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں اور اِس کی قدر کریں ۔ یہی مطالعہ اِس کی قدر ہے ۔ در اصل یہ کتاب حقیقتِ ختمِ نبوت کے بارے میں ایک سیر کن بحث و تحقیقِ علمی ہے ۔ اللہ تعالےٰ انہیں دوسرے مسائل پہ بھی اِسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر لکھنے کی توفیق دے ۔ آمین ۔

زین العابدین ولی اللہ شاہ
۲۷ / ۱ / ۵۵

از مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ

اشاعتِ حق ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے لیکن بعض اوقات تبلیغ کرنے والے کا دھیان اپنے مافی الضمیر کو اچھی طرح واضح کرنے کی طرف نہیں جاتا اور اس طرح مخاطب قبولِ حق کی سعادت سے نہ صرف محروم رہتا ہے بلکہ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر خطرناک قسم کی مخالفت پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے ۔ سرورِ دو عالم سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مسئلہ بھی کچھ ایسی ہی اہمیت کا حامل ہے ۔ ایک لمبے عرصہ کے پرانے اثر کے ماتحت ایک عام مسلمان کا ذہن یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے تو پھر آپؐ کے بعد نبوت جاری کیسے رہ سکتی ہے اور یہ کیونکر

ممکن ہے کہ آپؐ آخری نبی بھی ہوں اور آپؐ کے بعد اور نبی آتے بھی رہیں۔ اس کا ذہن اِس تصوّر کو جمع الضدین قرار دیتا ہے۔ ہم صرف اسی حد تک حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہیں کرتے بلکہ حقیقت اس حد سے بہت آگے ہے۔

مکرم ومحترم جناب قاضی محمد نذیر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے اپنی قیمتی اور مدلل تصنیف "شانِ خاتم النبیینؐ" میں جو طرزِ بیان اختیار کیا ہے اور جس اسلوب سے جماعت کے عقیدہ کی وضاحت کی ہے وہ مذکورہ بالا نقطہ کے عین مطابق ہے جس سے انشاء اللہ تعالیٰ بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائیگا اور ہم پر ظلم کے راستے بند ہو جائینگے۔ وما ذالک علی اللہ بعید۔

خاکسار ملک سیف الرحمٰن ۲۸/۱/۵۵

از مکرم قاضی محمد یوسف صاحب احمدی امیر جماعتہائے احمدیہ صوبہ سرحد

محترم قاضی محمد نذیر صاحب احمدی پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ کی کتاب "شانِ خاتم النبیین" جو اُن کی سالانہ جلسہ ۱۹۵۲ء کی تقریر ہے میری نظر سے گذری۔ مَیں نے بغور مطالعہ کیا۔ اس میں اکثر سابقہ اور کچھ نئے استدلال اور سندات میری نظر سے گذرے۔ محترم قاضی صاحب نے حتی الوسع سیر کن بحث کی ہے اور آنحضرت صلعم کو اس رنگ میں خاتم النبیین ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے فیوض سے انبیاء سابقین اور امتی انبیاء سب فیضیافتہ ہیں اور آپؐ نبوت کے منبع ہیں اور آپؐ کے فیوض کا چشمہ دونوں طرف جاری رہا ہے اور رہیگا۔ اور آپؐ کی شان کا نبی نہ گذرا ہے اور نہ ہوگا۔ آنحضرتؐ کے بعد بھی بدستور سلسلۂ آمدِ انبیاء جاری ہے مگر امتی ہوکر اور خاتم نبوت کا عکس لیکر۔ ہاں آنحضرت صلعم پر تشریعی نبوت اور براہِ راست نبوت منقطع ہو گئی ہے۔ اور امتی نبی کے واسطے بابِ نبوت بدستور کھلا ہے۔ ہر احمدی دوست کو اس رسالہ سے استفادہ کرنا چاہیئے۔ کتاب کی لکھائی اور چھپائی اور کاغذ سب عمدہ ہیں۔ اس مضمون پر تو کئی احباب نے اپنے معلومات کا اظہار کیا ہے مگر ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است۔ مَیں قاضی صاحب کی محنت کی داد دیتا ہوں اور نئے استدلال پر مبارکباد عرض کرتا ہوں۔

خاکسار قاضی محمد یوسف احمدی امیر جماعتہائے احمدیہ صوبہ سرحد قاضی خیل ہوتی مردان، ۳۰ جنوری ۱۹۵۵ء

از مکرم چوہدری مظفر الدین صاحب بنگالی (بی۔ اے) اسسٹنٹ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز (انگریزی)

مکرم جناب قاضی محمد نذیر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کی کتاب "شانِ خاتم النبیین" کے شائع ہونے

کے ساتھ ہی اس کے پہلے ایڈیشن کا ختم ہو جانا ہی بذات خود اس بات کی دلیل ہے کہ کس حد تک یہ کتاب مقبول عام ہو چکی ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے اور بزرگان سلسلہ کی آراء کے اظہار کے بعد خاکسار جیسے حقیر انسان کی رائے کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن اس کتاب کے مطالعہ سے میرے اندر چونکہ ایک خاص تحریک پیدا ہوئی اس لئے میں اس اظہار سے رُک نہیں سکتا کہ اس کتاب میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور شان کو ایک نہایت ہی دلکش پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔ اور آیت خاتم النبیین اور متعلقہ احادیث کے حل میں بعض ایسے قابلِ قدر نکتے بیان کئے گئے ہیں۔ جو اس سے پیشتر میرے مطالعہ میں نہیں آئے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس لحاظ سے یہ کتاب ہر احمدی اور خصوصاً مبلغین کو خاص توجہ سے پڑھنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ مکرم جناب قاضی صاحب کو اس قابلِ قدر تصنیف پر بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

از مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔ اے ناظر بیت المال قادیان

جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل پرنسپل جامعہ احمدیہ نے اپنی کتاب "شانِ خاتم النبیین" لکھ کر اس جہت میں ایک قابلِ قدر خدمت سرانجام دی ہے۔ اس کتاب میں آیت خاتم النبیین کی تشریح قرآن کریم، احادیث، اقوالِ ائمہ، و علمائے اسلام کی روشنی میں نہایت عمدہ طور پر کرنے کے علاوہ موجودہ زمانہ کے معترضین کے کافی وشافی جواب دیئے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند و ارفع شان کا اظہار کیا ہے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

کتاب دیدہ زیب اور ہر تعلیم یافتہ احمدی کے گھر میں رکھی جانے کے قابل ہے۔ نیز غیر احمدیوں میں تبلیغ کے لئے ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

برکات احمد راجیکی بی۔ اے حال ربوہ

از مکرم مولوی تاج الدین صاحب لائلپوری قاضی سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ

حبیبی فی اللہ جناب قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ نے اپنی تالیفِ لطیف اعنی "شانِ خاتم النبیین" شائع کر کے ایک اہم وقتی ضرورت پوری کرنے کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ختمیت کے بارے میں جو مبنی بر حقیقت اور ٹھوس معلومات پیش فرمائے ہیں اور جس عمدہ اور اچھے طریق سے

یہ مضمون بیان فرمایا ہے اس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء
خاکسار تاج الدین لائلپوری (قاضی سلسلہ احمدیہ) ربوہ

از مکرم مولوی چراغ الدین صاحب مبلّغ سلسلہ عالیہ احمدیہ پشاور

مکرمی قاضی محمد نذیر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مَیں نے آپ کی کتاب "شانِ خاتم النبیین" کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ آپ نے خاتم النبیین کی تفسیر فرماتے ہوئے جو نظریہ پیش کیا ہے اس سے تمام اعتراضات کا بالکل قلع قمع ہو جاتا ہے جو غیر احمدیوں اور غیر مبائعین کی طرف سے ہمارے مسلک کے خلاف کئے جاتے ہیں۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب حقیقۃ النبوۃ کے بعد مخالفین کی طرف سے بذریعہ تحریر و تقریر جو نئے نئے اعتراضات پیش ہوتے رہے ہیں اُن کے دفعیہ کے لئے ایک کتاب کی جماعت کو ضرورت تھی اور مَیں سمجھتا ہوں کہ بہت حد تک اس کتاب نے اس کمی کو پورا کر دیا ہے۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔ مَیں احباب سے استدعا کرونگا کہ کثرت سے اس کی اشاعت فرمائیں۔
والسلام
چراغ الدین مبلغ انچارج احمدیہ دارالتبلیغ پشاور

از مکرم مولوی عبد اللطیف صاحب شاہد گجراتی مصنف کتب عدیدہ

جن دوستوں کو قاضی محمد نذیر صاحب فاضل پرنسپل جامعہ احمدیہ کی مؤقر تصنیف "شانِ خاتم النبیین" کے مطالعہ کا موقعہ ملا ہے وہ خاکسار کے ساتھ اس امر میں اتفاق کریں گے کہ جناب قاضی صاحب موصوف نے ایسی نافع الناس کتاب شائع کر کے تمام طالبانِ حق پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے اور مسئلہ نبوت کے متعلق احمدیت کے نظریہ کو واضح کر کے اُن تمام اصحاب کیلئے قبولیتِ احمدیت کا راستہ کھول دیا ہے جو اغیار کی غلط بیانیوں کی وجہ سے امتِ محمدیہ میں کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ یعنی اُمتی نبی کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ اِس بے نظیر کتاب کی طالبانِ حق میں کثرت سے اشاعت کریں۔ اور ہر ایک احمدی کم از کم پانچ غیر از جماعت اصحاب کو اس کا ضرور مطالعہ کرائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کوشش کے بہت خوشگوار نتائج نکلیں گے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔
خاکسار عبد اللطیف شاہد از لاہور

از افکار مکرمی مولوی ظفر محمد صاحب فاضل جامعہ احمدیہ پروفیسر

کتاب "شانِ خاتم النبیینؐ" پڑھ کر میرا تاثر

خطاب بحضرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبِ لولاک ختم الانبیاء　　مقتدائے انبیاء و اصفیاء
تیری آمد سے ہے یہ عقدہ کھلا　　ارفع و اعلیٰ ہے تُو بعد از خدا
لا جرم ہے تُو ہی ختم الانبیاء[1]

تُو ہے سرِّ ابتدائے زندگی　　تیری ہستی منتہائے زندگی
تجھ سے وابستہ بقائے زندگی　　تُو حقیقی راہنمائے زندگی
لا جرم ہے تُو ہی ختم الانبیاء

تیرے دم سے ہم ہوئے خیر الامم　　تیرے بڑھنے سے بڑھا اپنا قدم
تُو سراپا جودؐ ہے ابرِ کرم　　ختم تیرے نام پر شانِ ختم[2]
لا جرم ہے تُو ہی ختم الانبیاء

سابقین و لاحقین از انبیاء　　نقطۂ نفسی ترا اُن کی ضیاء
تیری خاتم سے انہیں منصب ملا　　سب ترے مظہر ہیں اے خیر الوریٰ
لا جرم ہے تُو ہی ختم الانبیاء

تجھ سے پہلے جسقدر تھے نامور　　تھے وہ جن جن خوبیوں سے بہرہ ور
تُو ہے جامع سب کا قصۂ مختصر　　تیرے سر ہے سہرۂ فتح و ظفر
لا جرم ہے تُو ہی ختم الانبیاء

---

[1] انبیاء کے لئے مُہر۔　[2] بمعنی مُہر

فہرست مضامین کتاب "شانِ خاتم النبیینؐ"

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲ تا ۴	پیش لفظ ۔ شکریہ ۔ "شانِ خاتم النبیینؐ" کا تیسرا ایڈیشن ۔	۱
۵	آغاز تقریر "شانِ خاتم النبیینؐ" ۔	۲
۶	شانِ خاتم النبیین کائنات کے ظہور کی علتِ غائیہ ہے ۔	۳
۷	حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضانِ عالمگیر بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی نظر میں ۔	۴
۱۱	بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا مرتبہ ۔	۵
۱۳	اکابرِ علماء اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ	۶
۱۴	حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے نزدیک نبوتِ باقیہ ۔	۷
۱۶	حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ کے نزدیک نبوتِ مطلقہ بند نہیں ۔	۸
۱۷	قرآن مجید کے رو سے اُمتی پر ملائکہ کا نزول حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے نزدیک نبوتِ عامہ جاریہ ہے ۔	۹
۱۸	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے خاتم النبیین کی تفسیر کے دو پہلو ۔	۱۰
۱۸	قرآن مجید اور خاتم النبیین کے دو پہلو ۔	۱۱
۲۰	المبشرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نبوت ہی ہیں (جو جاری ہے)	۱۲
۲۳	نبوت کی دو تعریفیں ۔	۱۳
۲۴	انقطاع نبوت اور بقائے نبوت والی احادیث کے تقابل کا نتیجہ	۱۴
۲۶	بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ کی نوعیت ۔	۱۵
۲۸	مجددِ الفِ ثانیؒ کے نزدیک کمالاتِ نبوت کے حصول کا امکان ۔	۱۶
۳۰	امام عبدالوہاب شعرانیؒ کے نزدیک نبوت کی دو قسمیں ۔	۱۷
۳۲	ایک غلط فہمی کا ازالہ (فرشتہ کے نزول کے متعلق)	۱۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹	غیر تشریعی نبی کی وحی ظنّی نہیں ہوتی۔	۳۳
۲۰	بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کے نزدیک ختمِ نبوت کی حقیقت اور اپنے دعویٰ کی کیفیت	۳۴
۲۱	خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کی حقیقت۔	۳۷
۲۲	امام علی القاریؒ کے نزدیک خاتم النبیین کے معنے۔	۳۹
۲۳	مولوی عبد الحی صاحب کے نزدیک مجرّد نبی کا آنا محال نہیں۔	۴۰
۲۴	ختم نبوت کے دو منفی اور مثبت پہلو (بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا ان دونو بزرگوں سے اتفاق)	۴۰
۲۵	آخر الانبیاء کے معنے (از روئے حدیث نبویؐ)	۴۳
۲۶	حضرت پیرِ پیران کا مذہب۔	۴۴
۲۷	زَالَ اِسْمُ النُّبُوَّۃِ کی حقیقت۔	۴۵
۲۸	حدیث لا نبی بعدی کی تشریح بزرگوں کے اقوال سے۔	۴۸
۲۹	لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح از روئے احادیث۔	۵۱
۳۰	حضرت ابوبکرؓ کا مرتبہ (مسیح موعود اُن سے کیوں افضل ہیں)	۵۴
۳۱	مولوی محمد ادریس صاحب کی غلط فہمی متعلق حدیث اِلّا انّہ لیس نبیٌّ بعدی	۵۶
۳۲	لا نبیّ بعدی کی تشریح میں ایک اور حدیث۔	۶۰
۳۳	حدیث لا نبیّ بعدی کی علمی تحقیق۔	۶۲
۳۴	مولوی محمد ادریس صاحب کی توجیہہ محض آخری نبی بلحاظ پیدائش پر تبصرہ۔	۶۴
۳۵	مولوی عبد الماجد صاحب کی تصریح۔	۶۸
۳۶	جزوی اختلاف (اختلاف کے حل کی صورت)	۷۰
۳۷	غیر احمدیوں کے عذر کا جواب (بزرگانِ دین کے نزدیک مسیح موعود نبی اللہ ہے)	۷۱
۳۸	غیر احمدیوں کا متضاد عقیدہ۔	۷۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۷۶	مولوی محمد ادریس اور ختمِ نبوت کے معنے	۳۹
۷۷	ہماری تحقیق ۔	۴۰
۸۰	غیر احمدی علماء ضرورتِ نبوت کے قائل ہیں ۔	۴۱
۸۲	علامہ اقبال اور ضرورتِ مصلح ۔	۴۲
۸۵	حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے اقوال شطحیات نہیں ۔	۴۳
۸۷	حدیث لا نبی بعدی کے متعلق ہمارا مسلک اور ظلّی نبوت ۔	۴۴
۹۴	نبی کا لقب ۔	۴۵
۹۵/۹۶	بروز کی اقسام ۔ حقیقی و مجازی بروز	۴۶
۹۶	امام عبدالوہاب علیہ الرحمۃ کے نزدیک رسولوں کا وجود ضروری ہے	۴۷
۹۷	علامہ موسیٰ جار اللہ کے نزدیک رسل الاسلام	۴۸
۹۹	حضرت عیسیٰؑ کی آمد سے مہرِ ختمیت ٹوٹتی ہے ۔	۴۹
۱۰۰	مسیح موعود کا نام ابن مریم بطور استعارہ ہے ۔	۵۰
۱۰۱	حضرت عیسیٰؑ کا امت محمدیہ میں خلیفہ ہونا محال ہے (از روئے قرآن مجید)	۵۱
۱۰۳	از روئے حدیث (موسیٰؑ کی خدا تعالیٰ سے گذارش ۔ مجھے امت محمدیہ کا نبی بنا دیجیئے اور اللہ تعالیٰ کا جواب ۔ اس امت کا نبی اس میں سے ہوگا)	۵۲
۱۰۶	ایک دلچسپ تبادلۂ خیالات (درود شریف سے امت میں نبوت جاری ہونیکا ثبوت)	۵۳
۱۰۹	حضرت محی الدین ابن عربیؒ کا درود شریف سے امت میں نبی ہونے کا استدلال ۔	۵۴
۱۱۱	شیعوں کے بزرگوں کے اقوال (آلِ محمدؐ سے مراد اور اس میں نبوت)	۵۵
۱۱۲	انبیاء الاولیاء والی نبوت کی شان اور مسیح موعود کا مرتبہ ۔	۵۶
۱۱۳	مسیح موعود کا اختصاص بالنبوۃ ۔	۵۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۸	بانی سلسلہ احمدیہ کے نزدیک اپنی خصوصیت۔	۱۱۴
۵۹	انبیاء الاولیاء صرف محدثین ہی نہیں بلکہ غیر تشریعی انبیاء بھی ہیں۔	۱۱۵
۶۰	ایک شبہ کا ازالہ (نبوت الولایۃ غیر تشریعی انبیاء کو حاصل تھی)	۱۱۸
۶۱	المبشرات نبوتِ مطلقہ ہیں۔ (رؤیا المومن کی تشریح)	۱۲۰
۶۲	نبوت کے چھیالیسویں حصہ کی تشریح۔	۱۲۴
۶۳	علمائے امت کے نزدیک مسیح موعود صاحب وحی ہوگا۔	۱۲۶
۶۴	تشریعی نبی اور غیر تشریعی نبی کی وحی میں فرق۔	۱۲۸
۶۵	شیخ اکبرؒ اور بعض صوفیاء کے نزدیک مسیح کا بروزی نزول اور مہدی اور مسیح ایک شخص۔	۱۲۹
۶۶	امام مہدی کا مرتبۂ عظمیٰ۔	۱۳۲
۶۷	دعویٰ میں تدریج کا شبہ (اور اس کا جواب)	۱۳۳
۶۸	تدریجی انکشاف میں حکمتِ الٰہی۔	۱۳۴
۶۹	نبوت کی عرفی حقیقت	۱۳۸
۷۰	حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر تشریعیہ اور مستقلہ نبوت کے دعویٰ کا افتراء۔	۱۴۳
۷۱	الجواب	۱۴۴
۷۲	اولیاء اللہ پر قرآن کا نزول	۱۴۸
۷۳	علمائے امت کے نزدیک مسیح موعود کا کام وحی کے ذریعہ بیانِ شریعت۔	۱۴۹
۷۴	اولیاء پر علوم الٰہی کا الہاماً کھلنا۔	۱۵۰
۷۵	الہام الٰہی وحی ہے۔	۱۵۳
۷۶	بانی سلسلہ احمدیہ کا تشریعی نبوت اور مستقلہ نبوت کے دعویٰ سے انکار۔	۱۵۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار

مضمون کا دوسرا حصہ

۷۷	خاتم النبیین کا مفہوم بلحاظ سیاقِ آیت	۱۵۶
۷۸	دائمی خاتم النبیینؐ ۔	۱۶۰
۷۹	ابوّتِ معنوی مانعِ توریث نہیں ۔	۱۶۴
۸۰	۔ قیامت کے دن ایک رسول کی بعثت از روئے حدیث نبویؐ ۔	۱۶۵
۸۱	۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے نزدیک خاتم النبیین کے حقیقی معنیٰ ۔	۱۶۷
۸۲	۔ خاتم النبیین کے حقیقی لغوی معنیٰ اور اس کے مجازی معانی ۔	۱۷۱
۸۳	۔ مفرداتِ (امام راغبؒ) کے بیان کا ماحصل ۔	۱۷۳
۸۴	۔ خاتم کے معنی اردو و فارسی میں مُہر ۔	۱۷۴
۸۵	۔ خاتم یا مُہر کی اقسام ۔	۱۷۶
۸۶	۔ لسان العرب اور خاتم ۔	۱۷۸
۸۷	۔ خاتَم اور خاتِم کی بناوٹ میں فرق (خاتم النبیین کے حقیقی معنیٰ)	۱۷۹
۸۸	۔ لغاتِ عربی اور آخری نبی کے معنیٰ ۔	۱۸۲
۸۹	۔ غیر احمدی علماء کا خاتم النبیینؐ کے معنے افضل النبیین سے انکار ۔	۱۸۵
۹۰	۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین	۱۸۹
۹۱	۔ غیر احمدی علماء سے ایک اہم سوال ۔	۱۹۲
۹۲	۔ خاتم النبیین کے حقیقی معنیٰ کے لوازم اور خاتم النبیین کی حقیقتِ شرعیہ ۔	۱۹۶
۹۳	۔ جماعت احمدیہ ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حقیقی اور کامل خاتم النبیین مانتی ہے	۱۹۷
۹۴	۔ آخرالانبیاء کے لازمی معنیٰ کا ثبوت بدلالتِ التزامی ۔	۱۹۸
۹۵	۔ خاتم النبیین کی دوسری قرأت ۔	۱۹۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۰۱	غیر احمدی علماء کے معنوں کا تضاد ۔	۹۶
۲۰۲	تیسری قرأت ۔	۹۷
۲۰۴	فتاوٰی پر علماء کی مہروں کا اثر	۹۸
۲۰۴	حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ اور خاتم النبیین کے معنیٰ ۔	۹۹
۲۰۶	خاتم النبیین کے معنے نبیوں کی زینت سے غیر احمدی علماء کا انکار ۔	۱۰۰
۲۰۸	علماء خاتم النبیین کے تاویلی اور مجازی معنوں کے قائل ہیں ۔	۱۰۱
۲۱۰	بندش والی مُہر پچھلوں پر لگ سکتی ہے ۔	۱۰۲
۲۱۱	مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی کے نزدیک خاتم النبیین کے حقیقی معنیٰ ۔	۱۰۳
۲۱۲ب	مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے ایک سوال (متعلقہ رحمۃ للعالمین) کا جواب	۱۰۴
۲۱۲	نبیین کی تفسیر از روئے قرآن مجید ۔	۱۰۵
۲۱۵	آیاتِ قرآنیہ سے نبی کی آمد کا ثبوت ۔	۱۰۶
۲۱۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراجِ منیر ہونے کی تشریح ۔	۱۰۷
۲۲۰	امام راغبؒ کے نزدیک امّت میں نبی کا آنا ۔	۱۰۸
۲۲۱	امام راغبؒ کے نزدیک امّتی نبی کا امکان از روئے قرآن مجید ۔	۱۰۹
۲۲۲	خاتم النبیین کے لامِ تعریف کی حقیقت ۔	۱۱۰
۲۲۶	مولوی محمد ادریس صاحب کے ایک شبہ کا ازالہ ۔	۱۱۱
۲۲۸	خاتم کا استعمال حدیث نبویؐ میں ۔	۱۱۲
۲۲۹	احادیثِ نبویہؐ سے ہمارے معنوں کی تائید ۔	۱۱۳
۲۳۱	قصرِ نبوت والی حدیث کی تشریح ۔	۱۱۴
۲۳۷	ختمِ نبوت کی حقیقت کے بارے میں شیعوں کے مسلّمہ اقوال ۔	۱۱۵

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۴۱	میرے نظریہ اور تحقیق کے فوائد ۔	۱۱۶
۲۴۳	خاتم کے محاورات ۔	۱۱۷
۲۴۵	مسیح موعود اور خاتم الخلفاء کا مقام ۔	۱۱۸
۲۴۶	خاتم المہاجرین والی حدیث کی تشریح ۔	۱۱۹
۲۴۸	خاتم المہاجرین والی حدیث کا سیاق ۔	۱۲۰
۲۵۰	قرائنِ وجہِ شبہ ۔	۱۲۱
۲۵۳	ایک شبہ کا ازالہ (متعلق معنیٰ خاتم المہاجرین)	۱۲۲
۲۵۵	خاتم کے انسانی القاب اور خدائی لقب میں فرق ۔	۱۲۳
۲۵۷	ایک اعلان (متعلق محاورۂ خاتم)	۱۲۴
۲۶۰	ضمیمہ "شان خاتم النبیینؐ" ملحقہ ایڈیشن اوّل	۱۲۵
۲۶۰	خاتم النبیین کی تفسیر مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک ۔	۱۲۶
۲۶۱	مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک خاتمیتِ زمانی کی غرض ۔	۱۲۷
۲۶۴	ضمیمہ شانِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ملحقہ ایڈیشن دوم ۔ (تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۵۴ء کا خلاصہ)	۱۲۸
۲۶۶	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ استفاضہ و افاضہ	۱۲۹
۲۷۱	خاتم النبیین اور لغتِ عربی ۔	۱۳۰

تقاریظ از صفحہ ۲۷۴ تا صفحہ ۲۸۱

فہرست مضامین صفحہ ۲۸۲ تا صفحہ ۲۸۸

الناشر:۔ احمد برادرز گول بازار ربوہ
مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ